کتاب

مرد اور عورت کے چار مقام اورذمہ داریاں

تالیف:

آمنہ جعفری

فہرست مطالب

۱۔عورت کی زینت۔

۲۔عورتوں کی طرف نگاہ کرنا۔

۳۔عورتوں کی صفات۔

۴۔عورتوں کے حقوق۔

۵۔عورتوں سے مشورہ۔

۶۔عورتوں سے دوری

۷۔عورتوں کے چار مقام

۱۔مقدمہ۔

۲۔بیوی کی ذمہ داری

۳۔محبت

۴۔احترام

۵۔شکایت نہ کرنا

۶۔خوش اخلاق

۷۔کفایت شعاری

۸۔رازداری

۹۔ہمجوئی

۱۰۔شکریہ کرنا

۱۱۔حجاب اسلامی

۱۲۔درگزر کرنا

۱۳۔سازگاری

۱۴۔بناسورنا

۱۵۔ تیمار داری

۱۶۔ گھریلو کھانے

۱۷۔ نظافت و پاکیزگی

۱۸۔ امور کانہ داری

۱۹۔ گھر کا امین

بسم اللہ الرحمان الرحیم

مقدمہ

خدا کے نام سے شروع کرتی ہوں جو نہایت مہربان اور رحیم ہے خدا کی حمد ہے کہ جس نے بزم کائنات کی ساری چہل پہل قانون زوجیت پر رکھی ہم دیکھتے ہیں کہ گلستان عالم کے تمام مناظر ایک قانون کے دائرہ میں اسی آب وتاب کے ساتھ بساط عالم پر قائم ہیں اور تمام نبادات وجمادات چرند پرند اور نسل انسان کی بقا اسی طرح جاری ہے قوموں کا عروج وزوال اور تہذیب وتمدن کا نشیب وفراز ایک لامحدود زمانہ سے چلا آرہا ہے غرض بزم عالم کی ساری رنگینیاں اسی طرح جاری ہیں اور جاری رہیں گی۔

اسی کو میر انیس مرحوم نے اپنے ایک شعر میں یوں کہا ہے:۔

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز یہ کم نہیں ہونگے چرچے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہونگے

قرآن مجید کے حوالے سے قدرت کی یہ تمام کارفرمائیاں قانون زوجیت یعنی دو مختلف صنف کے اتحاد وتعاون سے جاری ہیں" ومن کل شئی خلقنا زوجین لعلکم تذکرون" سورہ۵ آیت ۴۹)

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ مرد ہمیشہ اپنی قوت وطاقت کا غلط اور ناجائز فائدہ اٹھاتا رہا اور عورت کو کمزور اور بے بس سمجھ کر ظلم وستم کی چکی میں پیستا رہا اور عورت ہر دور میں مرد کے ظلم وبربریت کا شکار رہی، کسی نے اس کو جانور سمجھا، کسی نے اسکو گناہ کی جڑ کہا، کسی نے اسکو روح سے عاری کہا۔

اسی طرح عیسایئوں نے عورت کو کانٹے سے تشبیہ دی ہے لیکن اسلام نے عورت کو باغ انسانیت کا ایک خوشنما پھول بتایا ہے اور حضرت علیؑ نے عورت کو باغ انسانیت کا گلدستہ کہا ہے جس طرح پھول میں ایک کشش ہوتی ہے اور جس طرح گلدستہ کے طرح طرح کے رنگین پھول آنکھوں کو خوش نما معلوم ہوتے ہیں اور دل کو سکون پہنچاتے ہیں اور روح میں لطافت اور شیفتگی پیدا کرتے ہیں عورت پھول ہے تو مرد اس کی خوشبو عورت مرد کے دامن کو خوشیوں اور مسرتوں کے پھولوں سے بھر دیتی ہے، عورت مرد کی معاون ومددگار اور اس کی مشیر کار ہوتی ہے عورت کی گود انسان کا مکتب ہے عورت محافظ ایمان واخلاق ہے عورت بقاء نسل انسان کی ضامن ہے مرد ملک فتح کرتا ہے اور عورت مرد کو فتح کرتی ہے اللہ نے

مرد کو عشق وطلب اور عورت کو معشوقیت مطلوبیت کا مظہر بتایا ہے عورت اور مرد زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں اگر ایک ناقص وخراب ہو تو گاڑی نہیں چل سکتی اسی طرح مرد عورت زندگی کے دو ہاتھ ہیں جس طرح ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجائی جا سکتی زندگی بھی نہیں چلا سکتی۔

لھذا ہر انسان جب سن بلوغ اور عقل کی منزل پر رونق افروز ہوتا ہے تو یہی آرزو اسکو دامنگیر ہوتی ہے کہ شادی کروں اور اپنا ساتھی اور زندگی میں اپنے مونس وغمخوار تلاش کروں عورت مرد کو اور مرد عورت کو چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں کہ جنہوں نے ابھی تک شادی نہیں کی وہ ان پرندوں کی مانند ہیں جو ابھی تک اپنا آشیانہ و خانہ نہیں بنایا بلکہ وہ سر گردان و پریشان گھومتے رہتے ہیں خدا تعالی نے انسان کے مونس وغمخوار ساتھی کو ایک نعمت سے یاد فرمایا ہے جو ایک دوسرے کو آرام و سکون پہنچائیں پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

کہ کوئی چیز بھی خدا کے نزدیک محبوب ترین اور عزیز ترین از دواج کے علاوہ نہیں اگر میاں بیوی اپنی اپنی ذمہ داریوں سے واقف ہوں تو گھر کا ماحول ایک بہشت کی طرح نظر آتا ہے کوشش کی ہے کہ میاں بیوی کی چند ذمہ داریوں کو قرآن احادیث کی روشنی میں خلاصہ کے طور پر قارئین کی نظر کروں تا کہ ایک چھوٹی سی خدمت اس مکتب آل محمد ﷺ کے سائے میں کرسکوں

پہلے حصے میں بیوی کی ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا ہے اور دوسرے حصے میں شوہر کی ذمہ داریوں کو تحریر کیا اور والدین اور بہن و بھائی کے حقوق و ذمہ داریوں کا س تذکرہ بھی کیا ہے تا کہ مرد اور عورت کے چار مقام قرآن و احادیث کی روشنی میں واضح ہو جائیں۔

عورت کا مقام و مرتبہ

معاشرتی لحاظ سے پوری تاریخ میں ایسے بہت کم موضوع پائے جاتے ہیں جو عورت کی شخصیت یا ہویت کے موضوع کی بہ نسبت زیادہ تنقید وغیرہ کا نشانہ بنے ہوں یا ان کے بارے میں متعدد اور مختلف ترجیحات کی گئی ہوں۔ ابھی بھی یورپی اور مشرقی دنیا میں عورت کے بارے میں غلط، بے ڈھنگ اور گمراہ کن نظریات پائے جاتے ہیں۔ ان سب میں صرف انبیاء، اوصیاء اور اہل حق کا واحد مکتب ہے کہ جس میں: ''من اخلاق الانبیاء حب النساء؛ عورتوں سے محبت انبیاء کے اخلاق میں سے ہے'' (تربیت اسلامی، ص ۹۰)

کے ذریعہ افراط و تفریط کے بغیر وحی اور خدا سے رابطہ کے ذریعہ اچھی طرح سے عورت کی منزلت کو بیان کیا جارہا ہے اور اس کی صاف و شفاف اور ہر قسمی تحریف کے بغیر مکمل صورت اور پیغمبر اکرم ﷺ اور اہل بیت ؑ کی صحیح سنت کے ذریعے

عورت کی شخصیت ،قدر و منزلت اور اس کی حیثیت کو بیان کیا ہے۔قرآن وسنت کی بنیاد پر ،عورت کی خلقت اور پیدائش کے لحاظ سے مرد سے کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے،البتہ مرد کے ساتھ بعض چیزوں میں شریک ہونے کے باوجود خدائے متعال کی حکمت اور لطف کی بنا پر بعض چیزوں میں اس کی استعداد،اس کے وظائف اور حقوق وغیرہ مردوں سے مختلف ہیں۔

قرآن کریم اور سنت سے جو کچھ ،ہمیں ملتا ہے وہ یہی ہے کہ عورت لطیف اور رحمت ہے .اس کے ساتھ لطف و کرم اور مہربانی کی جائے ،اچھا سلوک کیا جائے ۔اسکے ساتھ ساتھ اس کے ظرف اور نازک وجود کی تعریف کی گئی ہے ۔نہج البلاغہ میں تقریبا۲۵ جگہوں پر خطبوں ،خطوط اور کلمات قصار میں عورتوں کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے ۔(علی انصاریان ،الدلیل ،ص۱۰۴۵)

بیوی کی ذمہ داری

بیوی بننا کوئی آسان کام نہیں اور ہر عورت بیوی بن کر اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکتی کہ جب تک اپنی ذمہ داریوں سے واقف نہ ہو اور اس پر عمل نہ کرے ہر عورت کو چاہئے کہ اپنے شوہر کے دل کو اپنانے کی کوشش کرے اچھے کاموں میں شوہر کی تعریف کرے اور برے کاموں سے اسے اپنی طاقت کے مطابق روکنے کی کوشش کرے۔

بیوی کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کو معاشرے میں آبرومند اور لائق عزت بنائے اور معاشرے میں اپنے شوہر کو اس طرح پیش کرے کہ پورا معاشرہ اس طرح کے شوہر پر رشک کرے، کیوں کہ میاں بیوی کی زندگی ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں جس طرح گاڑی کا ایک پہیہ خراب ہو تو گاڑی نہیں چل سکتی اسی طرح زندگی کی گاڑی بھی نہ چل سکے گی ،میاں بیوی کی زندگی کو اسلام میں اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ اسلام میں میاں و بیوی کی زندگی کو جہاد در راہ خدا کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت علی ؑ فرماتے ہیں :عورت کا جہاد یہ ہے کہ وہ اچھی طرح سے گھریلو ماحول کو اچھا ماحول بنائے اور گھر کو ایک خوبصورت بہشت نما بنائے۔

میاں بیوی ایک ملک کے بادشاہ و وزیر کی طرح ہیں کہ جس طرح ملک بغیر بادشاہ کے نہیں چل سکتا اسی طرح شوہر ایک گھر کا بادشاہ ہے اور اسکے بغیر گھریلو حالات نہیں چل سکتے اور وزیر بادشاہ کو اچھے اچھے مشورے دے کر ملک کی صورتحال کو بہتر بن بناتا ہے اسی طرح بیوی بھی گھریلو ماحول میں اپنے شوہر کی وزیر ہے۔

میاں بیو کے حقوق میں اسلام کا کردار

ہمیں ایک ایسے دین کی ضرورت ہے پہلے دن سے انسانوں کی پرورش اس طرح کرے انہیں انسانی کمالات کی طرف لے جائے آپ ملاحظہ فرمائیں کہ کیا پوری دنیا میں آپ ایسا دین تلاش کر سکتے ہیں جو ایک انسان کی تربیت کیلئے اس کے ماں باپ کی شادی سے پہلے ہی فعالیت کرے اور حکم دے؟ دنیا میں جتنے مکاتب ہیں وہ تمام اس موجودانسان سے سرو کار رکھتے ہیں جو چل پھر رہا ہے اور بڑا ہو چکا ہے وہ انسانوں کے درمیان ازدواجی بدھن قائم ہونے سے پہلے ہی اسلام اس سے کہتا ہے کہ:

کس طرح کے ساتھی کا انتخاب کرو عورت سے کہتا ہے کہ کس طرح کے شوہر کا انتخاب کرو کس طرح کا ہونا چاہئے اس کا ذکر یہاں کرتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ اس لئے ہے کہ کیونکہ یہ میاں بیوی ایک فرد یا کئی افراد کی بنیاد اور اساس ہیں اسلام ایک صالح فرد و معاشرہ کے سپرد کرنا چاہتا ہے وہ ایک فرد ہو شادی کرنے سے پہلے ہی کہتا ہے کہ عورت کس طرح ہو شوہر کس طرح کا ہو اس کا اخلاق کیسا ہو اس کا کردار کیسا ہو کس طرح کے خاندان میں اس کی تربیت ہونا چاہیے؟

۔شادی کا بندھن قائم ہو جانے کے بعد دونوں آپس میں کس طرح پیش آئیں؟ حمل ٹہر جانے کے بعد کے کیا آداب ہیں حمل کے زمانہ کے کیا آداب ہیں بچے کی نہگداشت کس طرح کی جائے؟ یہ سب کچھ اس لیئے ہے کہ یہ فرد جوان افراد سے وجود میں آرہا ہے قطعا معاشرے میں ایک صالح فرد کے عنوان سے سامنے آئے تا کہ پوری دنیا میں یہ صلاحیت پیدا ہو اسلام انسان کی تربیت کرنا چاہتا ہے شادی کا بندھن قائم ہونے سے پہلے اس نے یہ کام شروع کیا ہے۔

وہاں سے اس نے شروع کیا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ کیا کرو کونسا کام کرو یہاں تک کہ بچہ دنیا میں آجاتا ہے دودھ پلانے کے دوران کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے اسکے سکول کے اساتذہ کو کیسا ہونا چاہیے بچوں کا مربی کیسا ہو جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے اس وقت اسے کیا کرنا چاہیے کس طرح کے کام انجام دینا چاہیے کس طرح کے اعمال سے بچنا چاہیے؟

عورت اور مرد کے وظائف اور ذمہ داریاں

ہر عورت اور مرد کو اس کی خلقت کے مطابق خاص ذمہ داریاں سونپ دی گئی ہیں کیونکہ دونوں کی اپنی خصوصیات اور صفات ہیں لہذا ہر ایک کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ میدان جنگ میں معرکہ آرائی اور جہاد مرد کے ذمہ ہے اور یہ کام عورتوں کی لطافت ،نزاکت اور ظرافت کی وجہ سے ان کی طاقت سے باہر ہے۔ اس کے بدلے میں حضرت علی

ؑ فرماتے ہیں:

"جہاد المرأۃ حسن التبعل"، یعنی: "عورت کا جہاد، اچھی شوہرداری ہے" (نہج البلاغہ، حکمت ۱۳۶) یعنی جس طرح ایک مرد محاذ جنگ پر سختیاں برداشت کرتا ہے اور اس کا جہاد اس کے اجر کمال کا سبب بنتا ہے اور اسی طرح عورت بھی اپنے شوہر کا اخلاق اور گھریلو پریشانیاں اور سختیاں برداشت کر کے اس مجاہد کے اجر و کمال کی مستحق قرار پائی ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت علی ؑ نے عورت کو کمالات کے لحاظ سے مرد کے برابر درجہ دیا ہے اور اگر فرق ہے بھی تو وہ فطری اور قدرتی اور پیدائشی لحاظ سے ہے۔ اس کے نقش و عمل میں فرق ہے نہ کہ اس کے اجر و پاداش اور کمالات میں، اور دوسری طرف اگر عورت میں نقص عقل ہے تو مرد میں نقص عشق و محبت ہے۔ بلکہ یہ ایک کمال ہے اور اگر کسی عورت میں یہ عطوفت و عشق اور محبت کا عنصر نہ پایا جائے تو وہ فطری لحاظ سے ناقص ہوگی ورنہ یہ اس کیلئے عین کمال ہے اور اگر یہی چیز ایک مرد میں پائی جائے تو اس کیلئے نقص اور عیب شمار ہوگا۔ بہر حال یہ فطری امور میں سے ہے اور عورت کی ذات میں اس سے کمی واقع نہیں ہوتی ہے۔

عورتوں کے چار مقام

بیوی ، ماں ، بہن ، بیٹی ،

(۱) بیوی کا مقام:۔

جہالت و تاریکی کی گہری گھٹاوں میں اسلام کا سورج جب سرزمین مکہ پر طلوع ہوا اور اسکی منور کرنو ں سے جہالت کی گھٹاٹوپ تاریکیاں اپنے رخت سفر باندھنے لگیں اسلام کا منور و مقدس چہرہ نوید سحر کی خوش خبری لا کر ظلمات کی وادیوں میں ہر سو اپنا اجالا پھیلانے لگا افراط و تفریط کی فضا ختم ہوئی عدل و مساوات کے فطری نقطہ پر اسلام نے بشریت کو لا کر کھڑا کر دیا ظلم و ستم کی چکیوں میں پسنے والی عورت کی سوئی ہوئی قسمت جاگ اٹھی، قرآنی تعلیمات نے عورت کو انسان ہونے کا مقام عطا فرمایا اور مقرر منزلت سے اٹھا کر معراج انسانیت پر لا کھڑا کیا اور پھر مرد کے پہلوں میں عزت و احترام سے بٹھا دیا اور عورت کو زمانہ جہالیت کے تمام فرسودہ رسم و رواج سے نجات دلائی۔

اب عورت نے علم و ادب سے آراستہ ہو کر تہذیب و تمدن اور معاشرہ کی تعمیر میں اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا شروع کیا، رسول اسلام کے تبلیغی مشن نے عربوں بدوں میں ایسا فکری انقلاب برپا کیا کہ وہی عرب جو کل تک عورتوں کو تحقیر و تذلیل کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اور اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے وہی اب انکے محافظ ہو کر ان کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھنے لگے پیغمبر اسلام ﷺ نے قرآنی احکامات کے حوالے سے ناموس نسواں کی قدر و منزلت کو اجاگر کیا بد

کاری بے شرمی اور بے راہ روی کے تمام راستے اور سر چشمہ کو رفتہ رفتہ بند کرنا شروع کیا مرد عورت دونوں کے جنسی تقاضوں کو نکاح کے ذریعہ اعتدال اور ضابطہ کا پابند بنا دیا۔

نسل انسانی کے اضافے کی صحت مند طریقے نافذ فرمائے ازدواجی اور عائلی زندگی کو خوشگوار ماحول کے قالب میں ڈھال دیا اب خاندانی نظام حیات کو مرد کی قوامیت (سر براہی) اور عورت کی شعاری پر مستحکم کیا عورت کے حقوق میں مرد کے ذمہ عورت اور عورت کی کفالت اور تحفظ کا بار ڈالا اور مہر کی ادائگی میراث میں حصہ حسن سلوک سے پیش آنا اور انکے جائز حقوق کی ادئیگی کا حکم دیکر عورت کی معاشی حالت زیادہ مستحکم کردی کسب معاش کا کام مرد کے ذمہ اور گھر کا انتظام عورت کو سپرد کر کے عورت کو گھر کی سلطنت کی ملکہ بنادیا اور مرد کو گھر کا سر براہ کیونکہ مرد اپنی خداداد صلاحیتوں کی بہت سے خانگی زندگی کے امور کے علاوہ قریب قریب تمام شعبوں کی ترقی وکمال کا بیڑ ا اٹھاتا ہے اور عورت اس کی ساتھی وغمخوار بن کر زندگی گزارتی ہے حضرت علیؑ اپنی ایک وصیت (۳) میں جب صفین سے واپس ہوئے تو امام حسنؑ سے فرمایا "فان المرأة ريحانة ليست بقهر مانة" (وصیت ۳۱) عورت ایک پھول ہے نہ حاکم وقہرمان جس طرح پھولوں میں کشش ہوتی ہے اسی طرح عورت میں بھی کشش ہوتی ہے اور گلدستہ کے طرح طرح کے رنگین پھول دل کو جذب آنکھوں کو خوشنما معلوم ہوتے ہیں دل کو سکون فراہم کرتے ہیں اور روح میں لطافت پیدا کرتے ہیں اسی طرح عورت بھی مرد کو سکون وآرام پہنچا کر اس کی روح میں لطافت پیدا کرتی ہے عورت پھول ہے اور مرد اس کی خوشبو اس میں حقیقت ہے کہ کہ قدرت نے عورت کے جسم واعضاء میں کچھ ایسی جاذبیت رکھی ہے جو مرد کو اپنی طرف کھینچتی ہے عورت اگر بیوی ہے تو شوہر کی اطاعت اور اسکی خوشنودی اور دلجوئی میں ایثار ووفا کی دیوی ماں ہے تو اولاد کی مامتا اور پرورش میں اپنی زندگی کی رنگینیوں کو بھی قربان کردینے والی ہے۔

بیٹی ہے تو ماں باپ کی محبت میں انکی خدمت کو اپنا شعار بنالیتی ہے بہن ہے تو غیرت وعزت کا مجسمہ ہے اسلام میں حضرت فاطمہ ؑ کو ام ابیہا کہا گیا ہے عورت کے سینہ میں مہر ومحبت وہمدردی اور غمگساری اور رحم دلی کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔

رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے دنیا زندگی گزارنے کا سامان ہے اور اس کا بہترین سامان صالح عورت ہے اسلام نے عورت سے محبت، چاہت اور حسن سلوک کو عبادت اور خدا ترسی کی دلیل کہا ہے عورت انسان ساز ہے، عورت کے وجود سے مرد کا وجود ہے عورت مرد کی تخلیق وتعمیر کرتی ہے، مشہور ونامور مردوں کے بام عروج پر پہنچنے میں عورت کا ہاتھ ہے، عورت شبنم بھی ہے اور شعلہ بھی عورت، موم بھی ہے اور پتھر بھی عورت، پتھر کو موم بنانے کی صلاحیت رکھتی ہے اور

وقت وحالات کا ساتھ آسانی سے دے سکتی ہے عورت زندگی کی تلخیوں کو مسکراہٹوں میں بدل سکتی ہے کائنات کا حسن و جمال عورت کے وجود سے قائم ہے عورت ایک معمہ ہے عورت ایک پہیلی ہے عورت ایک سر بستہ راز ہے جس کی ذات سے بہت سی رنگینیاں وابستہ ہیں۔

عورت مرقع رنگ و بو اور مجسمہ ناز وادا ہے، عورت پیکر شباب وشراب ہے، عورت کلید مسرت وشادمانی ہے، مخزن عیش ونشاط لذت وفرحت ہے۔ عورت مرد کے دامن کو خوشیوں اور مسرتوں کے پھولوں سے بھر دیتی ہے یہ عورت ہی ہے کی جس نے کائنات کی تصویر میں رنگ بھر کر اسے زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے یہ عورت ہے جس نے مرد کے احساسات لذت کو مسرت بنادیا یہ عورت ہی ہے جس نے مرد کے جذبات کو سوز وحرکت عطا کی کہ عورت ہی ہے کہ جو مرد کے جذبہ پرستش کے لئے کھلونہ بن جاتی ہے۔

عورت اللہ تعالی کا عظیم شاہکار ہے عورت میں ایک خاص مادہ انجذاب اور قوت تسخیر پائی جاتی ہے عورت ایک چاند ہے جس کا مرمریں عکس مرد کے جذبات پر ایک تھرتھری پیدا کرتا ہے۔

عورت کی زینت

مولا امیر المومنان ؑ نے حکمت ۶۱ میں فرمایا "المرأة عقرب حلوة اللّبسة" (عورت اس بچھو کے مانند ہے جس کا ڈسنا بھی مزیدار ہوتا ہے اس میں ایک طرف تو عورت کے مزاج کی طرف اشارہ ہے جس میں غیظ و غضب کا عنصر ہمیشہ غالب رہتا ہے اور دوسری طرف اس کی فطری نزاکت کی طرف اشارہ ہے جہاں اس کا ڈنگ بھی مزیدار معلوم ہوتا ہے پھر عورتوں کی زینت کے متعلق فرمایا عورتوں کا سارا زور زندگانی دنیا کی زینت اور فساد پر ہوتا ہے۔(خطبہ ۱۵۴) پھر حکمت ۱۳۶ کے آخر میں فرمایا "عورت کا جہاد شوہر کے ساتھ بہترین برتاؤ ہے اس بہترین برتاو و اطاعت عفت، تدبیر منزل، قناعت، عدم مطالبات، غیرت وحیا وطلب رضا جیسی تمام چیزیں شامل ہیں جن کے بغیر ازدواجی زندگی خوشگوار نہیں ہوسکتی اور دن بھر زحمت برداشت کر کے نفقہ فراہم کرنے والا شوہر آسودہ و مطمئن نہیں ہوسکتا جب تک عورت اپنے شوہر کا ساتھ نہ دے۔

عورت کی صفات

پھر فرمایا عورتوں کی بہترین خصلتیں وہ ہیں جو مردوں کی بدترین خصلتیں ہیں، غرور، بزدلی اور کنجوی اس لئے کہ عورت مغرور ہوگئی تو وہ کسی اور کو اپنے نفس پر قابو نہ دے گی، اور کنجوس ہوگی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی اور بزدل ہوگی تو وہ ہر اس چیز سے ڈرے گی جو اسے پیش آئے گی (حکمت ۲۴)

پھر فرمایا "غیرة المرأة کفر وغیرة الرجل ایمان" عورت کا غیرت کرنا کفر اور مرد کا غیرت کرنا عین ایمان ہے (حکمت ۱۲۴)

بہر حال مرد عورت دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت دو طرح سے ہوتی ہے۔

ایک:۔ سماجی و اجتماعی زندگی کیلئے، سماجی اور معاشرتی اعتبار سے

دوسرا:۔ از دواجی زندگی کے لئے نفسیاتی اور جنسی تقاضوں کے اعتبار سے

کہ ہر دو زندگی کے ہر شعبہ میں معاشرہ کی ترقی و تعمیر میں سرگرم عمل رہیں اور از دواجی زندگی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے فطری تقاضے ایک دوسرے کے دامن محبت میں پروان چڑھیں اور ایک گوشہ عافیت میں سکون و آرام حاصل کر کے بقاء نسل کے مقصد کی تکمیل کریں، کیونکہ دونوں کو اپنے مقصد کے حصول کے لئے ایک گھر کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی گھر بنیاد ہے معاشرہ کی اور گھر عورت کا خانگی نام ہے۔ عورت گھر بنا کر نظام تمدن کی بنیاد رکھتی ہے جو انسانیت کی پہلی تربیت گاہ ہے اور جس گھر میں عورت نہیں وہ گھر نہیں! عورت گھر کی رونق ہی نہیں بلکہ گھر کی روح ہوتی ہے، گھر کی چہل و پہل اس کے دم سے ہوتی ہے مرد کا گھر سے لگاؤ اس کی وجہ سے ہوتا ہے، مرد کی ساری سرگرمیاں اور دلچسپیاں گھر سے وابستہ رہتی ہیں گھر میں عورت کی عدم موجودگی سے مرد کی زندگی میں جو خلا پیدا ہوتا ہے اسے کوئی دوسرا پر نہیں کر سکتا اور عورت جب ماں بنتی ہے تو گھر کی خوشیوں میں چار چاند لگا دیتی ہے اور مرد کو بیوی کے ساتھ ایک بچہ کی ماں کے طور پر زیادہ احترام کا قائل ہوتا ہے۔

محبت

تمام لوگ محبت کے پیاسے ہیں اور انسان کا دل محبت سے زندہ ہے اور کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ لوگ اس سے محبت نہیں کرتے تو وہ اپنے آپ کو بے کس و تنہا محسوس کرتا ہے لہذا بیوی کو چاہیئے کہ اس سے محبت سے پیش آئے کیونکہ اسکا شوہر محبت کا پیاسہ ہے اور ماں باپ کی محبت سے لبریز دل ایک انوکھی محبت کا طالب ہے لہذا بیوی کو صمیم قلب سے محبت کرنا چاہیئے دیکھا دے اور مطلب کی محبت پایدار نہیں ہوا کرتی خلوص و عشق اور ایک دوسرے کا احساس اور ایک دوسرے کی چاہت ایک دوسرے سے بڑھ کر ہونی چاہیئے۔

کیونکہ جس طرح شوہر شب و روز اپنی شریک حیات کیلئے کماتا ہے اسی طرح بیوی کو چاہیے کہ اسکی مونس حقیقی اور غمخوار واقعی ہو اگر بیوی چاہتی ہے کہ اسکا شوہر واقعا اس سے محبت کرے حتما اسے چاہیئے تو پھر ضروری ہے کہ وہ بھی اسکا ہاتھ بڑھائے اور اسکا ساتھ دے اس سے محبت کرے ایک مقولہ ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔

اگر ایک بیوی بیوی ہونے کا ثبوت دے تو یہ ہو نہیں سکتا اس شوہر شوہر ہونے کا ثبوت نہ دے۔ اگر بیوی دل سے محبت کرتی

ہولیکن اظہار محبت نہ کرے تو پھر بھی شوہر کا دل مطمئن نہ ہو سکے گا بلکہ اظہار کرے کہ میں تجھے دل سے چاہتی ہوں اگر سفر پر چلا جائے تو واپس آئے تو اس سے محبت کا اظہار کرے کہ تیرے بغیر دنیا تاریک نظر آتی ہے وغیرہ پیغمبر گرامی ﷺ فرماتے ہیں کہ بہترین بیوی وہ ہے کہ جو اپنے شوہر سے عشق و محبت کا اظہار کرے کیونکہ تمام کاموں کی چابی محبت ہے۔

احترام

ہر انسان خود پسند ہے اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے اور اسکا دل چاہتا ہے کہ دوسرے بھی اس سے محبت کریں، احترام کریں ویسے بھی ایک دوسرے کے احترام سے رشتے بڑھتے ہیں محبت اور زیادہ پایدار ہوتی ہے۔
اگر آپ کسی کا احترام نہ کریں تو پھر آپ بھی کسی سے اپنے محترم ہونیکی توقع نہ کرنا۔کیونکہ خود پسند آدمی کو کوئی بھی نہیں چاہتا لہذا بیوی اپنے شوہر کا احترام کرے نام لے تو احترام سے، سلام کرے تو احترام سے اور شوہر کے پیچھے چلے اگر گفتگو ہو رہی ہو تو اپنی آواز کو شوہر کی آواز پر بلند نہ کرے۔
دوسرے کے سامنے احترام کرے اور گھریلو ماحول میں ایک دوسرے کا احترام کو ملحوظ خاطر رکھیں رسول خدا ارشاد فرماتے ہیں کہ بیوی کی ایک ذمہ داری یہ ہے اگر شوہر گھر میں داخل ہو تو اسکو خوش آمدید کہے اور گھر سے باہر جا رہا ہے تو اخدا حافظی کرے اسلام میں یہاں تک احترام کو بیان کیا گیا ہے۔کہ اگر خدا کے بعد سجدہ واجب ہوتا تو شوہر کیلیئے ہوتا بر حال بزرگان کا کہنا ہے کہ اگر تم کسی کا احترام کرتے رہے ہو تو یہ اسکا احترام نہیں کر رہے بلکہ اپنا احترام کروار ہے ہو لہذا بیوی اگر چاہتی ہے کہ گھر میں میرا احترام کیا جائے تو وہ شوہر کا بھی احترام کرے اور اسکے والدین بھائی بہن ورشتہ داروں کا بھی تا کہ وہ گھر میں احترام کے ساتھ اچھی زندگی گزار سکے۔

شکایت نہ کرنا۔

بیوی ہر وقت اپنے شوہر کے سامنے شکایتوں کا رجسٹر نہ کھول کر بیٹھ جائے اگر وہ باہر سے تھکا ہارا آئے اور اسے آرام سکون کی ضرورت ہے اور فورا اسے شکایات کی فہرست بیان نہ کرے کہ گھر سے تنگ آ کر باہر رہنا پسند کرے بلکہ بیوی شوہر کو گھر داخل ہوتے ہی محبت کے پھولوں کا گلدستہ پیش کرے اور اسکی احوال پرسی کرے تھکاوٹ دور ہونے کے بعد پھر اسے ترکیب سے شکایت بیان کرے حضرت زہرا ؑ پوری زندگی میں ایک دفعہ بھی شکایت نہیں کی۔
بلکہ حضرت علی ؑ نے کہا کہ آے زہرا تم کبھی کسی چیز کی آرزو نہیں کی میں چاہتا ہوں کہ کوئی چیز مجھ سے چاہو کافی اصرار کے بعد بی بی نے آنار کے پھل کا کہا تو حضرت ؑ باہر جا کر بے موسم پھل کسی یھودی سے لیتے ہیں راستے میں کسی یتیم کی حالت دیکھ کر آدھا اسے دے دیتے ہیں کچھ راستہ طے کیا تھا کہ ایک سائل نے سوال کیا تو ادھا اس کو دے دیا، حضرت

زہرا ؑ کے گھر فرشتہ آیا اور ایک انروں کا طشت پیش کیا تو جب حضرت علی ؑ گھر آئے تو انار دیکھ کر خدا کا شکر کرتے ہیں رسول گرامی فرماتے ہیں:

ہر وہ عورت جو اپنے شوہر کو زبان سے تکلیف دیتی ہے اسکی نماز و اعمال نیک قبول نہیں ہوتے ان روایات کی روشنی میں کہ اسلام شوہر کے حقوق کی پاسداری پر تاکید کرتا ہے اس طرح شوہر کو بھی بیوی کی حقوق کے پورا کرنے کی تاکید کرتا ہے.

خوش اخلاق

امام ؑ صادق ؑ فرماتے ہیں:

کہ کوئی چیز بھی خوش اخلاقی سے بہتر و شیرین تر نہیں پیغمبر گرامی فرماتے ہیں: مجھے اخلاق کی خوبیوں کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہے۔ خوش اخلاق انسان کبھی پریشان نہیں ہوتا اور میاں بیوی خوش اخلاقی سے ایک گھر کو بسا سکتے ہیں اور اسے جنت کا گہوارہ بنا سکتے ہیں بہت سی روایات میں بد اخلاقی سے روکا گیا ہے۔

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ اپنے صحابی کی قبر پر فاتحہ پڑھتے ہوئے۔ رونے لگے اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آدمی بہت اچھا تھا کیا وجہ ہے کہ اسکی قبر پر بیٹھ کر گریہ فرما رہے ہیں؟ حضرت ﷺ نے فرمایا گھر میں بد اخلاقی کرتا تھا. اس پر فشار قبر ہو رہا ہے آپ ملاحظہ فرمائیں پیغمبر ﷺ جیسے عظیم قدر و منزلت اخلاق کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ ہر وقت گھر میں بد اخلاقی کرنا ایک دوسرے سے درشتی کرنا گھریلو زندگی کو ختم کر دیتا ہے۔ اور گھر جہنم بن کر رہ جاتا ہے اور پھر اگر چھوٹے بچے بھی ہوں تو انکی زندگی پر برا اثر پڑتا ہے۔

لہذا میاں بیوی کو چاہئے کہ وہ خوش اسلوبی سے پیش آئیں اور خود کو دوسروں کیلئے اچھا نمونہ پیش کریں اور مسائل کو خندہ پیشانی سے حل کرنے کی کوشش کریں.

کفایت شعاری

گھریلو حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے کبھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور گھر میں تنگدستی کا ڈیرہ ہو تو کفایت شعاری کو ہی شعار بنانا چاہیے اور ہر ایک درآمد سب لوگوں کی ایک جیسی نہیں ہوا کرتی بیوی دوسرے لوگوں کے گھروں کو دیکھ کر نہ کہے کہ فلاں گھر میں ٹی وی ہے مجھے ٹی وی چاہیے فلاں گھر کا صحن ہے، اچھا گھر ہے، پرانے گھر کو دیکھ شوہر کو مجبور نہ کرے کہ وہ آدمی مقروض بن کر رہ جائے۔

رسول گرامی فرماتے ہیں: وہ بیوی کہ جو شوہر کو تنگ دست کرتی ہے. اور جس چیز کی وہ طاقت نہیں رکھتا ہے اس پر مجبور کرتی

ہے قیامت کے دن غضب خدا قرار پائے گی۔

اور قناعت و کفایت اسکا زیور ہے کہ جو انسان کو ہمیشہ ثروتمند اور آبرومند بناتا ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: کہ کفایت شعاری ثروت سے کئی گناہ بہتر ہے اور حضرتؑ فرماتے ہیں: کفایت شعاری ایسا سرمایہ ہے کہ جو کبھی کم نہیں ہوتا۔

اسکے علاوہ قرآن میں اسراف اور فضول خرچی کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔

خدا فرماتا ہے کہ میں اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور اسراف کرنے والے شیاطین کے دوست ہیں۔

راز داری

میاں بیوی ایک دوسرے کے اکثر کاموں میں راز دار ہیں اور ایک ایک دوسرے کے امانت دار ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ بیوی اپنے شوہر کے راز سے دوسروں کو آشنا کرے یا دوسروں کو اپنے راز بتائے بعض عورتوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے راز سے واقف ہونا چاہتی ہیں اور نا تجربہ کار اور تازہ شادی شدہ عورتوں کے سے راز لے کر دوسروں کو بتاتی ہیں اور پھر نا چاقی اور دوسری مشکلات میں بیوی پھنس کر رہ جاتی ہے اور کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔

لہذا بیوی شوہر کے راز و اسرار کی امانت دار ہے اور اسکی اجازت اور رضایت کے بغیر اسکا راز کسی سے نہ کہیں اور بعض شوہر بھی ہیں کہ اپنی بیویوں کو کوئی راز کی بات نہیں بتاتے اور بیوی شوہر کے راز سے واقف ہونے کیلئے اصرار کرتی ہے تو بیوی کو چاہیے کہ اسے مجبور نہ کرے اور ایک کہانی ہے:

کہ ایک شوہر نے اپنی بیوی کو آزمانے کیلئے ایک ذبح شدہ بکری کا سر ایک کپڑے، میں ڈال کر دے دیتا ہے کہ تم اسے چھپا لو اور کسی سے مت یہ راز کہنا کہ میں نے قتل کیا ہے اور دوسرے دن اچانک کوئی قتل ہو جاتا ہے اور بیوی اپنی سہیلیوں کو شوہر کے راز سے آگاہ کرتی ہے یہاں تک پولیس اسے لے جاتی ہے اور گواہوں یا شوہر کی باری پر اسکی بیوی بھی پیش ہوتی ہے اور شوہر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ وہ سر لے آؤ جب وہ لے آئی تو وہ بکری کا سر تھا پھر اس نے بتایا کہ بیوی کو آزمانے کیلئے یہ کام کیا بیوی شرمندہ ہوئی معافی مانگی لیکن اس نے اسے طلاق دے دی لہذا بیوی کو شوہر کے کاموں میں دخالت نہیں کرنی چاہیے اگر بیوی اس کے رازوں سے واقف ہو تو اتنا بڑا دل رکھے کہ اپنے شوہر کے راز دوسروں کو نہ بتائے۔

عیب جوئی

سب جانتے ہیں کہ کوئی انسان بے عیب نہیں کسی میں کوئی عیب ضرور ہوتا ہے لیکن جس میں عیب ہو اس کے سامنے عیب بیان کریں تو اسکو ناگوار گزرے گا لو عیب ہے لیکن چشم پوشی کریں خدا تعالی پوری کائنات کے حالات سے واقف ہے اور

وہ علام الغیوب ہے سب غایب و پنھان چیز کو جانتا ہے لیکن اسکے باوجود کسی کے عیب کی کسی کو خبر نہیں دیتا۔ بلکہ ایک اور نام ہے کہ خدا سب کے عیوب پر پردہ و حجاب قرار دیا ہے یعنی خدا ستار العیوب ہے سب کے عیوب کو چھپا ہوئے ہے۔

لہذا جب قادر مطلق ایک انسان کو دوسروں کے سامنے رسوا نہیں کرتا تو ہم کیوں ایک دوسرے کے عیوب پر کیچڑ اچھالتے ہیں خصوصا میاں بیوی کا رشتہ ہی ایسا ہے کہ سب عیب ایک دوسرے کے سامنے عیاں ہوتے ہیں اور اگر بیوی اپنے شوہر کے عیب سے لوگوں کو آگاہ کرے یا شوہر بیوی کے عیب بیان کرے تو واضح ہے کہ ناچاقی و کینہ، حسد اور بغض کا دروازہ کھل جائے گا محبت دشمنی میں بدل کر رہ جائے گی۔

رسول گرامی ﷺ فرماتے ہیں:

سب سے بڑھ کو جو بڑا عیب ہے وہ یہ ہے کہ دوسروں کے عیب کو انسان دیکھتا ہے اور اپنے عیب سے غافل ہے لہذا بیوی کو چاہئے کہ شوہر کے عیوب پر لوگوں کو آگاہ و واقف نہ ہو دے اسی طرح شوہر بھی بیوی کے عیب پر مطلع نہ ہونے دے بیوی اگر شوہر کے عیوب سے نالاں ہے تو خوش اسلوبی اور نیکی سے زندگی گزارے اور خیر خواہی و محبت سے ایک دوسرے کی اصلاح کو مدنظر رکھیں۔

شکریہ کرنا

انسان جب کسی سے نیکی کرتا ہے تو اس بات کی امید کرتا ہے کہ اسکا شکریہ ادا کیا جائے اور اسکے کام کی تعریف کی جائے اگر شوہر کوئی کام انجام جائے تو بیوی کو چاہیے کہ وہ اسکی تعریف کرے، شکریہ ادا کرے کیونکہ اگر اس کے کام پر اس کی دلجوئی نہ کرے گی تو پھر وہ اپنے کام میں سست پڑ جائے گا اور اسکی اگر حوصلہ افزائی نہ ہوئی تو وہ نا امید ہو کر رہ جائے گا مثلا ایک شوہر شب و روز اپنی بیوی اور بچوں کیلئے کماتا ہے زحمت کرتا ہے۔

ٹھیک ہے کہ اسکی یہ ذمہ داری ہے لیکن کوئی تو ہو جو اسکی دلجوئی کرے مثلا بیوی بیمار ہو تو وہ اس کا علاج کرے تو بیوی اسکا شکریہ کرے اسی طرح مسافرت پر جانے لگے واپسی پر اسکا شکریہ ادا کرے اگر کوئی باہر بیوی، بچوں کیلئے گیا واپسی پر اسکا شکریہ ادا کیا جائے نہ یہ کہ منہ بنا کر گھر کے ایک کونے میں بیوی جا کر گریہ کرے یا اس کو ستائے، تکلیف دے یا آرزو و اور توقع اس سے کہیں زیادہ کرے بلکہ کفایت شعاری اور قناعت کے ساتھ اس کا بھی شکریہ ادا کرے اور خدا کا بھی کہ اس نے محبت اس کے اندر پیدا کی اور اسے شوہر کے سامنے آبرومند اور باعزت بنایا ورنہ بہت سی بیویاں ہیں کہ جن کے شوہر مر گئے۔ یا زخمی ہوئے یا بیماری کے بستر پر پڑے ہیں یا طلاق دے دی اور بیوی ذلت کی زندگی گزار رہی ہے۔

لہذا گھر میں رہ کر بیوی اسکی قدر شناس ہو اور اسے محترم شمار کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت عشق سے پیش آئیں تا

کہ یہ گھر زندگی کے پر پیچ وخم میں کامیاب گھر بن سکے۔

حجاب اسلامی

قرآن کریم میں ہے کہ وہ عورتیں باعزت ہیں کہ جو اپنے شوہر کیلئے ابرومند اور باحجاب ہیں پردہ کرتی ہیں اور اپنی ناموس کی حفاظت کرتی ہیں مرد جب شادی کرتا ہے تو اسکی یہ توقع اور آرزو ہوا کرتی ہے اسکی بیوی اسی کے سامنے بن سنور کر رہے دوسروں کو اپنی زینت نہ دکھائے چونکہ خدا تعالی آدمی کو غیرت عطا کی ہے اور شوہر کے سامنے زینت کرے اور شوہر کی یہ بھی آرزو ہوتی ہے کہ اسکی بیوی دنیا میں عفت کی دیوی ہو لہذا بیوی کو چاہیے کہ پردے کی اہمیت کو اسلامی طریقہ سے اپنائے اور یہ چیز شوہر کے راضی ہونے کا باعث بنے گی۔اور عورت مناسب پردہ کرے اور شوہر کی نگاہ بھی، اسکے حق میں صحیح ہوگی۔

قرآن میں یہ کہ اگر باایمان عورتیں چاہتی ہیں کہ پاکیزہ اور باپردہ ہوں تو اپنی نگاہ کو نامحرم سے محفوظ کریں جس طرح مردوں کو حکم ہوا ہے کہ وہ اپنی نگاہ نامحرم عورتوں پر نہ کریں اسی طرح عورتوں پر بھی واجب ہے غالبا پیغمبر گرامی قدر ﷺ ایک دفعہ اپنے نابینا صحابی کو حضرت زہرا ؑ کے گھر لائے اور اجازت چاہی تو بی بی باپ کی خدمت میں عرض کیا کہ بابا میں نہیں چاہتی کہ میری نگاہ نامحرم پر پڑے حضرت نے فرمایا وہ نابینا ہے تو حضرت زہراء ؑ نے عرض کیا کہ بابا میں نابینا نہیں ہوں۔

درگذر۔گذشت

میاں بیوی جہاں پر ایک دوسرے کے زندگی میں شریک ہیں۔وہاں پر ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کریں۔ایک دوسرے کی خطاولغزش سے درگزر کریں تو اچھی زندگی گزار سکیں گے۔کیونکہ انسان خطا کار ہے غلطی ہوسکتی ہے ممکن ہے کبھی شوہر کو کسی بات پر غصہ آجائے تو بیوی درگزر کرے اسی طرح بیوی کو غصہ آجائے تو بشوہر درگزر سے کام لے۔کیونکہ جب ایک دوسرے سے غلطی ہو اور تحمل کریں تو طلاق کی نوبت تک بات نہیں پہنچے گی ورنہ وہ گھر خوشی کی بجائے غم ومصیبت میں بدل جائے گا۔فرض کریں کہ شوہر نے غلطی سے بیوی کی کسی بات یا کسی کام پر غصہ ہوا اور بیوی درگذر کرے اور شوہر کو پتہ چل جائے کہ وہ بے قصور ہے اسکی یہ غلطی نہ تھی میں اسے ہی اسکی ڈانٹ ڈپٹ کردی تو اپنی غلطی پر شرمندہ بھی ہوگا اور بیوی کو باوفا اور فدا کار سمجھنے لگے گا بر حال گھریلو حالات میں اس قسم کی مشکلات ہوا کرتی ہیں۔

سازگاری

گھریلو حالات میں سازگاری اور ایک دوسرے کی بات کو قبول کرنا، ماننا اور ایک دوسرے کے کام پر راضی ہونا ضروری ہے شوہر و بیوی اگر سازگاری سے کام نہ لیں تو گھر خوشیوں کا گھوارہ نہیں بن سکتا فرض کریں کہ شوہر ڈرائیور ہے یا کسان ہے یا کوئی ایسا شغل رکھتا ہے کہ جس سے بیوی کو زیادہ وقت نہیں دے سکتا اور بیوی ہر وقت اسے تکلیف دے کہ مجھے آپ کے پیشہ سے کوئی غرض نہیں ہر وقت میرے پاس رہے تو اس طرح زندگی میں مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا مثال کے طور پر ایک بیوی چاہتی ہے کہ میرا شوہر یہ پیشہ چھوڑ دے یا رات کو گھر واپس آجائے اور شوہر رات کو ڈیوٹی کرتا ہے تو اس طرح ناچاقی سے وہ گھریلو امور نہیں چل سکیں گے۔ یا فرض کریں بیوی چاہتی ہے کہ میرے شوہر کی تنخواہ زیادہ ہو اور شوہر پیسے والا ہو تو یہ کام اس کے بس کا نہیں کہ وہ جلدی پیسے والا بن جائے زحمت و محنت کرتا ہے۔

لیکن امیر بننا اس کے بس میں نہیں، کام کر رہا ہے شب و روز بیوی و بچوں کا حلال روزی سے پیٹ پال رہا ہے اگر بیوی اسکے ساتھ سازگار نہ رہی تو اسکا ہاتھ حرام مال کی طرف لپکے گا چوری کرے ڈاکے ڈالے گا۔ اور دوسرے دسیوں کام انجام دے تو اس سے کتنا نقصان ہے فرض کریں ایک بیوی اپنے شوہر کی کم تنخواہ پر راضی نہیں اور اسے زیادہ پیسے والی تنخوہ پر مجبور کرتی ہے اور وہ چوری کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور پکڑا جاتا ہے تو اس کو جب ایک سال جیل بھیجا جائے تو اسوقت بیوی راضی ہوگی اسکا شوہر اس سے ایک سال جدا رہے۔

لہذا بیوی کو چاہیے کہ سازگار بنے، کام کرنا، مزدوری کرنا عیب نہیں بلکہ بے کاری، چوری ڈاکے لگانا یہ عیب ہے حلال روزی کمانا عیب نہیں حرام روزی حاصل کرنا عیب اور گناہ ہے

بننا سنورنا

بعض عورتیں اپنے شوہر کے سامنے نہیں بنتیں سنورتیں شہر جارہی ہیں تو بن سنور کر جائیں گی ہزاروں میک اپ استعمال کریں گی حالانکہ یہ کام درست نہیں پیغمبر فرماتے ہیں: کہ ایک بیوی جب دوسروں کیلئے بن سنور کر گھر سے نکلتی ہے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں جب تک وہ گھر واپس نہیں آتی۔ بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے بنے سنورے کیونکہ اسکا شوہر خوبصورت اور زیباترین اور حسن و جمال کی دیوی دیکھنا چاہتا ہے اگر اسکی بیوی دوسروں کیلئے بنتی سنورتی ہو تو وہ بھی دوسری عورتوں کی طرف نگاہ کرے گا اور زیادہ ٹائم گھر سے باہر رہے۔

یا بعض شوہر ایسے ہیں کہ اپنی بیویوں ستاتے ہیں کہ تم بنتی سنورتی نہیں اور وہ اپنی سادگی کی وجہ سے مار کھا جاتی ہیں اور وہ طلاق دے کر دوسری شادی کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور ہر آئے دن بہانے بناتا ہے لہذا بیوی شوہر کے مزاج سے واقف ہو کہ شوہر کو خوش کر سکے کیونکہ شوہر کے دل کو موم کرنا آسان کام نہیں اس کیلئے مزاج سے واقف ہونا شرط ہے۔

تیمارداری

خدانہ کرے شوہر بیمار ہو جائے تو شوہر کی تیمارداری کرے اور اسکے علاج میں کوشش کرے اور اسکی بیماری میں شریک رہے ایسا نہ ہو کہ بستر بیماری پر چھوڑ کر دوسرے کاموں میں مصروف رہے اور اسکا دل اس سے نفرت پر آمادہ ہو جائے اور شوہر کی بیماری کے وقت زیادہ توجہ دے اور اسکی دلجوئی کرے کہ تم جلد ٹھیک ہو جاؤ گے نہ یہ کہ شوہر کے بیمار ہونے کی منتظر رہے کہ جوں ہی وہ بیمار ہو اور وہ میکے چلی جائے یا دوسرے رشتہ داروں کے گھر چلی جائے اس سے شوہر کی محبت نفرت میں بدل سکتی ہے۔

بر حال گھریلو حالات میں بیوی کو چاہیے کہ اپنے گھر کو گھر سمجھے نہ قید خانہ اور بچہ بیمار ہے تو شوہر کے حوالہ کر کے نہ سو جائے بلکہ اس کے ساتھ برابر کی شریک رہیا اور اس طرح شوہر کے والدین اور رشتہ دار کیونکہ میاں بیوی زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں دونوں میں طاقت وقوت برابر ہو دونوں ایک دوسرے کا ساتھ دیں وغیرہ۔

گھریلو کھانے

امور خانہ داری میں سے ایک یہ ہے کہ مختلف کھانے بیوی پکا سکتی ہو اور اسے یہ پتہ ہو کہ چاول کیسے پکائے جاتے ہیں گوشت و مرغ کیسے بنایا جاتا ہے۔رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: کہ بہترین عورتیں وہ ہیں کہ کھانا کو خوشبودار بنائیں اور کھانے پکانے کی ماہر ہوں۔

کیونکہ کھانے سے فقط پیٹ کو پر نہیں کیا جاتا بلکہ کھانا لذیذ ہو تو کھانے کو جی چاہتا ہے اور پھر کھانا انسان کے بدن کی تقویت اور اسکے سالم اور صحت مند بننے کیلئے ہے۔

لہذا بیوی کو چاہیے کہ وہ تمام کھانے پکانا جانتی ہو۔رسول خدا فرماتے ہیں کہ عورت جو بھی گھر کا کام کرتی ہے۔ خداتعالی اس پر لطف و کرم کی نگاہ فرماتا ہے۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی بہترین رسم ہے دلوں کو نزدیک اور صلہ رحمی کا طریقہ ہے اور ایک دوسرے کے کینوں کے دور ہونے کا باعث ہے۔

رسول خدا فرماتے ہیں کہ مہمان کا رزق خدا آسمان سے بھیجتا ہے۔

امام ؑ جواد ؑ فرماتے ہیں: کہ مہمان کے ساتھ اور دوستوں کے ساتھ بیٹھنا دل کو زندہ اور عقل کو زیادہ کرتا ہے۔

بیوی کو چاہیے کہ وقت پر کھانا آمادہ کرے اور مہمان اپنے پیٹ کو پر کرنے کیلئے نہیں آتا بلکہ وہ آپ کی مہمان نوازی کو دیکھنا

چاہتا ہے البتہ ایسا مہمان بھی نہ ہو کہ توقع سے زیادہ مہمان اور امیدوار ہو، بلکہ جو کچھ میزبان انجام دے اس سے راضی ہو اور دوسروں کے سامنے اسکی تعریف کرے اور تعریف کرنے کا باعث اسکی بیوی ہو گی۔

نظافت و پاکیزگی۔

نظافت و پاکیزگی کے بارے میں پیغمبر ﷺ نے فرمایا: النظافۃ من الایمان پاکیزگی ایمان ہے یا بعض روایات میں ہے کہ نصف ایمان ہے بیوی کو چاہیے کہ گھر کو پاکیزہ اور صاف رکھے اور اسے ایسا بنائے کہ شوہر کا دل اس میں بیٹھنے رہنے، سونے اور زندگی گزارنے کو جی چاہے کیونکہ شوہر کا گھر اسکی آبرو ہوا کرتی ہے کوئی آئے تو یہ نہ کہے کہ اسکی شاید بیوی نہیں ہے یا گھر میں کوئی ایسی عورت نہیں ہے کہ جو صفائی و ستھرائی کرے بیوی گھر میں ہو کہ گھر کو صاف ستھرا رکھے اور مکھیوں اور دوسرے موذی جانوروں سے بچائے اور گھریلو ماحول کو صاف و ستھرا رکھنا بیوی کا کام ہے ایسا نہ ہو کہ مہمان آنے سے پہلے شوہر مجبور ہو کہ ہاتھ میں جاڑو لے کر گھر کو صاف کرتا ہوا نظر آئے وغیرہ۔

چیزوں کو گھر میں منظم و مرتب رکھنا

بیوی کا کام ہے کہ گھریلو آشیاء کو منظم اور مرتب رکھے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی گھر آئے اور دیکھے کہ بستر یا رچائی کے نیچے گرا ہے اور برتن خراب کچن میں پڑے ہیں اور در و دیوار کثیف ہیں اور دوسری چیزیں بکھری پڑی ہیں بلکہ عورت گھر کو ایسا خوبصورت بنائے کہ ہر آدمی دیکھ کر تعریف کرے اور ضروری نہیں ہے کہ بیوی قیمتی چیزوں سے اسے خوبصورت اور زیبا بنائے بلکہ ہر چیز کو اسکی جگہ پر منظم اور مرتب رکھے اور صاف و ستھرا پاکیزہ گھر ہو کہ جس سے عنبر و کستوری کی مہک آئے۔

امور خانہ داری

گھریلو امور کا اکثر تعلق عورتوں سے ہے مثلاً صاف رکھنا ایک چھوٹا سا گھر بیوی ہی گھر میں بچوں کی تربیت اور دوسرے مسائل حل کرنے کیلئے گھر کے کام کاج کو نبھاتی ہے بچوں کی دیکھ بھال کرنا اور شوہر کو گھر کی ضروریات سے آگاہ کرنا یہ بیوی کا کام ہے۔

وہ عورتیں کہ جو گھر کے کام کو عار سمجھتی ہیں یا دلچسپی نہیں لیتیں تو گویا وہ گھریلو زندگی کے معنی سے واقف نہیں ایک بیوی کو چاہیے کہ وہ امور خانہ داری میں ماہر ہو کہ گھر کے امور کو کیسے چلانا چاہیے اور ایسی شریف بیوی ہو کہ شوہر کو گھریلو کام سے آزاد رکھتا کہ وہ باہر کے کام کر سکے بی بی زہرا سلام اللہ علیھا نے حضرت علی ؑ کا گھریلو امور کا احساس نہ ہونے دیا کہ

گھر میں کھانے کو کچھ ہے یا نہیں بچے بوکھے ہیں یا سیر بچوں کے کپڑے ہیں یا نہیں۔

بر حال بیوی ماں باپ کے گھر کی نسبت شوہر کے گھر کو اپنا گھر سمجھے بعض بیویاں ماں باپ کے گھر کی طرف زیادہ توجہ دیتی ہیں اور اپنے گھر کا پتہ نہیں یا شوہر کے گھر سے ماں باپ کے گھر مال ومتاع چرا نا فخر سمجھتی ہیں تو اسکا یہ معنی ہے کہ وہ امور خانہ داری سے واقف نہیں یا انکو اپنا گھر بنانے کا پتہ نہیں لہذا روایات اور بزرگوں کے اقوال سے اور تجربات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بیوی ایک چھونپڑی میں رہ کر اسکو محل بنا سکتی ہے جب گھریلو ماحول سے واقف اور امور خانہ داری سے آگاہ ہو ورنہ نہیں۔

گھر کا آمین

بیوی گھر میں ایک آمین ہے اور شوہر کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اسکی بیوی گھر میں اسکے مال اور گھریلو وسائل کی حفاظت کرے اور فضول خرچ اور گھر سے بے پرواہ نہ ہو اور گھریلو معاملات میں شوہر کے اموال اور وسائل کو اسکی اجازت کے بغیر دوسروں کے ہاتھ میں نہ دے

اسلام میں امانت داری کی بڑی تاکید کی گئی ہے جس طرح انسان کی زندگی ایک امانت ہے اسی طرح شوہر کا مال بھی بیوی کے پاس امانت ہے گھر میں اگرچہ بیوی بھی ایک مالک ہے لیکن شوہر کے مشورہ سے کسی کو کوئی چیز دے خدا تعالی ارشاد فرماتا ہے: ان اللہ یامرکم ان تو ذوالامانات الی اھلھا:۔ کہ خدا حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو انکے اہل کے حوالہ کرو۔

اور حضرت علی ؑ فرماتے ہیں: قل قتل علی بن ابی طالب ائتمنی علی امانۃ لا دیتھا الیہ۔ حضرت علی ؑ کا فرمان ہے: کہ اگر میرا قاتل میرے پاس کوئی امانت رکھے تو میں اسکی امانت اسکے وعدے پر واپس لوٹاؤنگا۔

امام ؑ صادق ؑ فرماتے ہیں: کہ اگر میرے باپ کا قاتل میرے پاس امانت رکھے تو میں اسکی امانت اسے واپس ادا کرونگا۔

بر حال کافی احادیث ہے کہ جو امانت کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں لہذا عورت گھر میں امین ہے اور محافظ ہے۔

شریک حیات کا حق

اما حق رعیتک بملک النکاح فان تعلم ان اللہ جعلھا سکنا ومستراحا وانسا وواقیۃ، وکذلک کل واحد منکما یجب ان تحمد اللہ علی صاحبہ، ویعلم ان ذلک نعمۃ منہ علیہ، ووجب ان یحسن صحبۃ نعمۃ اللہ ویکرمھا ویرفق بھا، وان کان حقک علیھا اغلظ وطاعتک بھا الزم فیما احببت وکرھت مالم تکن معصیۃ، فان لھا حق الرحمۃ والموانسۃ، وموضع السکون الیھا قضا اللذۃ التی لا بد من

قضائھا،وذلک عظیم،ولاقوۃالاباللہ۔

نکاح کے ذریعہ جوحق تمہارے اوپر مسلم ہوگیاوہ یہ ہے کہ تم یہ جان لوکہ اسے خدانے تمہارے لئے باعث سکون وآرام اور مونس وانیس اورنہگبان قرار دیا ہے اسی طرح تم دونوں پرفرض ہے کہ اپنے شریک حیات کے وجودپر خدا کاشکرادا کرواور یہ جان لوکہ یہ خدا کی نعمت ہے جواس نے عطا کی ہے اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی نعمت کی قدر کرواوراس کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔

اگرتمہاری شریک حیات پرتمہاراحق زیادہ سخت ہے اور جوتم پسند کرتے ہواور جوپسند نہیں کرتے اس میں اس پرتمہاری اطاعت زیادہ لازم ہے بس اس میں گناہ نہ ہولیکن اس کابھی تم پر یہ حق ہے کہ تم اس کے ساتھ نرمی ومحبت سے پیش آؤاور وہ بھی اس لذت اندوزی کے لیے تمہارے لئے مرکزسکون ہے کہ اس سے مفرنہیں ہے اور یہ بجائے خود بہت بڑا حق ہے ۔اور خدا کے علاوہ کوئی طاقتور نہیں ہے

مودت ومحبت

یہ بات مسلم ہے کہ شادی کارشتہ ایک محکم ومبارک رشتہ ہے کہ جس کومیاں بیوی عہدومعاہدے کے ذریعہ استوار کرتے ہیں اور یہ رشتہ ان کے آخری سانس تک باقی رہتا ہے وہ عمربھرایک دوسرے کے ساتھ مسرت ومحبت کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں اوراپنے وجود کے درخت سے مفیدوشیرین پھل بیٹے اور بیٹی کی تربیت کرکے معاشرہ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔واضح رہے کہ اس رشتہ میں اسی صورت میں استحکام ودوام پیدا کیاجاسکتا ہے کہ جب مردوعورت ان احکام سے واقف ہوں جن کواسلام نے حق کے عنوان سے متعارف کرایا ہے ورنہ یہ رشتہ کمزورہوجاتا ہے

امام ؑ زین العابدین ؑ نے جو پہلی خصوصیت بیان فرمائی ہے وہ آرام وسکون ہے خداوند عالم نے قرآن میں مرد وعورت کی خلقت اوران دونوں کے ایک ساتھ رہنے کواللہ کی آیت ونشانی کے عنوان سے بیان فرمایا ہے:

اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہاری شریک حیات کوپیدا کیا ہے تا کہ اس کے پاس تم آرام پاؤاوراس نے تمہارے درمیان محبت والفت قرار دی ہے بیشک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جوغوروفکر کرتے ہیں۔

خداوندمتعال نے آرام وسکون کے مسئلے کوسورہ اعراف میں بیان فرمایا ہے:

خداوہ ہے جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا ہے اوراس کی زوجہ کوبھی اس سے بنایا تا کہ وہ اس کے پاس آرام پائے۔

ان دونوں آیتوں میں آرام وسکون کوبیان کیا گیا ہے جو کہ خدا کی ایک عظیم عطا ہے یہ آرام جسمی بھی ہے اورروحی بھی اس

میں فردی پہلو بھی ہے اور اجتماعی بھی ہے۔

شادی نہ کرنے سے انسان کے بدن میں جو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا اسی طرح وہ نفسیاتی الجھنیں بھی ہیں کہ جن سے غیر شادی شدہ دوچار ہیں اجتماعی لحاظ سے غیر شادی شدہ افراد ذمہ داری کا احساس کم کرتے ہیں خود کشی بھی زیادہ تر غیر شادی شدہ لوگ ہی کرتے ہیں اور وہی ظلم و جرائم زیادہ کرتے ہیں۔ جو شادی کر لیتا ہے وہ اپنے اندر نئی شخصیت محسوس کرتا ہے اور ذمہ داری کا زیادہ احساس کرتا ہے۔

سکون و آرام کہ جس کو بہترین زندگی شمار کیا جاتا ہے۔ ان آیات میں مودت و رحمت بیان ہوئی ہے۔ درحقیقت یہ دونوں لفظ معاشرہ انسانی کی عمارت کو جوڑنے کا مصالح ہیں، مودت و رحمت میں بعض اعتبار سے فرق ہو سکتا ہے:

۱۔ کام کے آغاز میں مودت ارتباط کا محرک ہوتی ہے لیکن اختتام میں کہ جب ان دونوں میں سے ایک کمزور و ضعیف ہو جاتا ہے اس وقت اسے رحمت کی ضرورت ہوتی ہے مودت کی نہیں۔

۲۔ مودت بزرگوں کے لئے ہے وہ ایک دوسرے کی خدمت کر سکتے ہیں لیکن بچے رحمت کے سایہ میں پرورش پاتے ہیں۔

۳۔ مودت میں زیادہ تر بدلے کا پہلو ہوتا ہے لیکن رحمت یک طرفہ اور ایثار کے ساتھ ہوتی ہے۔ (تفسیر نمونہ ج ۱۶ ص ۳۹۳)

جس میاں بیوی کی زندگی سکون و آرام سے سرشار مودت و محبت سے ہمکنار اور لطف و رحمت سے مالا مال ہوتی ہے اس کی مثال غیر متزلزل عمارت کی سی ہے اس کے برخلاف ان چیزوں سے خالی زندگی مثال کمزور اور ویران عمارت کی سی ہے شادی اجتماعی زندگی کی پہلی کلاس اور حقوق کا سبق پڑھنے کا مدرسہ ہے۔ جو حقوق اسلام میں زن و شوہر کے لئے مقرر کئے گئے ہیں وہ دو قسم کے ہیں:

۱۔ قانونی حقوق

۲۔ اخلاق حقوق

۱۔ قانونی حقوق

عورت کا نفقہ، کھانا، خوراک، مسکن و رہائش اور لباس، شوہر کے ذمہ ہے اور اس کے عوض عورت کو شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہوگی۔ ان حقوق کی مثال ان مصالح کی سی ہے جو عمارت کو مضبوط بناتے ہیں۔

۲۔ اخلاقی حقوق: یہ وہ حقوق ہیں جن کی رعایت مرد کو بھی کرنا چاہیے اور عورت کو بھی لیکن اگر کسی ایک نے ان کی رعایت

نہ کی تو اس میں کوئی قانونی گرفت نہیں ہے ہاں زندگی کا مزہ ان کے انجام دینے ہی میں ہے، مثلاً محبت وخلوص اور ایک دوسرے کی خاطر داری کرنا۔

فطرت وتخلیق کے قانون نے مرد وعورت کو ایک دوسرے سے اچھی طرح قریب کرنے اور خاندان کے پایہ کو، جو کہ بشر کی سعادت کا اصلی ستون ہے، استوار کرنے کیے لئے ایک دوسرے کا نیازمند پیدا کیا ہے اگر مالی لحاظ سے مرد کو عورت کا سہارا قرار دیا ہے تو عورت کو مرد کے روحی سکون وآرام کا سہارا قرار دیا ہے۔ یہ دونوں مختلف ضرورتیں انہیں ایک دوسرے سے نزدیک کرتی ہیں۔ (نظام حقوق زن در اسلام ص ۲۲۲)

خاندان کے نظام کی سرپرستی

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا من اموالھم فالصالحات قانتات حافظات للغیب بما حفظ اللہ واللاتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجر وھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا. (نساء:۳۴)

مرد اس فضیلت کے سبب عورتوں کے وارث وسرپرست ہیں جو خدا نے بعض کو بعض پر عطا کی ہے اور پھر یہ کہ وہ اپنے اموال میں سے ان پر خرچ کرتے ہیں اور ان کی نیک وشریف عورتیں متواضع ہیں جو اپنے شوہروں کی عدم موجودگی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں لیکن وہ عورتیں کہ جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو، ان کو نصیحت کرو اگر نہ مانیں تو ان سے اپنا بستر الگ کرلو اگر اس کا بھی اثر نہ ہو تو مارو پھر اگر وہ تمہاری پیروی کریں تو ان پر ظلم نہ کرو بیشک خدا بلند اور بڑا ہے

-

واضح رہے کہ خاندان ایک چھوٹا معاشرہ ہے اس کو راہنما اور سرپرست کی ضرورت ہے مرد خاندان کا حاکم وسرپرست ہے اور عورت اسکی مددگار اور اس کے ماتحت ہے اور مرد کو یہ درجہ ان خصوصیات کی بنا پر دیا گیا ہے جو اس کے اندر موجود ہیں کیونکہ اس کی فکری صلاحیت اس کی احساسات ومحبت پر بھاری ہوتی جبکہ عورتوں میں یہ صلاحیت نہیں ہوتی اس کے اندر جسمانی طاقت زیادہ ہے جس سے زندگی کا نقشہ پیش کرسکتا ہے اور خاندان سے دفاع کرسکتا ہے اور بما فضل اللہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا من اموالھم۔

اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے لیکن یہ بات بھی محتاج بیان نہیں ہے کہ اس ذمہ داری کا مرد کے سپرد کرنا اسکی انسانی شخصیت کے بلند ہونے کی دلیل نہیں ہے اور نہ اس کی فوقیت کا سبب ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک معاون کی انسانی شخصیت مختلف پہلوؤں سے ایک افسر سے زیادہ ہوتی ہے لیکن حاکم کے ذمہ جو کام کیا گیا ہے اس کے لیے وہ معاون سے

زیادہ لائق ہے۔

مذکورہ آیت کی رو سے عورتوں کو دو دستوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔:ا۔ نیک و شریف؛ یہ خاندان کے نظام کی پابند ہیں، شوہر کی موجودگی ہی میں اس کے مال و ناموس اور اس کی شخصیت کی حفاظت نہیں کرتی ہیں بلکہ اس کی عدم موجودگی میں بھی حفاظت کرتی ہیں خدا نے ان کے لئے جو حقوق مقرر کئے ہیں اور جن کی طرف "بما حفظ اللہ" کے ذریعہ اشارہ کیا ہے وہ ان کی روشنی میں اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیتی ہیں۔

دوسرا دستہ؛ جو عورتیں اپنے فرائض کو پورا نہیں کرتی ہیں اور جن کے اندر نباہ نہ کرنے والے آثار نظر آتے ہیں۔ مردوں کو چاہئے کہ وہ پہلے دستہ کا احترام و اکرام کریں اور دوسرے دستہ کو نصیحت کریں اور ان سے علیحدگی اختیار کریں اور اگر ان پر اس کا کوئی اثر نہ ہو تو پھر ان پر اتنی تنبیہ کریں جتنی شریعت اسلامیہ میں بیان ہوئی ہے۔(تفسیر نمونہ ج ۳ص ۳۷۲)

اس آیت کو نقل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم اس بات کی طرف متوجہ ہو جائیں کہ عورت کے اخراجات کو قرآن مجید نے مرد کے ذمہ کیا ہے، امام ؑ زین العابدین ؑ بھی یہی وصیت فرماتے ہیں کہ عورت کی روٹی کپڑے کا خیال رکھو اور ان کے حقوق کی رعایت کرو بڑے فقہا نے بھی یہی فتوی دیا ہے کہ نفقہ واجب ہے:

اما نفقۃ الزوجۃ الدائمۃ فتجب علی الزوج وھی الطعام والکسوۃ والسکنی والفراش والغطاء وآلۃ التنظیف وسائر ما تحتاج الیہ بحسب حالھا بشرط ان تکون عندہ فاذا خرجت من عندہ، تارکۃ لہ من دون مسوغ شرعی لم تستحق النفقۃ، والمشھور ان وجوب النفقۃ مشروط بعدم النشوز۔(منھاج الصالحین ج ۲ص ۲۷۹)

دائمی زوجہ کا نفقہ، کھانا، کپڑا، مکان، فرش و بستر، پردہ، صفائی کے آلات اور وہ چیزیں جن کی عورت کو ضرورت ہوتی ہے، مرد پر واجب ہیں، بشرطیکہ وہ مرد کے گھر میں رہے اور اس کی مطیع ہو، بنابرایں اگر وہ کسی شرعی جواز کے بغیر گھر سے نکلے تو وہ نفقہ کی مستحق نہیں ہے۔اور مشہور فقہا ر نے یہ فتوی دیا ہے کہ نفقہ اس صورت میں واجب ہے کہ جب عورت فرمان بردار ہو۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ عورت کے حقوق دو قسم کے ہیں: ایک قانونی حقوق جو نفقہ سے عبارت ہیں اگر مرد نفقہ نہ دے تو عورت کو حق ہے کہ وہ قانونی چارہ کر کے مرد سے اپنا نفقہ لے دوسرے حقوق:

اخلاقی و انسانی ہیں کہ ان کا پاس و لحاظ رکھنا زندگی کی بقاء و دوام کا سبب ہوتا ہے اس حقوق کی رعایت کرنے سے جو سکون و اطمینان اور آرام و چین ملتا ہے اسے ہم یہاں سپرد قلم کر رہے ہیں:

رسول ﷺ فرماتے ہیں:

تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے خاندان والوں کے لئے بہترین ہے اور میں تمہارے درمیان اپنے خاندان والوں کے لئے سب سے بہتر ہوں۔

مرد کی شریک حیات اس کے گھر میں ایک اسیر کی مانند ہے اور خدا کے نزدیک بہترین بندے وہ ہیں جو اپنی شریک حیات کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔

امام ؑ محمد باقر ؑ، رسول ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل نے عورت کے بارے میں مجھ سے اتنی سفارش کی ہے کہ میں یہ سوچنے لگا: اس کو طلاق نہیں دی جا سکتی مگر یہ کہ وہ کھلم کھلا گناہ کا ارتکاب کرے۔

دوسری حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

جو اپنی عورت کی حرکتوں، خواہ اسکی ایک بات، کو برداشت کرتا ہے خدا اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے او جنت کو اس پر واجب کر دیتا ہے اور اس کے لئے دولاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے دولاکھ گناہوں کو محو کر دیتا ہے۔ اس کے دولاکھ درجات کو بلند کرتا ہے اور اس کے لئے اتنے سال کی عبادت لکھتا ہے کہ جتنے اس کے بدن پر بال ہیں۔

عورت کے حقوق کے بارے میں رسول ﷺ کی یہ حدیثیں بہترین دستور جو ہم تک پہنچے ہیں۔ مرد کا فریضہ ہے کہ وہ گھر میں اپنی بیوی کے ساتھ مودبانہ اور شائستہ برتاؤ کرے اور اس کے لغزشوں سے چشم پوشی کرے اس کی بدتمیزی پر صبر کرے تا کہ اسے وہ عظیم جزا مل جائے جو رسول ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ گھر میں کچھ ناچاقی ہوتی ہے کبھی مرد عورت کے اخلاق میں ہم آہنگی نہ ہونے کی وجہ سے کشمکش ہو جاتی ہے اور کبھی کوئی ایسا فعل سرزد ہو جاتا ہے کہ جس سے وہ ایک دوسرے سے مایوس ہو جاتے ہیں اور ان کے رمیان زیادہ فاصلہ ہو جاتا ہے کہ اگر وہ اس کی تلافی نہ کریں تو ممکن ہے کہ طلاق ہو جائے خصوصاً اس مرد وعوررت کے لئے کہ جنہوں نے ابھی زمانہ کے نشیب و فراز کو نہیں سمجھا ہے اور جوانی کی مستیوں میں چور ہیں، ان کو بہت جلد غصہ آتا ہے اور ایک دوسرے سے انتقام لینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ان اسباب کا سدباب کرنے کی خاطر اسلام نے مرد و عورت کو کچھ نصیحت کی ہیں اور انہیں ایک دوسرے کی لغزش سے چشم پوشی کرنے کی تاکید ہے اور انہیں ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کرنے کی وصیت کی ہے:

عمار بن اسحٰق نے امام ؑ صادق ؑ سے دریافت کیا کہ مرد پر عورت کا کیا حق ہے؟ فرمایا: اس کو شکم سیر کرے اس کو کپڑا پہنائیے اور اس کی نادانیوں سے چشم پوشی کرے۔ خلیل خدا حضرت ابراہیم نے سارہ کے اخلاق کی شکایت کی تو خدا نے

ان پر وحی نازل کی:

عورت پسلی یا خشک اور سوکھی لکڑی کی مانند ہے اگر اسے سیدھا کرنے کو شش کروگے تو ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر اس سے درگزر کروگے تو اس کے وجود سے لذت اندوز ہوگے۔

اہم ترین موضوع کہ جس کی طرف مرد کو زندگی میں متوجہ ہونا چاہئے یہ ہے :اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس کی بیوی اس کی شریک حیات ہے اس کے گھر میں اسیر نہیں ہے لہذا فقہی نقطۂ نگاہ سے مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو کام کرنے پر مجبور کرے اور اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اپنی شریک حیات کی مدد کرے ہمارے ائمہ معصومین ؑ نے ان لوگوں کا بہت ثواب بیان کیا ہے کہ جو اپنی عورتوں کی مدد کرتے ہیں اور ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:

شریک حیات کی مدد کی جزا

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؑ سے فرمایا:

اے ابوالحسن مجھ سے سنو کہ میں وہی کہتا ہوں جس کا مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے اور یہ کہ جو مرد بھی گھر میں اپنی عورت کی مدد کرتا ہے خدا اس کو اس کے بدن کے ایک ایک بال پر ایک سال کی نماز و روزہ کا ثواب دیتا ہے اور اسے صابروں، داؤد و یعقوب اور عیسی، جیسا ثواب عطا کرتا ہے۔

اس حدیث میں عورت کی مدد کی یہ تشویق اس بات کا سبب ہوتی ہے کہ مومن مرد اپنی شریک حیات کی مدد کرے اور اس پر حکمرانی کرنے سے پرہیز کرے۔

رسول ﷺ فرمایا:

اے علی! جو شخص گھر میں بیوی کی مدد کرتا ہے اور مدد کرنے سے کبیدہ خاطر نہیں ہوتا ہے خداوند عالم اس کا نام شہیدوں کی فہرست میں لکھتا ہے اور ہر شب و روز میں اسے ہزار شہیدوں کا ثواب عطا کرتا ہے اس کے ہر قدم پر ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب لکھتا ہے اور اس کے لیے جنت میں اتنی شہر بناتا ہے جتنی اس ے بدن میں رگیں ہیں۔

رسول ﷺ نے فرمایا:

اے علی ؑ! شریک حیات کی مدد کرنا بڑے گناہوں کا کفارہ ہے اور پروردگار کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور یہ جنت کی حوروں کا مہر بن جاتا ہے اور حسنات و درجات میں اضافہ کرتا ہے۔

سختی کرنے والے مردوں کی مذمت

رسول ﷺ نے فرمایا:

جو شخص بلا خطا اپنی زوجہ کو مارتا ہے قیامت کے دن میں اس کا دشمن ہونگا اپنی عورتوں کو مت مارو کیونکہ جو شخص ناحق اپنی بیوی کو مارتا ہے وہ خدا اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے۔

رسول ﷺ نے فرمایا:

اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے، جس کے پاس کافی مال و دولت ہو اور وہ اپنی بیوی پر جفا کرتا ہو اور اس کو تنگی میں زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتا ہو۔

شریک حیات کے لئے وسعت

امام زین العابدین ؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

خدا کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ خوشنود وہ ہے جو اپنی شریک حیات کے اخراجات کو فراخی کے ساتھ پورہ کرتا ہو۔

امام رضا ؑ فرماتے ہیں:

مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے عیال کو زندگی میں اتنی وسعت دے کہ جس سے وہ کسی وقت بھی مرنے کی تمنا نہ کریں۔

یہاں تک ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ مردوں کو چاہئے کہ وہ اپنی بیویوں پر مہربان رہیں، انہیں اذیت نہ دیں، رنجیدہ نہ کریں ان پر سختی نہ کریں بلکہ ان کی مدد کریں اب دیکھنا یہ ہے کہ مردوں کی ان خدمات کے عوض اسلام نے عورتوں کو کیا حکم دیا ہے اور زندگی کی میزان میں انہیں کیسا کردار ادا کرنا چاہئے۔

زوجہ کے حقوق

درحقیقت خاندان ایک چھوٹا معاشرہ ہے جو دو افراد یعنی میاں بیوی کے ذریعے قائم ہے اور معاشرہ لوگوں کی کثرت کا نام ہے جنکا ہدف ایک ہو۔

قرآن کریم نے انکے درمیان محبت و الفت کا ہدف اطمینان اور سکون کو قرار دیا ہے فرمایا ہے:

﴿ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة ورحمة ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون﴾

"اور اسکی آیات میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہارے نفوس سے تمہارے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے ساتھ سکون حاصل کر سکو اور تمہارے درمیان محبت و رحمت پیدا کر دی بیشک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کے لئے جو سوچتے

ہیں"۔(سورۂ روم ۲۱:۳۰)

اور یہ معاشرہ ایک ایسے عقد کے ذریعے وجود میں آتا ہے کہ جس میں نہایت واضح الفاظ کے ساتھ طرفین کی طرف سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ اس عقد کے مفہوم اور اسکے حقوق وفرائض کو قبول کرتے ہیں۔

اللہ عالی فرمایا ہے:

﴿فانکحوھن باذن اھلھن وآتوھن اجورھن بالمعروف محصنات غیر مسافحات﴾

"پس مالکوں کی اجازت سے لونڈیوں سے نکاح کرو اور انکا مہر حسن سلوک سے انہیں دے دو ان سے جو فت کے ساتھ تمہارے پابند رہیں کھلے عام زنا نہ کریں"۔(سورۃ النساء۴:۲۵)

اس اور دیگر آیات کی روشنی میں فقہا کے نزدیک باکرہ لڑکی کے لئے سرپرست کی اجازت شرط ہے تاکہ عورت کا شوہر کو اختیار کرنے کا حق محفوظ رہے اور یہ اجازت اسکی ہتک حرمت کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ ایک احتیاطی تدبیر ہے تاکہ لڑکی کسی شخص سے نفسیاتی طور پر متاثر ہو کر یا جذباتی لگاؤ کی وجہ سے شادی کرنے میں جلدی نہ کرے۔ اجازت کے بعد عورت کا دوسرا حق مہر ہے اور بیوی کو مہر دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ شوہر کی غلام بن گئی ہے بلکہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿وآتوا النساء صدقاتھن نحلۃ﴾

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی دے دو"(سورۃ النساء۴:۴) بیوی ایسی شریک حیات ہے جس نے مرد کے ساتھ حقوق وفرائض پر مبنی مشترک زندگی کا عہد کر رکھا ہے ﴿ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف......﴾ "اور عورتوں کے لئے شریعت کے مطابق اسکی مثل حق ہے جو ان پر ہے"(سورۃ بقرۃ ۲:۲۲۸)

عورت کے حقوق کے سلسلے میں قرآن کے اس واضح موقف کے باوجود بعض دشمنان قرآن اس بارے میں قرآن پر بعض ناروا اتہامات لگاتے ہیں۔

مثال کے طور پر کہتے ہیں قرآن نے عورت پر پردہ واجب کر کے اسکی آزادی کو محدود کر دیا ہے، گھر کی سرداری مرد کے ہاتھ میں دے دی ہے اور وراثت میں مرد کو عورت سے دوگنا حصہ دیا ہے یہ لوگ جو حقوق زن کے سلسلے میں مگر مچھ کے آنسو بہاتے ہیں در حقیقت قرآن کے آسمانی کتاب اور شریعت اسلامیہ کا منبع ہونے پر طعن کرتے ہیں اور اشاروں میں کہتے ہیں یہ کتاب مقدس فرسودہ ہو چکی ہے تو یہ اعتراضات تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور نظر آنے لگیں گے۔

لیکن اس کے لئے قرآن، اسکے طرز کلام اور عترت طاہرہ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے کہ جو قرآن کے حقیقی ترجمان ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ قرآن نے اس وقت عورت کوانسانی حق دیا جب اسے بہت ہی پست اور گھٹیا سمجھا جاتا تھا اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے جبکہ ادیان سماویہ کے علاوہ دیگر ادیان عورت کو ایک پست مادہ سے پیدا ہونے والی مخلوق سمجھتے تھے اور مرد کو اعلی عنصر سے پیدا ہونے والا، بعض لوگ تو یہاں تک کہنے لگے عورت پلید گی سے پیدا ہوتی ہے اور اس کا خالق، خالق شر ہے اور دور جاہلیت میں عرب عورت کو جانور سمجھتے تھے اور اسے انسانی صورت میں اسلئے پیدا کیا گیا تا کہ مرد کی خدمت کر سکے اور اسکی جنسی خواہشات کو پورا کر سکے۔

عورت پر مرد کے حقوق

حسن بن محبوب نے مالک بن عطیہ سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک عورت رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! عورت پر مرد کا کیا حق ہے؟ آپ نے جواب دیا:

اسے اپنے شوہر کی اطاعت کرنا چاہئے اس کی بات کی مخالفت نہیں کرنا چاہئے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے صدقہ نہیں دینا چاہئے اس کی اجازت کے بغیر مستحب روزہ نہیں رکھنا چاہئے خود کو اس کے اختیار میں دینا چاہئے اس کی خواہش کو پورا کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہئے خواہ وہ سواری ہو، اس کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر باہر نہیں جانا چاہیے اگر اس کی اجازت کے بغیر نکلے گی تو اس پر زمین وآسمان اور غضب ورحمت کے فرشتے لعنت کریں گے۔

عورت نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مردوں میں سے مرد پر کس کا حق زیادہ ہے؟ فرمایا:

اس کے ماں باپ کا، پھر سوال کیا عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ فرمایا: اس کے شوہر کا، عرض کی: کیا اس پر میرا بھی اتنا ہی حق ہے؟ جتنا اس کا میرے اوپر ہے؟ فرمایا: نہیں بلکہ ایک فیصد بھی نہیں اس نے کہا: اس خدا کی قسم کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، مرد ہرگز میرا مالک نہیں بن سکتا۔

رسول ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

عورت پر مرد کا حق یہ ہے کہ چراغ روشن کرے، کھانا پکائے جب شوہر کام سے واپس آئے تو دروازہ پر جا کر اس کا استقبال کرے اسے خوش آمدید کہے اس کے لئے طشت وتولیہ پیش کرے اس کے ہاتھ دھلوائے اور اسکی خواہش کو پورا کرنے میں دریغ نہ کرے مگر یہ کہ کوئی وجہ ہو۔

رسول ﷺ نے فرمایا: عورت اس وقت تک خدا کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ شوہر کا حق ادا نہیں کرے گی۔

امامؑ صادقؑ نے فرمایا: جو عورت رات میں سوئے اور اس کا شوہر اس سے ناراض ہو تو اس وقت تک اسکی نماز قبول نہیں

ہوتی جب تک کہ اس کا شوہر خوش نہ ہو جائے۔

عورتوں کا جہاد

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ آپ فرمایا:

خدا نے مرد اور عورت پر جہاد واجب کیا ہے مرد کا جہاد یہ ہے کہ وہ راہ خدا میں جان و مال کو قربان کرے یہاں تک کہ شہادت جیسے بلند مرتبہ پر پہنچ جائے اور عورت کا جہاد یہ ہے کہ وہ شوہر کی اذیت اور اس کی غیرت پر صبر کرے۔

اس حدیث میں امام محمد باقرؑ نے گھر کو محاذ جنگ اور عورتوں کو فوج قرار دیا ہے اور صبر کو اس جنگ کا اہم ترین اسلحہ شمار کیا ہے اور مرد کی اذیت وایذا رسانی نیزہ وشمشیر ہے جو عورت پر پڑتی ہے عورت اس محاذ سے فرار نہیں کر سکتی۔

بلکہ اسے صبر و ثابت قدمی سے اس کا مقابلہ کرتے رہنا چاہئے یہاں تک کہ زندگی کو بہترین نتیجہ پر ختم کردے بہت سی عورتیں نا تجربہ کاری اور عدم تربیت کی وجہ سے شکست کھا جاتی ہیں وہ شوہر کا گھر چھوڑ دیتی ہیں، اور اپنی اولاد کو ماں کی محبت وشفقت سے محروم کر دیتی ہیں اور ہمیشہ کے لئے اپنی اور شوہر واولاد کی زندگی کو مکدر بنا دیتی ہیں۔

ان کے برخلاف صبر کرنے والی عورتیں اپنی زندگی کی کشتی کو شوہر کے غیظ وغضب کی بپھری ہوئی موجوں سے نکال کر ساحل مراد تک پہنچا دیتی ہیں خود بھی کامیاب ہو جاتی ہیں اور بچوں کی عاقبت بھی سنوار دیتی ہیں۔

امام صادقؑ نے شوہر کے علاوہ دوسروں کے لئے زینت وسنگھار کرنے سے منع کیا ہے فرماتے ہیں:

جو عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے لئے خوشبو لگاتی ہے اسکی نماز قبول نہیں ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس خوشبو کو اس طرح دھووے جس طرح وہ غسل جنابت کرتی ہے۔

اپنے شوہر کی قدر نہ کرنے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

جو عورت اپنے شوہر سے یہ کہتی ہے کہ مجھے تمہاری طرف سے ہرگز کوئی خوشی نہیں ملی، اس کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

اگر اسلامی معاشرہ کے مرد وعورت ان باتوں پر عمل کریں گے تو یقیناً وہ کامیاب اور اچھی زندگی بسر کریں گے مرد وعورت کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

روزہ کی رات میں عورتوں سے ہمبستری کرنے کو تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو (دونوں ایک دوسرے کی زینت ہو اور ایک دوسرے کی حفاظت کرنے والے ہو) یہ کتنا پیارا جملہ ہے کہ مرد وعورت ایک دوسرے کے لئے لباس کی مانند ہیں جس طرح بدن کو چھپانے اور اسے سردی وگرمی سے بچانے اور زینت کے لئے لباس ہوتا ہے اور اسی طرح ایک دوسرے کے لئے میاں بیوی بھی زینت ہوتے ہیں۔

وہ بھی ایک دوسرے کے عیوب کو چھپاتے ہیں اور ایک دوسرے کو آرام وسکون بخشتے ہیں یہ لباس ان کی زندگی کے ہر پہلو کو ڈھانک لیتا ہے میاں بیوی کا فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کے عیوب اور خامیوں کو چھپائیں اور ایک دوسرے کی بد اخلاقی و بدتمیزی کو دوسروں سے نہ بیان کریں اپنی اندرونی زندگی کا راز فاش نہ کریں ایک دوسرے کا احترام کریں اور ایک دورے پر تہمت نہ لگائیں کہ دونوں برباد ہو جائیں گے ایک دوسرے کی باتوں کو برداشت کریں تا کہ خدا انہیں وہ عظیم اجر عطا کرے جس کا اس نے وعدہ کیا ہے۔

جیسا کہ امام ؑ زین العابدین ؑ نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے بڑی نعمت ہیں جس کا انہیں شکر ادا کرنا چاہئے زندگی کی خوشیوں اور تلخیوں کو آپس میں تقسیم کرلینا چاہیے فراخ دلی سے کام لینا چاہئے تا کہ ان کی اولاد بہترین و بلند مرتبہ انسان بن جائے شوہر کا فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی پر اپنی محبت کو آشکار کرے بالکل اسی طرح جیسا کہ اس روایت میں بیان ہوا ہے:

مرد کی یہ بات عورت کے دل سے کبھی نہیں نکلتی کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اس سے وہ بھی مرد سے محبت کرتی ہے اور سختیوں میں وہ اس کی مدد کرتی ہے۔

مرد اور عورت کے حقوق

جس طرح مرد تمام حالات میں دخالت کا حق رکھتا ہے اسی طرح اسلام میں عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے جس طرح مرد کو برائی سے بچنا چاہیے اسی طرح عورت کو بھی برائی سے بچنا چاہیے عورتوں کو عیاش جوانوں کے ہاتھ کھلونا نہیں بننا چاہیے عورتوں کو اپنا مرتبہ نہیں گرانا چاہیے اور خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ وہ بن سنور کر باہر نکلیں اور برے لوگوں کی نظروں میں سما جائیں عورتوں کو چاہیے کہ وہ دائرہ انسانیت میں رہیں عورتوں کو تقوی اختیار کرنا چاہیے عورتیں شرافت کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں جس طرح مردوں کو اختیار حاصل ہے عورتوں کو بھی اختیار حاصل ہے خدا نے آپ کو باعزت پیدا کیا آزاد پیدا کیا (تفسیر نور ج ۱۱ ص ۲۵۴)

اسلامی نظام میں عورت ایک انسان کے عنوان سے معاشرے کی تعمیر میں بھرپور حصہ لے سکتی ہے لیکن ایک مال کے عنوان سے نہیں اسے نہ تو خود یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس حد تک گرائے اور نہ مردوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان کے بارے میں اس طرح سوچ رکھیں اور وہ چیز جو تفریح کے عنوان سے پہنچائی جاتی ہے اسلام ہر اس چیز کی مخالفت کرتا ہے جو اس کو خود سے بے خود اور اپنے آپ سے بیگانہ کردیتی ہے جیسے شراب نوشی اور میگساری اسلام میں ممنوع ہے اور وہ فلمیں بھی ممنوع ہیں کہ جو انسان کی اخلاقی بلندیوں کو بگاڑ دیتی ہیں (صحیفہ نور ج ۳ ص ۹۲)

عورت اور تعلیم

عورت کی گود تربیت گاہ ہے تعلیم کا حق مرد اور عورت کو یکساں ہے کہ جس طرح رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے
بفریضۃ العلم لکل مسلم ومسلمۃ تعلیم اور تربیت ایسی عبادت ہے جس کی طرف ہمیں خدا نے بلایا ہے علم کے میدان میں
کوشش کریں عمل کے میدان میں بھی تھذیب اخلاق کے سلسلے میں بھی جس طرح صرف علم کا کوئی فائدہ نہیں اسی طرح
اندھی اخلاقی تھذیب کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا علم اور تھذیب نفس انسانی کو انسانیت کے مرتب تک پہنچاتے ہیں چونکہ
عالم علوم عموی طور پر اور اسلامی علوم خصوصی طور پر کسی خاص گروہ سے خاص نہیں ہیں۔

اسلامی پردہ

اسلام میں عورت کیلئے پردہ ضروری ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ چادر ہی ہو بلکہ عورت کا پردہ اس کا لباس ہے وہ اس کو اختیار
کرسکتی ہے جو اس کے حجاب کے شرائط کو پورا کرتا ہو پردے کا جو معنی ہمارے درمیان رائج ہے کہ جس کا نام اسلامی پردہ
ہے یہ پردہ آزادی کے برخلاف نہیں ہے اسلام اس چیز کا مخالف ہے جو عفت کے خلاف ہے (نور ج ۲۲ ص ۶۱
خاندانی زندگی میں بیوی اور شوہر کی ذمہ داریاں شریعت کے احکام ایسے مختلف قوانین اور احکامات پر مشتمل ہیں کہ جن
سے ایک کلی معاشرتی نظام وجود میں آتا ہے اس نظام میں ہر انسانی ضرورت کا خیال رکھنا یہاں سے لے کر جنگ و صلح
تک نکاح انجام یا اپنے سے پہلے کے احکام اور انعقاد نطفہ ہے تک کے متعلق قانون موجود ہے اسلام حکم دیتا ہے کہ نکاح
کس طرح کیا جائے اس وقت یا انعقاد نطفہ کے وقت انکی غذا کیا ہونی چاہیے بچے کے دودھ پلانے کے ایام میں ماں
اور باپ کی کیا ذمہ داریاں ہیں بچے کی کس طرح تربیت کرنا چاہیے میاں اور بیوی کا ایک دوسرے سے اور اپنے بچوں
سے سلوک کیا ہونا چاہیے؟

اسلام نے انسان کی پیدائش سے پہلے اس کی فردی زندگی کی بنیاد رکھ دی ہے جس وقت وہ عائلی زندگی بسر کرتا ہے اس کی
عائلی زندگی کی بنیاد رکھ دی ہے اور ذمہ داری کا تعین کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ تعلیم کے میدان میں آتا ہے اسوقت تک کہ
جب وہ معاشرہ میں آتا ہے اس وقت کیلئے کہ جب وہ باقی اقوام اور ملتوں سے تعلقات استوار کرتا ہے۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو سب کیلئے ہے یعنی یہ اس لئے آیا ہے کہ تمام انسانوں کو اس طرح بنا دے جس طرح وہ چاہتا
ہے ایک عادلانہ صورت میں انہیں لے آئے اس حالت میں لے آئے کہ ایک انسان دوسرے پر ذرہ برابر ایک سوئی کے
برابر بھی زیادتی نہ کرسکے بیوی اپنے شوہر پر شوہر اپنی بیوی پر زیادتی نہ کرے ایک انسان اپنے بچوں پر ظلم و زیادتی نہ
کرے بچے اپنے ماں باپ پر ظلم و زیادتی نہ کریں اسلام انسان کو ایک مکمل انسان بنانا چاہتا ہے جس کو سوچنے کے انداز

بیوی

عورت کا مقام بیوی کے روپ میں۔

خدا تعالی نے تمام عالم کی تمام چیزوں میں اپنی اپنی جنس کی بقاء کا جذبہ پیدا کیا ہے اور اس کیلئے ایک جنس مخالف کو پیدا کیا ان میں ایک دوسرے کیلئے ایسی کشش و جاذبیت کا سامان فراہم کیا کہ ان کے تعاون اور اتحاد میں ہر جنس کی حیات کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔

کائنات کی ان تمام رنگینیوں اور چھل پہل کو قائم رکھنے کیلئے ہر جاندار اور بے جان جوڑے بنائے تا کہ ان کی بقا کا سلسلہ جاری رہے مثلاً دن رات، چاند و سورج، زمیں و آسمان، سردی و گرامی، محبت دشمنی و بیماری، رنج و خوشی، امیر و غریب، زندگی و موت، محبت و نفرت اور نر و مادہ وغیرہ اسی طرح اللہ تعالی نے انسان کو بھی دو مختلف مرد و عورت کے وجود میں پیدا کیا تا کہ اس عالم کی چھل پہل زوجیت (عورت کا بیوی کے روپ میں) پر جاری رہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

دنیا زندگی گزارنے کا سامان ہے اور اسکا بہترین سامان نیک بیوی ہے اور دنیا کی قیمتی چیز نیک بیوی ہے، عورت کے سینے میں محبت و ہمدردی، غمگساری اور رحم دلی کے جذبات موجزن رہتے ہیں۔

اسلام نے عورت سے محبت اور حسن سلوک کو عبادت اور خدا ترسی کی دلیل قرار دیا ہے. عورت انسان ساز ہے۔ مرد کا وجود عورت کے وجود سے قائم ہے۔ عورت مرد کی تخلیق و تعمیر کا کام کرتی ہے۔ عورت شبنم بھی ہے اور شعلہ بھی عورت موم بھی ہے اور پتھر بھی۔ عورت زندگی کی تلخیوں کو مسکراہٹوں میں تبدیل کر سکتی ہے۔ عورت مرد کی معاون و مددگار ہے اور مشیر کا رہبھی عورت کی گود انسان کی پہلی تربیت گاہ ہے۔

عورت محافظ مذہب اور محافظ ایمان و اخلاق ہے۔ عورت شرم و حیا کی تصویر اور عفت و عصمت کی دیوی ہے۔ عورت بقاء انسانی کی ضامن ہے۔ عورت خلوت کی انیس۔ شب و تنہائی کی رفیق اور دل کا سرور ہے. عورت مرد کے دامن زندگی کو خوشیوں اور مسرتوں کے پھولوں سے بھر دیتی ہے عورت ہی ہے کہ جس نے کائنات عالم کی تصویر میں رنگ بھر کر اسے زیادہ پر کشش اور دلچسب بنادیا ہے.

عورت ہی ہے کہ جس نے مرد کے احساسات لذت کو پر مسرت بنادیا ہے عورت ہی ہے کہ جس نے مرد کے جذبات کو سوز و حرکت عطا کیا ہے۔

قائد اعظم مرحوم محمد علی جناح نے فرمایا ہے:

دنیا میں دو طاقتیں ہیں ایک قلم دوسرا خنجر لیکن عورت ان دونوں طاقتوں سے مضبوط ہے۔

حکیم جالینوس کہتا ہے:

عورت ایک آسمانی نور ہے کہ جس سے کائنات روشن ہے مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت دو طریقوں سے ہوتی ہے۔

ایک سماجی اواجتماعی زندگی کیلئے اجتماعی و معاشرتی اعتبار سے دوسرا ازدواج زندگی کیلئے جنسی تقاضوں کے اعبار سے۔

اجتماعی زندگی میں معاشرتی ضرورت یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں مرد اور عورت دونوں معاشرے کی ترقی اور تعمیر میں سرگرم عمل رہیں اور دونوں کی نفسیاتی اواز دواجی زندگی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے فطری تقاضے ایک دوسرے کے دامن محبت کے ملاپ سے بقاء نسل کے مقصد کی تکمیل کریں۔

کیونکہ مرد کی زندگی میں کچھ ایسی تشنگی رہتی ہے جس کی آسودگی اور دلجوئی کا سامان عورت ہی کرسکتی ہے اور خود عورت بھی اپنی زندگی میں ایسی کمی محسوس کرتی ہے جس کی تکمیل بغیر مرد ناممکن ہے اس لئے دونوں کو اپنے مقاصد کے حصول کیلئے ایک گھر کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی گھر بنیاد معاشرہ کی پہلی اینٹ ہے۔

علامہ اقبال ؒ نے فرمایا ہے:

وجوذ ن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ۔ عورت ہی سے انسان کی زندگی میں رنگینی پیدا ہوتی ہے۔

قرآنی تعلیمات نے عورت کی عفت و عصمت کے تحفظ اور اسکی عزت و عظمت کو اجاگر کرنے کیلئے مرد اور عورت کو نکاح کے مقدس رشتہ میں منسلک کر کے ان کی ازدواجی اور معاشی زندگی کو خوشگوار اور پرسکون بنانے کیلئے عدل و انصاف پر مبنی عورت و مرد کے مساویانہ حقوق و فرائض مرتب کئے۔

پردہ کے احکام

قرآن مجید کی جن آیات میں پردہ کے احکام بیان ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(النور : ۳۰۔۳۱)

اے نبی! مومن سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا طریقہ ہے۔

یقیناً اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اور مومن عورتوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس زینت کے جو خود ظاہر ہو جائے۔ اور وہ اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل

مارلیا کریں۔اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، خسر، بیٹے، سوتیلے بیٹے۔ بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنی عورتیں، اپنے غلام، وہ مرد خدمتگار جو عورتوں سے کچھ مطلب نہیں رکھتے۔ وہ لڑکے جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے آگاہ نہیں ہوئے ہیں۔ (نیز ان کو حکم دو کہ) وہ چلتے وقت اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہے (آواز کے ذریعہ) اس کا اظہار ہو۔

(الاحزاب: ۳۲-۳۳)

اے نبی کی بیبیو! تم کچھ عام عورتوں کی طرح تو ہو نہیں۔ اگر تمھیں پرہیز گاری منظور ہے تو نرم زبان سے بات نہ کرو۔ کہ جس شخص کے دل میں کوئی خرابی ہے وہ تم سے کچھ توقعات وابستہ کر بیٹھے۔ بات سیدھی سادھی طرح کرو اور اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو اور اگلے زمانۂ جاہلیت کے سے بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو۔ (الاحزاب: ۵۹)

اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھر نگھٹ ڈال لیا کریں۔ اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پہچانی جائیں گی اور ان کو ستایا نہ جائے گا۔

ان آیات پر غور کیجیے۔ مردوں کو تو صرف اتنی تاکید کی گئی ہے کہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور فواحش سے اپنے اخلاق کی حفاظت کریں۔ مگر عورتوں کو مردوں کی طرح ان دونوں چیزوں کا حکم بھی دیا گیا ہے اور پھر معاشرت اور برتاؤ کے بارے میں چند مزید ہدایتیں بھی دی گئی ہیں۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ان کے اخلاق کے حفاظت کے لیے صرف غض بصر اور حفظ فروج کی کوشش ہی کافی نہیں ہے بلکہ کچھ اور ضوابط کی بھی ضرورت ہے۔

اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ ان مجمل ہدایت کو نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے اسلامی معاشرت میں کس طرح نافذ کیا ہے، اور ان کے اقوال اور اعمال سے ان ہدایات کی معنوی اور عملی تفصیلات پر کیا روشنی پڑتی ہے۔

غض بصر

اسلام میں جو پہلا حکم مردوں اور عورتوں کو دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ غض بصر کرو۔ عموماً اس لفظ کا ترجمہ نظریں نیچی رکھو۔ یا نگاہیں پست رکھو کیا جاتا ہے مگر اس سے پورا مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ حکم الٰہی کا اصل مقصد یہ نہیں ہے کہ لوگ ہر وقت نیچے ہی دیکھتے رہیں اور کبھی اوپر نظر ہی نہ اٹھائیں۔ مدعا در اصل یہ ہے کہ اس چیز سے پرہیز کرو جس کو حدیث میں آنکھوں کا زنا کہا گیا ہے۔ اجنبی عورتوں کے حسن اور ان کی زینت کی دید سے لذت اندوز ہونا مردوں کے لیے اور اجنبی مردوں کو مطمح نظر بنانا عورتوں کے لیے فتنے کا موجب ہے۔ فساد کی ابتدا طبعاً وعادتاً یہیں سے ہوتی ہے اس لیے سب سے پہلے اسی دروازے کو بند کیا گیا ہے اور یہی غض بصر کی مراد ہے۔ اردو زبان میں ہم اس لفظ کا مفہوم نظر بچانے سے بخوبی ادا کر

سکتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ جب انسان آنکھیں کھول کر دنیا میں رہے گا تو سب ہی چیزوں پر اس کی نظر پڑے گی۔ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کو اور کوئی عورت کسی مرد کو کبھی دیکھے ہی نہیں۔ اس لیے شارع نے فرمایا کہ اچانک نظر پڑ جائے تو معاف ہے، البتہ جو چیز ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ ایک نگاہ میں جہاں تم کو حسن محسوس ہو وہاں دوبارہ نظر نہ دوڑاؤ اور اس کو گھورنے کی کوشش نہ کرو۔

(ابوداؤد باب ما یومر بہ من غض البصر)

حضرت جریر کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ نظر پھیر لو

(حوالہ مذکور)

حضرت بریدہ کی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو۔ پہلی نظر تمہیں معاف ہے مگر دوسری نظر کی اجازت نہیں۔

(حوالہ مذکور)

نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی اجنبی عورت کے محاسن پر شہوت کی نظر ڈالے گا قیامت کے روز اس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

اظہار زینت کی ممانعت اور اس کے حدود

غض بصر کا حکم عورت اور مردوں کے لیے تھا۔ اس کے چند احکام خاص عورتوں کے لیے ہیں ان میں سے پہلا حکم یہ ہے کہ ایک محدود دائرے کے باہر اپنی زینت کے اظہار سے پرہیز کرو۔

اس حکم کے مقاصد اور اس کی تفصیلات پر غور کرنے سے پہلے ان احکام کو پھر ایک مرتبہ ذہن نشین کر لیجیے جو اس سے پہلے لباس اور ستر کے باب میں بیان ہو چکے ہیں۔ چہرے اور ہاتھوں کے سوا عورت کا پورا جسم ستر ہے جن کو باپ، چچا، بھائی اور بیٹے تک کے سامنے کھولنا جائز نہیں۔ حتیٰ کہ عورت پر بھی عورت کے ستر کا کھلنا مکروہ ہے۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھنے کے بعد اظہار زینت کے حدود ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ عورت کو اجازت دی گئی ہے کہ اپنی زینت کو ان رشتہ داروں کے سامنے ظاہر کرے۔ شوہر، باپ، خسر، بیٹے، سوتیلے بیٹے، بھائی، بھتیجے، اور بھانجے۔

۲۔اس کو یہ بھی اجازت دی گئی ہے کہ اپنے غلاموں کے سامنے اظہار زینت کرے (نہ کہ دوسروں کے غلاموں کے سامنے)

۳۔وہ ایسے مردوں کے سامنے بھی زینت کے ساتھ آسکتی ہے جو تابع یعنی زیردست اور ماتحت ہوں اور عورتوں کی طرف میلان ورغبت رکھنے والے مردوں میں سے نہ ہوں۔

۴۔عورت ایسے بچوں کے سامنے بھی اظہاز زینت کرسکتی ہے جن میں ابھی صنفی احساسات پیدا نہ ہوں۔قرآن میں اذا الطفل الذین لم یظہر واعلیٰ عورات النساءفرمایا گیا ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ایسے بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ نہ ہوئے ہوں۔

۵۔اپنے میل جول کی عورتوں کے سامنے بھی عورت کا زینب کے ساتھ آنا جائز ہے۔قرآن میں النسا (عورتوں) کے الفاظ نہیں کہے گئے بلکہ نسآئھن (اپنی عورتوں) کے الفاظ کہے گئے ہیں۔اس سے ظاہر ہوا کہ شریف عورتیں، یا اپنے کنبے یا رشتے، یا اپنے طبقے کی عورتیں مراد ہیں۔ان کے ماسوا غیر عورتیں، جن میں ہر قسم کی مجہول الحال، اور مشتبہ چال چلن والیاں، اور آوارہ وبدنام سب ہی شامل ہوتی ہیں، اس اجازت سے خارج ہیں۔

کیونکہ وہ بھی فتنہ کا سبب بن سکتی ہیں۔اسی بنا پر جب شام کے علاقہ میں مسلمان گئے اوران کی خواتین وہاں کی نصرانی اور یہودی عورتوں کے ساتھ بے تکلف ملنے لگیں تو حضرت نے امیر شام حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو لکھا کہ مسلمان عورتوں کو اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ حماموں میں جانے سے منع کردو۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تصریح کی ہے کہ مسلمان عورت کفار اور واہل ذمہ کی عورتوں کے سامنے اُس سے زیادہ ظاہر نہیں کرسکتی جو اجنبی مردوں کو ایسی عورتوں کے اثرات سے بچانا مقصود تھا جن کے اخلاق اور تہذیب کا صحیح حال معلوم نہ ہو، یا جس حد تک معلوم نہ ہو وہ اسلامی نقطۂ نظر سے قابل اعتراض ہو۔رہیں وہ غیر مسلم عورتیں جو شریف اور باحیا اور نیک خصلت ہوں تو وہ نسآئھن ہی میں شمار ہوں گی

۔

ان حدود پر غور کرنے سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

ایک یہ کہ جس زینت کے اظہار کی اجازت اس محدود حلقہ میں دی گئی ہے وہ ستر عورت کے ماسوا ہے۔اس سے مراد زیور پہننا، اچھے ملبوسات سے آراستہ ہونا، سرمہ اور حنا اور آرائش اور اور دوسری وہ آرائیشیں ہیں جو عورتیں اپنی سرنوشت کے اقتضاء سے اپنے گھر میں کرنے کی عادی ہوتی ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس قسم کی آرائشوں کے اظہار کی اجازت یا تو ان مردوں کے سامنے دی گئی ہے جن کو ابدی حرمت نے

عورتوں کے لیے حرام کر دیا ہے، یا ان لوگوں کے سامنے جن کے اندر صنفی میلانات نہیں ہیں، یا ان کے سامنے جو فتنے کا سبب نہ بن سکتے ہوں۔ چنانچہ عورتوں کے لیے نسائھن کی قید ہے۔ تابعین کے لیے غیر اولی الاربۃ کی، اور بچوں کی لیے لم یظھر وا علی عورات النساء کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شارع کا منشاء عورتوں کے اظہار زینت کو ایسے حلقہ میں محدود کرنا ہے جن میں ان ک حسن اور ان کی آرائش سے کسی قسم کے ناجائز جذبات پیدا ہونے اور صنفی انتشارات کے اسباب فراہم ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہے۔

اس حلقے کے باہر جتنے مرد ہیں ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ ان کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کرو، بلکہ چلنے میں پاؤں بھی اس طرح نہ مارو کہ چھپی ہوئی زینت کا حال آواز سے ظاہر ہو اور اس ذریعہ سے تو جہات تمہاری طرف منعطف ہوں۔ اس فرمان میں جس زینت کو اجانب سے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے یہ وہی زینت ہے جس کو ظاہر کرنے کی اجازت اوپر کے محدود حلقہ میں دی گئی ہے مقصود بالکل واضح ہے۔ عورتیں اگر بن ٹھن کر ایسے لوگوں کے سامنے آئیں گی جو صنفی خواہشات رکھتے ہیں اور جن کے داعیات نفس کو ابدی حرمت نے پاکیزہ اور معصوم جذبات سے مبدل بھی نہیں کیا ہے، تو لامحالہ اس کے اثرات وہی ہوں گے جو مقتضائے بشریت ہیں۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ ایسے اظہار زینت سے ہر عورت فاحشہ ہی ہو کر رہے گی اور ہر مرد بالفعل بدکار ہی بن کر رہے گا۔

مگر اس سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا زینت و آرائش کے ساتھ عورتوں کے علانیہ پھرنے اور محفلوں میں شریک ہونے سے بے شمار جلی اور خفی ،نفسانی ،اور مادی نقصانات رونما ہوتے ہیں آج یورپ اور امریکہ کی عورتیں اپنی اور اپنے شوہروں کی آمدنی کا بیشتر حصہ اپنی آرائش پر خرچ کر رہی ہیں اور روز بروز ان کا یہ خرچ اتنا بڑھتا چلا جا رہا ہے کہ ان کے معاشی وسائل اس کے تحمل کی قوت نہیں رکھتے۔ کیا یہ جنون انہی پر شوق نگاہوں نے پیدا نہیں کیا ہے جو بازاروں اور دفتروں اور سوسائٹی کے اجتماعات میں آراستہ خواتین کا استقبال کرتی ہیں؟

پھر غور کیجیے کہ آخر عورتوں کی آرائش کا اس قدر شوق پیدا ہونے اور طوفان کی طرح بڑھنے کا سبب کیا ہے؟ یہی نا کہ وہ مردوں سے خراج تحسین وصول کرنا اور ان کی نظروں میں کھب جانا چاہتی ہیں۔ یہ کس لیے؟ کیا یہ بالکل ہی معصوم جذبہ ہے؟ کیا اس کی تہ میں وہ صنفی خواہشات چھپی ہوئی نہیں ہیں جو اپنے فطری دائرے سے نکل کر پھیل جانا چاہتی ہیں اور جن کے مطالبات کا جواب دینے کے لیے دوسرے جانب بھی ویسی خواہشات موجود ہیں۔

اگر آپ اس سے انکار کریں گے تو شاید کل آپ یہ دعوی کرنے میں بھی تامل نہ کریں کہ جوالامکھی پہاڑ پر جو دھواں نظر آتا ہے اس کی تہ میں کوئی لاوا باہر نکلنے کے لیے بےتاب نہیں ہے۔ آپ اپنے عمل کے مختار ہیں۔ جو چاہے کیجیے مگر حقائق سے

انکار نہ کیجیے یہ حقیقتیں اب کچھ مستور بھی نہیں رہیں۔ سامنے آچکی ہیں اور اپنے نتائج، آفتاب سے زیادہ روشن نتائج کے ساتھ آچکی ہیں۔ آپ ان نتائج کو دانستہ یا نادانستہ قبول کرتے ہیں، مگر اسلام ان کو ٹھیک اسی مقام پر روک دینا چاہتا ہے جہاں سے ان کے ظہور کی ابتدا ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی نظر اظہار زینت کے بظاہر معصوم آغاز پر نہیں بلکہ اس نہایت غیر معصوم انجام پر ہے جو تمام سوسائٹی پر قیامت کی سی تاریکی لے کر پھیل جاتا ہے۔

مثل الرافلۃ فی الزینۃ فی غیر اھلھا کمثل ظلمۃ یوم القیمۃ لا نور لھا۔ (اجنبیوں میں زینت کے ساتھ ناز و انداز سے چلنے والی عورت ایسی ہے جیسے روز قیامت کی تاریکی کہ اس میں کوئی نور نہیں) (ترمذی۔ باب ماجاء فی کراہۃ خروج النساء فی الزینۃ)

قرآن میں جہاں اجنبیوں کے سامنے زینت کا اظہار کرنے کی ممانعت ہے وہاں ایک استثناء بھی ہے۔ الا ما ظھر منھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی زینت کے ظاہر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جو خود ظاہر ہو جائے۔ لوگوں نے اس استثناء سے بہت کچھ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ان الفاظ میں کچھ زیادہ فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ شارع صرف یہ کہتا ہے کہ تم اپنے ارادہ سے غیروں کے سامنے اپنی زینت ظاہر نہ کرو، لیکن جو زینت خود ظاہر ہو جائے یا اضطراراً ظاہر ہی رہنے والی ہو اس کی تم پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ مطلب صاف ہے۔

تمہاری نیت اظہار زینت کی نہ ہونی چاہیے تم میں یہ جذبہ، یہ ارادہ ہرگز نہ ہونا چاہیے۔ کہ اپنی آرائش غیروں کو دکھاؤ اور کچھ نہیں تو چھپے ہوئے زیوروں کی جھنکار ہی سنا کر ان کی توجہ اپنی طرف مائل کرو۔ تم کو اپنی طرف سے تو اخفائے زینت کی اختیاری کوشش کرنی چاہیے۔ پھر اگر کوئی چیز اضطرار میں کھل جائے تو س پر خدا تم سے کوئی مواخذہ نہ کرے گا۔ تم جن کپڑوں میں زینت کو چھپاؤ گی وہ تو بہر حال ظاہر ہوں گے۔ تمہارا قد و قامت، تناسب جسمانی ڈیل ڈول تو ان میں محسوس ہوگا۔ کسی ضرورت یا کام کاج کے لیے کبھی ہاتھ یا چہرے کا کوئی حصہ تو کھولنا ہی پڑے گا۔ کوئی حرج نہیں اگر ایسا ہو۔ تمہاری نیت اس کے اظہار کی نہیں۔ تم اس کے اظہار پر مجبور بھی ہو۔

اگر ان چیزوں سے بھی کوئی کمینہ لذت لیتا ہے تو لیا کرے۔ اپنی بدنیتی کی سزا خود بھگتے گا۔ جتنی ذمہ داری تمدن اور اخلاق کی خاطر پر ڈالی گئی تھی اس کو تم نے اپنی حد تک پورا کر دیا۔

یہ ہے صحیح مفہوم اس آیت کا مفسرین کے درمیان اس کے مفہوم میں جتنے اختلافات ہیں، ان سب پر جب آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ تمام اختلافات کے باوجود ان کے اقوال کا مدعا وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔

ابن مسعود: ابراہیم نخعی اور حسن بصری کے نزدیک زینت ظاہرہ سے مراد وہ کپڑے ہیں جن میں زینت باطنہ کو چھپایا جاتا

ہے، مثلاً برقع یا چادر۔

ابن عباس، مجاہد، عطاء ابن عمر، انس، ضحاک، سعید بن جبیر، اوزاعی، اور عامہ حنفیہ کے نزدیک اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں اور وہ اسباب زینت بھی اس استثناء میں داخل ہیں جو چہرے اور ہاتھ میں عادتاً ہوتے ہیں، مثلاً ہاتھ کی حنا اور انگوٹھی اور آنکھوں کا سرمہ وغیرہ۔

سعید بن المسیب کے نزدیک صرف چہرہ مستثنیٰ ہے اور ایک قول حسن بصری سے بھی ان کی تائید میں منقول ہے۔

حضرت عائشہ چہرہ چھپانے کی طرف مائل ہیں۔ ان کے نزدیک زینت ظاہرہ سے مراد ہاتھ اور چوڑیاں، کنگن اور انگوٹھیاں ہیں۔ منصور بن مخرمہ اور قتادہ ہاتھوں کو ان کی زینت سمیت کھولنے کی اجازت دیتے ہیں مگر چہرے کے باب میں ان کے اقوال سے ایسا متبادر ہوتا ہے کہ پورے چہرے کے بجائے وہ صرف آنکھیں کھولنے کو جائز رکھتے ہیں۔

ان اختلافات کے منشاء پر غور کیجیے۔ ان سب مفسرین نے الا ماظہر منھا سے یہی سمجھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی زینت کو ظاہر کرنے کی اجازت دیتا ہے جو اضطراراً ظاہر ہے یا جس کو ظاہر کرنے کی ضرورت پیش آجائے۔ چہرے اور ہاتھوں کی نمائش کرنا یا ان کو مطمع انظار بنانا ان میں سے کسی کا بھی مقصود نہیں۔ ہر ایک نے اپنے فہم اور عورتوں کی ضروریات کے لحاظ سے یہ سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ ضرورت کس حد تک کس چیز کو بے حجاب کرنے کے لیے داعی ہوتی ہے، یا کیا چیز اضطراراً کھل سکتی ہے، یا عادۃً کھلتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ الا ماظہر منھا کو ان میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی مقید نہ کیجیے۔ ایک مومن عورت جو خدا اور رسول ﷺ کے احکام کی سچے دل سے پابند رہنا چاہتی ہے، اور جس کو فتنے میں مبتلا ہونا منظور نہیں ہے، وہ خود اپنے حالات اور ضروریات کے لحاظ سے فیصلہ کر سکتی ہے کہ چہرہ اور ہاتھ کھولے یا نہیں، کب کھولے اور کب نہ کھولے، کس حد تک کھولے اور کس حد تک چھپائے۔

اور اس باب میں قطعی احکام نہ شارع نے دیے ہیں، نہ اختلاف احوال وضروریات کو دیکھتے ہوئے یہ مقتضائے حکمت ہے کہ قطعی احکام وضع کیے جائیں۔ جو عورت اپنی حاجات کے لیے باہر جانے اور کام کاج کرنے پر مجبور ہے۔ اس کو کسی وقت ہاتھ بھی کھولنے کی ضرورت پیش آئے گی اور چہرہ بھی۔ ایسی عورت کے لیے بلحاظ ضرورت اجازت ہے اور جس عورت کا حال یہ نہیں ہے اس کے لیے بلا ضرورت قصداً کھولنا درست نہیں۔

پس شارع کا مقصد یہ ہے کہ اپنا حسن دکھانے کیے لیے اگر کوئی چیز بے حجاب کی جائے تو یہ گناہ ہے۔ خود بخود بلا ارادہ کچھ ظاہر ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں حقیقی ضرورت اگر کھولنے پر مجبور کرے تو اس کا کھولنا بالکل جائز ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ

اختلاف احوال سے قطع نظر کر کے نفس چہرہ کا کیا حکم ہے؟ شارع اس کے کھولنے کو پسند کرتا ہے یا ناپسند؟ اس کے اظہار کی اجازت محض ناگزیر ضرورت کے طور پر دی گئی ہے یا اس کے نزدیک چہرہ غیروں سے چھپانے کی چیز ہیں نہیں ہے؟ ان سوالات پر سورۂ احزاب والی آیت میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

چہرے کا حکم

سورۂ احزاب کی جس آیت کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

(الاحزاب:۵۹)

اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ اسی تدبیر سے یہ بات زیادہ متوقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی اور انھیں ستایا نہ جائے گا یہ آیت خاص چہرے کو چھپانے کے لیے ہے جلابیب جمع ہے جلباب کی جس کے معنی چادر کے ہیں۔ ادناء کے معنی ارخاء یعنی لٹکانے کے ہیں۔ یدنین علیھن من جلابیبھن کا لفظی ترجمہ یہ ہوگا کہ اپنے اوپر اپنی چادروں میں سے ایک حصہ لٹکا لیا کریں۔ یہی مفہوم گھونگھٹ ڈالنے کا ہے۔ مگر اصل مقصد وہ وضع نہیں ہے جس کو عرف عام میں گھونگھٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بلکہ چہرے کو چھپانا مقصود ہے، خواہ گھونگھٹ سے چھپایا جائے یا نقاب سے یا کسی اور طریقے سے۔

اس کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب مسلمان عورتیں اس طرح مستور ہو کر باہر نکلیں گی تو لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ شریف عورتیں ہیں، بے حیا نہیں ہیں، اس لیے کوئی ان سے تعرض نہ کرے گا۔ قرآن مجید کے تمام مفسرین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے، حضرت ابن عباس اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔ اللہ تعالی نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت سے نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنی چادروں کے دامن لٹکا کر اپنے چہروں کو ڈھانک لیا کریں۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۲۲ ص ۲۹)

امام محمد بن سیرین نے حضرت عبیدہ بن سفیان بن الحارث الحضرمی سے دریافت کیا کہ اس حکم پر عمل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ انھوں نے خود چادر اوڑھکر بتایا اور اپنی پیشانی اور ناک اور ایک آنکھ کو چھپا کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی۔

(تفسیر ابن جریر، حوالہ مذکورہ، احکام القرآن جلد سوم، صفحہ ۴۵۷)

علامہ ابن جریر طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتیں سے کہہ دو کہ جب اپنے گھروں سے کسی حاجت کے لیے نکلیں تو لونڈیوں کے سے لباس نہ پہنیں کہ سر اور چہرے کھلے ہوئے ہوں بلکہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگٹ ڈال لیا کریں

تا کہ کوئی فاسق ان سے تعرض نہ کر سکے اور سب جان لیں کہ وہ شریف عورتیں ہیں۔

(تفسیر ابن جریر۔حوالہ مذکور)

علامہ ابو بکر جصاص لکھتے ہیں:۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے چہرہ چھپانے کا حکم ہے اور اسے گھر سے نکلتے وقت پردہ داری اور عفت مآبی کا اظہار کرنا چاہیئے تا کہ بدنیت لوگ اس کے حق میں طمع نہ کر سکیں۔

(احکام القرآن،جلد سوم ص ۴۵۸)

علامہ نیشا بوری اپنی تفسیر غرائب القرآن میں لکھتے ہیں:۔

ابتدائے عہد اسلام میں عورتیں زمانۂ جاہلیت کی طرح قمیص اور دوپٹے کے ساتھ نکلتی تھیں اور شریف عورتوں کا لباس ادنی درجہ کی عورتوں سے مختلف نہ تھا۔پھر حکم دیا گیا کہ وہ چادریں اوڑھیں اور اپنے سر اور چہرے کو چھپائیں تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ شریف عورتیں ہیں فاحشہ نہیں ہیں (تفسیر غرائب القرآن بر حاشیہ ابن جریر،جلد ۲۲،ص ۳۲)

امام ؒ رازی لکھتے ہیں:۔

جاہلیت میں اشراف کی عورتیں اور لونڈیاں سب کھلی پھرتی تھیں اور بدکار لوگ ان کا پیچھا کیا کرتے تھے۔اللہ تعالی نے شریف عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اوپر چادر ڈالیں اور یہ فرمایا کہ ذالک ادنی ان یعرفن فلایوذین تو اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ اس لباس سے پہچان لیا جائے گا کہ وہ شریف عورتیں ہیں اور ان کا پیچھا نہ کیا جائے گا۔دوسرے یہ کہ اس سے معلوم ہو جائے گا وہ بدکار نہیں ہیں۔

کیونکہ جو عورت چہرہ چھپائے گی،اور درآنحالیکہ چہرہ عورت نہیں ہے جس کا چھپانا فرض ہو،تو کوئی شخص اس سے یہ توقع نہ کرے گا کہ ایسی شریف عورت کشف عورت پر آمادہ ہو جائے گی۔پس اس لباس سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ وہ ایک پردہ دار عورت ہے اور اس سے بدکاری کی توقع نہ کی جا سکے گی (تفسیر کبیر،جلد ۶،ص ۵۹۱)

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں۔

یدنین علیھن من جلابیبھن یعنی جب وہ اپنی حاجات کے لیے باہر نکلیں تو اپنی چادروں سے اپنے چہروں اور اپنے جسموں کو چھپالیں۔یہاں لفظ من تبعیض کے لیے ہے یعنی چادروں کے ایک حصہ کو منہ پر ڈالا جائے اور ایک حصہ کو جسم پر لپیٹ لیا جائے ذلک ادنی ان یعرفن فلایوذین اور مشتبہ چال چلن کے لوگ ان سے تعرض کی جرات نہ کر سکیں گے۔

(تفسیر بیضاوی،جلد ۴،۱۶۸)

ان اقوال سے ظاہر ہے کہ ائمہ ھدی اور اصحاب کرام کے مبارک دور سے لے کر آٹھویں صدی تک ہر زمانے میں اس آیت کا ایک ہی مفہوم سمجھا گیا ہے اور وہ مفہوم وہی ہے جو اس کے الفاظ سے ہم نے سمجھا ہے۔ اس کے بعد احادیث کی طرف رجوع کیجیے تو وہاں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد سے عہد نبوی میں عام طور پر مسلمان عورتیں اپنے چہروں پر نقاب ڈالنے لگی تھیں اور کھلے چہروں کے ساتھ پھرنے کا رواج بند ہو گیا تھا۔ ابوداؤد، ترمذی، موطا اور دوسری کتب حدیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کو حال احرام میں چہروں پر نقاب ڈالنے اور دستانے پہننے سے منع فرمایا دیا تھا۔

المحرمۃ لا تنتقب ولا تلبس القفازین، ونی النساء فی احرامھن عن القفاز والنقاب۔

اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس عہد مبارک میں چہروں کو چھپانے کے لیے نقاب اور ہاتھوں کو چھپانے کے لیے دستانوں کا عام رواج ہو چکا تھا صرف احرام کی حالت میں اس سے منع کیا گیا۔ مگر اس سے بھی یہ مقصد نہ تھا کہ حج میں چہرے منظر عام پر پیش کیے جائیں، بلکہ دراصل مقصد یہ تھا کہ احرام کی فقیرانہ وضع میں نقاب عورت کے لباس کا جزنہ ہو، جس طرح عام طور پر ہوتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں تصریح کی گئی ہے کہ حالت احرام میں بھی ازدواج مطہرات اور عام خواتین اسلام نقاب کے بغیر اپنے چہروں کو اجانب سے چھپاتی تھیں۔

ابوداؤد میں ہے:۔

عن عائشۃ قالب کان الرکبان یمرون بنا ونحن ومع رسول اللہ ﷺ محرمات فاذا حاذوابنا سدلت احدانا جلبابھا من راسھا علی وجھما فاذا جاوزونا کشفناہ۔ (باب فی المحرمۃ یعلی نعطی وجھا)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سوار ہمارے قریب سے گزرتے تھے اور ہم عورتیں رسول ﷺ کے ساتھ حالت احرام میں ہوتی تھیں۔ پس جب وہ لوگ ہمارے سامنے آجاتے تو ہم اپنی چادریں اپنے سروں کی طرف سے اپنے چہروں پر ڈال لیتیں۔ اور جب وہ گزر جاتے تو منہ کھول لیتی تھیں۔

موطا امام ؒ مالک میں ہے:۔

عن فاطمۃ بنت المنذر قالب کنا نخمر وجوھنا ونحن محرمات ونحن مع اسماء بنت ابی بکر الصدیق فلا تنکرہ علینا۔

فاطمہ بنت منذر کا بیان ہے کہ ہم حالت اعام میں اپنے چہروں پر کپڑا ڈال لیا کرتی تھیں۔ ہمارے سامنے حضرت ابوبکر کی صاحب زادی حضرت اسماء تھیں۔ انھوں نے ہم کو اس سے منع نہیں کیا (یعنی انھوں نے یہ نہیں کہا کہ احرام کی حالت میں نقاب استعمال کرنے کی جو ممانت ہے اس کا اطلاق ہمارے اس فعل پر بھی ہوتا ہے۔

فتح الباری، کتاب الحج میں حضرت عائشہ کی ایک روایت ہے:۔

تسدل المراۃ جلبابھا من فوق راسھا علی وجھھا۔

عورت حالت احرام میں اپنی چادر اپنے سر پر سے چہرے پر لٹکا لیا کرے۔

باہر نکلنے کے قوانین

لباس اور ستر کے حدود مقرر کرنے کے بعد آخری حکم جو عورتوں کو دیا گیا ہے وہ یہ ہے:

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیہ الاولی (الاحزاب،۳۳)

اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھی رہو اور زمانۂ جاہلیت کے سے بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو.

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن (النور:۳۱)

اور اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینب انھوں نے چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہو جائے؟

فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض (الاحزاب:۳۲)

پس دبی زبان سے بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں مرض ہو وہ طمع میں مبتلا ہو جائے.

وقرن کی قرات میں اختلاف ہے عام قراءت مدینہ اور بعض قاریوں نے اس کو وقرن بفتح قاف پڑھا ہے جس کا مصدر قرار ہے۔اس لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا کہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہو یا جمی رہو۔ عام قراء بصرہ وکوفہ نے وقرن بکسر قاف پڑھا ہے جس کا مقصد و وقار ہے۔اس لحاظ سے معنی یہ ہوں گے کہ اپنے گھروں میں وقار اور سکینہ کے ساتھ رہو۔

تبرج کے دو معنی ہیں ایک زینت اور محاسن کا اظہار۔ دوسرے چلنے میں ناز و انداز دکھانا، تفخر کرتے ہوئے چلنا،، لچک کھانا ،جسم کو توڑنا، ایسی چال اختیار کرنا جس میں ایک ادا پائی جاتی ہو، آیت میں یہ دونوں معنی مراد ہیں۔ جاہلیت اُولی میں عورتیں خوب بن سنور کر نکلتی تھیں جس طرح دور جدید کی جاہلیت میں نکل رہی ہیں۔ پھر چال بھی قصداً ایسی اختیار کی جاتی تھی کہ ہر قدم زمین پر نہیں بلکہ دیکھنے والوں کے دلوں پر پڑے مشہور تابعی و مفسر قرآن قتادہ بن دعامہ کہتے ہیں کہ:۔

کانت لھن مشیۃ وکسر وتغنج فنھاھن اللہ عن ذالک۔

اس کیفیت کو سمجھنے کے لیے کسی تاریخی بیان کی حاجت نہیں۔ کسی ایسی سوسائٹی میں تشریف لے جائیے جہاں مغربی وضع کی " خواتین تشریف لاتی ہوں۔ جاہلیت اولی کی تبرج والی چال آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اسلام اسی سے منع کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اول تو تمہاری صحیح جائے قیام تمہارا گھر ہے۔ بیرون خانہ کی ذمہ داریوں سے تم کو اسی لیے سبکدوش کیا گیا کہ تم سکون و وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں رہو اور خانگی زندگی کے فرائض ادا کرو۔

تاہم اگر ضرورت پیش آئے تو گھر سے باہر نکلنا بھی تمہارے لیے جائز ہے۔لیکن نکلتے وقت پوری عصمت مآبی ملحوظ رکھو۔ نہ تمہارے لباس میں کوئی شان اور بھڑک ہونی چاہیے کہ نظروں کو تمہاری طرف مائل کرے۔نہ اظہار حسن کے لیے تم میں کوئی بیتابی ہونی چاہیے کہ چلتے چلتے کبھی چہرے کی جھلک دکھاؤ اور کبھی ہاتھوں کی نمائش کرو۔نہ چال میں کوئی خاص ادا پیدا کرنی چاہیے کہ نگاہوں کو خود بخود تمہاری طرف متوجہ کردے۔ایسے زیور بھی پہن کر نہ نکلو جن کی جھنکار غیروں کے لیے سامعہ نواز ہو۔قصداً لوگوں کو سنانے کے لیے آواز نہ نکالو۔ہاں اگر بولنے کی ضرورت پیش آئے تو بولو،مگر اس بھری آواز نکالنے کی کوشش نہ کرو۔ان قواعد اور حدود کو ملحوظ رکھ کر اپنی حاجات کے لیے تم گھر سے باہر نکل سکتی ہو۔

یہ ہے قرآن کی تعلیم آیئے اب حدیث پر نظر ڈال کر دیکھیں کہ نبی ﷺ اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے اس تعلیم کے مطابق سوسائٹی میں عورتوں کے لیے کیا طریقے مقرر فرمائے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواتین نے ان پر کس طرح عمل کیا۔

حاجات کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت

حدیث میں ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا:۔

قد اذن اللہ لکن ان تخرجن لحوائجکن......

اللہ نے تم کو اپنی ضروریات کے لیے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے

اس سے معلوم ہوا کہ وقرن فی بیوتکن کے حکم قرآنی کا منشا یہ نہیں ہے کہ عورتیں گھر کے حدود سے قدم کبھی باہر نکالیں ہی نہیں ۔حاجات وضروریات کے لیے ان کو نکلنے کی پوری اجازت ہے مگر یہ اجازت نہیں کہ عورتیں پوری آزادی کے ساتھ جہاں چاہیں پھریں اور مردانہ اجتماعات میں گھل مل جائیں۔

حاجات وضروریات سے شریعت کی مراد ایسی واقعی حاجات وضروریات ہیں جن میں درحقیقت نکلنا اور باہر کا کام کرنا عورتوں کے لیے تمام زمانوں میں نکلنے اور نکلنے کی ایک ایک صورت بیان کرنا اور ہر ہر موقع کے لیے رخصت کے علیحدہ علیحدہ حدود مقرر کردینا ممکن نہیں ہے،البتہ شارع نے زندگی کے عام حالات میں عوروں کے لیے نکلنے کے جو قاعدے مقرر کیے تھے اور حجاب کی حدود میں جس طرح کمی وبیشی کی تھی اس سے قانون اسلامی کی سپرٹ اور اس کے رجحان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے،اور اس کی سمجھ کو انفرادی حالات اور جزئی معاملات میں حجاب کے حدود اور موقع ومحل کے لحاظ سے ان کی کمی وبیشی کے اصول ہر شخص خود معلوم کرسکتا ہے۔اس کی توضیح کے لیے ہم مثال کے طور پر چند مسائل بیان کرتے ہیں۔

مسجد میں آنے کی اجازت اور اس کے حدود

یہ معلوم ہے کہ اسلام میں سب سے اہم فرض نماز ہے،اور نماز میں حضور مسجد اور شرکت جماعت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔مگر نماز با جماعت کے باب میں جو احکام مرد وزن کے لیے ہیں ان کے بالکل برعکس احکام عوروں کے لیے ہیں۔ مردوں کے لیے وہ نماز قبولؒ ہے جو مسجد میں جماعت کے ساتھ ہو اور عورتوں کے لیے وہ نماز افضل ہے کہ گھر میں انتہائی خلوت کی حالت میں ہو کیونکہ احکام کے باب میں ہے کہ مسجد المرئۃ بیتھا کہ عورت کی مسجد اس کا گھر ہے۔

امام ؒ احمد اور طبرانی نے ام حمید ساعدیہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ:۔

قالت یارسول اللہ انی احب الصلواۃ معک قال قد علمت صلوتک فی بیتک خیر لک من صلوتک فی حجرتک وصلوتک فی حجرتک خیر من صلوتک فی دارک وصلوتک فی دارک فی من صلوتک فی مسجد قومک وصلوتک فی مسجد قومک خیر من صلوتک فی مسجد الجمعہ۔

انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھوں۔حضور ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم ہے۔ مگر تیرا ایک گوشے میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنے حجرے میں نماز پڑھے اور حجرے میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنے گھر کے دالان میں نماز پڑھے۔ادا تیرا دالان میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ تو اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھے۔اور تیرا اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ مسجد جامع میں نماز پڑھے۔اسی مضمون کی حدیث ابوداؤد میں ابومسعود سے منقول ہے۔جس میں حضور نے فرمایا کہ

صلواۃ المراۃ فی بیتھا افضل من صلوتھا فی حجرھا وصلوتھا فی مخدعھا افضل من صلوتھا فی بیتھا۔

(باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد)

عورت کا اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے کمرے۔میں نماز پڑھے اور اس کا اپنے چور خانہ میں نماز پڑھنا اس سے بہتر کہ وہ اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھے

دیکھیے یہاں ترتیب بالکل اُلٹ دی گئی ہے۔مرد کے لیے سب سے ادنی درجہ کی نماز یہ ہے کہ وہ ایک گوشہ تنہائی میں پڑھے ،اور سب سے افضل یہ کہ وہ بڑی سے بڑی جماعت میں شریک ہو۔مگر عورت کے لیے اس کے برعکس انتہائی خلوت کی نماز میں فضیلت ہے،اور اس خفیہ نماز کو نہ صرف نماز باجماعت پر ترجیح دی گئی ہے، بلکہ اس نماز سے بھی افضل کہا گیا ہے جس سے بڑھ کر کوئی نعمت مسلمان کے لیے ہو ہی نہیں سکتی تھی۔یعنی مسجد نبوی کی جماعت،جس کے امام ؒ خود امام ؒ الانبیاء محمد ﷺ تھے۔آخر اس فرق و امتیاز کی وجہ کیا ہے؟ یہی تا کہ شارع نے عورت کے باہر نکلنے کو پسند نہیں کیا اور

جماعت میں ذکور واناث کے خلط ملط ہونے کو روکنا چاہا۔

مگر نماز ایک مقدس عبادت ہے، اور مسجد ایک پاک مقام ہے۔ شارع حکیم نے اختلاط صنفین کو روکنے کے لیے اپنے منشاء کا اظہار فضیلت اور عدم فضیلت کی تفرق سے کر دیا، مگر ایسے پاکیزہ کام کے لیے ایسی پاک جگہ آنے سے عورتوں کو منع نہیں کیا۔ حدیث میں یہ اجازت جن الفاظ کے ساتھ آئی ہے وہ شارع کی بے نظیر حکیمانہ شان پر دلالت کرتے ہیں۔ فرمایا:۔

لا تمنعوا اماءالله مساجد الله۔ اذا استاذنت امراۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعھا

(بخاری و مسلم)

خدا کی لونڈیوں کو خدا کی مسجدوں میں آنے سے منع نہ کرو۔ جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے لگے تو وہ اس کو منع نہ کرے۔

لا تمنعوا نساءکم المساجد و بیوتھن خیر لھن۔ (ابوداؤد)

اپنی عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو مگر ان کے گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہیں۔

یہ الفاظ خود ظاہر کر رہے ہیں کہ شارع عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکا تو نہیں ہے۔ کیونکہ مسجد میں نماز کے لیے جانا کوئی برا فعل نہیں جس کو ناجائز قرار دیا جا سکے۔ مگر مصالح اس کے بھی مقتضی نہیں کہ مساجد میں ذکور واناث کی جماعت مخلوط ہو جائے۔

لہٰذا ان کو آنے کی اجازت تو دے دی، مگر یہ نہیں فرمایا کہ اپنی عورتوں کو مسجدوں میں بھیجو، یا اپنے ساتھ لایا کرو، بلکہ صرف یہ کہا کہ اگر وہ افضل نماز کو چھوڑ کر ادنی درجہ کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنا ہی چاہیں اور اجازت مانگیں تو منع نہ کرو۔

بوئے پیرہن

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز و درو

آفتاب اسلام کی ضیاباری سے پہلے دنیا کے ظلمت کدہ میں عورت کی ذلیل زندگی کا بھیانک منظر انسان کو آتش زیر پا کر دیتا ہے۔ جہان کی بیٹی۔ بھولی بسری۔ کشتنی اور گردن زدنی عورت کسی قطار و شمار میں نہ تھی۔ اس کی مظلومیت، حق تلفی اور ستم کشی کی داستان سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھوں کو بھی تر کر دیتی ہے۔ جور و ستم اور ظلم و تعدی کے بوجھ تلے کراہنے والی عورت کی نعل در آتش زندگی کو وحوش و بہائم کی زندگی پر رشک آتا تھا۔

عورت پر اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہو کہ عرب کی سرزمین میں اسے پیدائش کے جرم میں چند سانس لیتے ہی زندہ گاڑ دیا جاتا تھا اور جو بچیاں کسی طور پر پروان چڑھ جاتیں تو اسے والدین کی وراثت سے حصہ دینا سوسائٹی میں گناہ خیال کیا جاتا تھا۔ اور رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد جب ہر ماہ اسے پھول آتے تو یہ دن بھی اسے اچھوتوں کی طرح ایک مخصوص جگہ میں گزارنے پڑتے۔ گھر میں چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے اور برتنوں کو چھونے تک کی ممانعت تھی۔

بعض قبائل عرب میں یہ دستور تھا کہ وہ اپنی لونڈیوں کو ناکا سکھا کر ان سے عصمت فروشی کراتے اور وہ جو کچھ کماتیں اپنے مالک کو دے دیتیں۔ خوب صورت اور حسین لڑکیوں کے حسن وجمال سے متعلق اشعار لکھ کر بازاروں میں گائے جاتے۔

جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا تو مرنے والے کی جائیداد میں اس کی بیوہ بھی ایک حصہ قرار پا کر ورثہ میں چلی اتی تھی۔ اگر اس کا وارث چاہتا تو خود اس سے نکاح کر لیتا چاہتا تو کسی اور کے نکاح میں دے دیتا۔ عورت کو اس بارے میں اختیار نہ ہوتا کہ وہ اپنی مرضی کو دخل دے۔

عورت کی حیثیت ان کے نزدیک صرف اتنی تھی کہ وہ مرد کی محکوم بن کر اس کی چاکری کرے۔ اس کا ہر حکم بجالائے اور اس کی بدترین غلامی میں زندگی بسر کر کے چل بسے۔ مرد جب تک چاہتا اس کو نکاح میں رکھتا اور جب چاہتا اسے طلاق دے کر بیک بنی و دو گوش گھر سے نکال دیتا۔

طلاق کا طریقہ بھی ظلم وستم کا ایک انوکھا نمونہ تھا۔ ایک مرد کئی بار طلاق دے کر پھر عدت کے اندر رجوع کر لیتا۔ خواہ سو بار طلاق دے کر سو بار رجوع کرے۔ اور بعض نفس کے پجاری چالیس پچاس عورتوں سے پیان نکاح باندھ لیتے اور پھر جس عورت کا زمانہ شباب اپنی رعنائیوں کے ساتھ ختم ہو جاتا اس کو طلاق کی آڑ دے کر گھر سے نکال دیتے۔

جاہل عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ عورت امن وچین کی غارت گر ہے۔ مرد کی تباہی کا باعث، نحوست کا پیکر ہے اور ایک ایسی جوتی ہے جو جلد خراب وخستہ ہو کر انسان کو تکلیف دیتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اسے ہمیشہ ذلیل وخوار رکھا جائے۔ اس کے جذبات کو ابھرنے اور پنپنے نہ دیا جائے۔ اس کے بعض بے حمیت لوگ خود تو عیش وآرام سے زندگی گزارتے، شراب پینے اور جوا کھیلنے میں مشغول رہتے اور اپنی بیوی کو محنت مشقت کے لئے دوسروں کے ہاں بھیج دیتے۔ پھر وہ کچھ کما کر لاتی، خاوند کی خدمت میں پیش کر کے اس سے پروانہ خوشنودی حاصل کرتی۔ تاریخ طبری اور علامہ بلاذری کی فتوح البلدان وغیرہ میں عورت کی مبتذل اور سکون نا آشنا زندگی کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

سولھویں اور ستارہویں صدی عیسوی تک یورپ میں بھی عورت کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ وہ ہنوز ظلم وتشدد کے ویران کنوئیں میں پڑی رو رہی تھی۔ یورپ کے حکماء کا قول تھا کہ عورت ایک ایسا خوشنما درخت ہے جو بظاہر اچھا لگتا ہے،

لیکن اس کا پھل نہایت کڑوا ہے۔عورت فتنہ وفساد کی جڑ ہے۔امن کی دشمن اور بچھو ہے جو ہر وقت نیش زنی کرتا رہتا ہے ۔ہم سانپ سے محبت کرسکتے ہیں لیکن عورت سے محبت کرنا گوارا نہیں کرتے۔

(ملاحظہ ہو ہسٹری آف دی ورلڈ از سینٹ ہیلر)

رومۃ الکبری میں بھی عورت سے بڑھ کر کسی چیز کو ذلیل نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ اس پر حیوانوں کی طرح حکومت کی جاتی تھی اور ہر شخص سمجھتا تھا کہ طبقہ نسواں کو آرام و آسائش کی کوئی ضرورت نہیں اور عورت کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے مربی اور سرپرست کی خدمت کرتی رہے۔(تاریخ گبن)

نصاریٰ کے روحانی پیشوا یوحنا کا قول ہے کہ عورت فتنہ وشر کی بنیاد ہے اور انسانوں کی تباہی کا باعث ہے۔وہ طبعاً امن و سکون کی حامی نہیں ہے مائل بہ فساد ہے۔(کتاب العتیق)

یونان میں عورتیں اپنے خاوند کی ملکیت سمجھی جاتی تھیں۔جب کسی ماہ جبیں کا عہد شباب ختم ہو جاتا،اس کی رعنائی اور دلربائی جاتی رہتی پھر اس کا شوہر اس کو ایتھنز (athens) میں لے جا کر بچوں کی خدمت اور پرورش کے لئے فروخت کر دیتا۔

اور ایسا کرنا ملکی تمدن کے کچھ خلاف نہ تھا۔اور جب کسی آدمی پر کوئی مصیبت آتی اور وہ مالی مشکلات میں گھر جاتا تو وہ اپنی بیوی کو عارضی طور پر کسی دولت مند شخص کے پاس رہن رکھ سکتا تھا۔اور عورت کو اس قدر ناپاک اور نجس سمجھا جاتا تھا کہ اس کو مذہبی تحریک میں شرکت کی اجازت نہ تھی۔(ہسٹری آف یونان از فولر)

عراق طبرستان اور جاپان میں بھی عورت کی ذلت انتہا کو پہنچ چکی تھی۔باشندگان اندلس کہتے تھے کہ عورت انسان کے لئے وجہ ذلت ہے۔ اس کی وجہ سے آدم کو جنت سے نکلنا پڑا۔اور تمام بنی آدم عورت کی وجہ سے ہی راحتوں اور مسرتوں سے محروم ہوئے۔اہل طبرستان کہتے تھے کہ عورت تمام درندوں سے زیادہ خوفناک ہے۔درندوں کے حملوں سے تو بچ سکتے ہیں لیکن عورت کے فریب سے بچنا محال ہے۔(روضۃ المناظر)

ہندوستان میں بھی عورت کی کسمپرسی،بے قدری اور ذلت کی حد ہوگئی تھی۔عورت کو مذہبی تعلیم حاصل کرنا ممنوع تھا۔ بڑے بڑے رؤسا اور امراء اپنی عورتوں کو جوئے میں ہار دیتے تھے اور بعض علاقوں میں چھ چھ سات سات بھائیوں کی ایک ہی عورت ہوتی تھی۔اور پتی کے مرنے پر استری کو بھی ساتھ ہی زندہ جلا دینا تو ابھی کل کی بات ہے۔

بد نصیب عورت کو حق حاصل نہ تھا کہ وہ دین اور دنیا کے کسی معاملہ میں دخل دے۔اگر غلطی سے کوئی عورت ایسا کر بیٹھتی تو اُسے جنگل میں رہنے کی سزا دی جاتی جو کم از کم چھ ماہ تک ہوتی۔ (تاریخ ہند از پنڈت رادھا کشن)

ہندو مذہب میں بھی جائیداد کے اندر عورت۔

مظلوم عورت کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے، خواہ والدین کی لاکھوں روپے کے جائیداد کیوں نہ ہو۔ وہ بروئے مذہب ایک پائی کی بھی حقدار نہیں ہے اور اگر عورت کسی ظالم بدچلن خاوند کے پلے پڑ جائے تو مذہب نے شوہر کے شکنجۂ ظلم سے نجات پانے کی کوئی تدبیر نہیں تھی۔ ہاں موت ہی ان میں جدائی کرا سکتی ہے۔

اسلام نے عورت کو فرش ذلت سے اٹھا کر تخت عزت پر بٹھا دیا

دنیا کی راندہ، بیٹی، بدنام، رسوا، حقیر، سبک، ذلیل، بودی، اچھوت، بے کس، بے کل، بے یار و مددگار، منحوس، شوم، بے نصیب، بدزشت، عورت کو اسلام نے گلے لگالیا۔ اس کے تمام عیب اور خرابیاں جو اس کے ذمہ لگادی گئی تھیں، اس کی ردائے حیات سے دھوڈالیں۔ اُسے اخلاق فاضلہ کا نہایت اجلا اور صاف لباس پہنا دیا۔ اور معاشرے میں اُسے وہ عزت و آبرو کی جگہ دی کہ مردوں کو رشک آنے لگا۔ عورت کے تن مردہ میں جب خون زندگی دوڑا تو اُسے معلوم ہوا کہ اس کے مرور حیات کی سیاہ رات روز روشن میں تبدیل ہوگئی ہے۔

قرآن کی للکار نے معاشرے کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔

واذالموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت۔ اس کو کس جرم میں زندہ گاڑا گیا تھا۔

اسلام نے عورت کے قاتل کی سزا بھی قتل قرار دی اسے والدین کے ترکہ میں مردوں کے ساتھ شریک کیا۔ قرآن نے عورت کے لئے جائداد میں حصے مقرر کئے۔ عورت کو بیٹی کی حیثیت سے بھی ترکہ کا وارث قرار دیا اور بیوی، ماں اور بہن کی حیثیت سے بھی وراثت دلائی۔

شادی کے بعد بھی اسلام عورت کی شخصیت کو برقرار رکھتا ہے۔ وہ بدستور معاشرے کی ایک ممتاز اور معزز رکن ہوتی ہے اس کی ہستی اس کے خاوند کی شخصیت میں مدغم نہیں ہوجاتی۔ وہ خاوند کی نوکر اور غلام نہیں بن جاتی۔ اس کی ذاتی جائیداد اور مال و متاع وغیرہ میں اس کے خاوند کو بغیر اس کی اجازت کے کسی قسم کے تصرف کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ عورت اپنا حق لینے کی غرض سے خاوند پر دعویٰ میں مدعیہ بھی بن سکتی ہے اور مستغیثہ بھی۔ اور ضرورت کے وقت برابر عدالت کا دروازہ بھی کھٹکھٹا سکتی ہے۔

اسلام نے مرد کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ معقول وجوہ کی بنا پر عورت کو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کر سکتا ہے تو اس نے عورت کے لئے بھی طلاق خلع کا قانون بنادیا ہے۔ جس کی رو سے بوقت ضرورت وہ بھی بذریعہ عدالت اپنے بے لگام شوہر سے رشتہ ازدواج منقطع کرا سکتی ہے۔

بیوہ عورت کے متعلق قرآن نے حکم دیا ہے کہ اس کو نکاح ثانی کرنے سے مت روکو اور حدیث شریف میں اس کے رشتہ داروں اور وارثوں کے حق میں تاکید آئی ہے کہ اس کا دوبارہ نکاح کر دو۔ غور کا مقام ہے کہ اسلام نے عورت کے جذبات، اس کی خواہشات اور اس کی عصمت و پاک دامنی کی کتنی پاسداری کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ لڑکی کے بالغ ہوتے ہی جتنی جلدی ہو سکے اس کا نکاح کر دو۔ اس حکم میں عورت کی عصمت کی حفاظت اور اس کے جذبات شباب کی حمایت کا راز پنہاں ہے۔ عورت کی عزت و حرمت کا اسلام کو یہاں تک پاس ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی اکیلی عورت کے پاس تنہائی میں نہ جائے۔ یہاں تک کہ حج جیسا مبارک اور عبادت کا سفر بھی غیر محرم کی معیت میں نہ کرے۔ سبحان اللہ۔

حضور آئے تو روشن ہوئی ہر اک ظلمت وگر نہ رات کا دامن ستارہ بار نہ تھا

حضرت ابو طفیل روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مقام جعرانہ پر گوشت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا۔ میں ان دنوں نوجوان تھا اور گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھائے جا رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت آئی اور اسے دیکھتے ہی رسول اللہ ﷺ نے اس کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھا دی۔ میں نے پوچھا یہ کون خاتون ہے؟ (جس کے لئے حضور نے اس قدر محبت اور احترام کا اظہار فرمایا ہے) کسی نے بتایا کہ یہ حضور کی رضاعی والدہ ہیں جنھوں نے آپ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا؛ (ادب المفرد)

یہ ہے عورت کا مقام، کہ جناب سید المرسلین ﷺ اسے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر مبارک اپنے ہاتھوں سے بچھا کر دیتے ہیں یا انحضرتؐ کی بیٹی حضرت زہراءؑ تشریف لاتیں تو آپ ﷺ ان کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے اور اسے اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ تاکہ قیامت تک مسلمان مرد، عورت کا احترام کریں۔ حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا۔ عنقریب تم اس ملک (مصر) کو فتح کرو گے جہاں پیمانہ قیراط مروج ہے۔ (یاد رکھنا) اس ملک کے لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آنا کیونکہ ان کا ہم پر ایک حق ہے۔ جس کی وجہ سے ہم پر صلہ رحمی واجب ہے۔

(صحیح مسلم)

یاد رہے کہ حضرت ابراھیمؑ کی بیوی حضرت اسماعیلؑ کی والدہ حضرت ہاجر رضی اللہ عنہا مصر کی رہنے والی تھیں۔ اور عرب لوگ اور خود حضرت رسول خداؐ بھی حضرت ہاجر کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے ہیں۔ تو گویا ہزاروں سال قبل عورت (حضرت ہاجرہ) کے رشتہ کا پاس کرتے ہوئے مسلمانوں کو رحمت عالم نے صلہ رحمی کی وصیت

فرمائی ترا پسینہ ہے عطر آگین تر انکلم نشاط افزا۔ترے شگوفوں پہ ہو بہی ہے نثار مشک ختن کی خوشبو

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔جس مسلمان کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں،اور وہ ان سے نیک سلوک کرے تو اللہ تعالی اس کو ضرور (اپنے فضل سے) بہشت میں داخل کرے گا؟(ادب المفرد)

اسلام سے قبل جو عورت کی حالت اور حیثیت تھی،وہ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں،رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں عورت کی اس حالت زار پر۔لیکن اسلام نے آکر جو اعزاز و اکرام اور رفعت و منزل سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے عورت کو فرش ذلت سے اٹھا کر عورت کو گلے لگا لیا۔اس کے تمام عیب اور خرابیاں جو اس کے ذمہ لگا دی گئی تھیں،اس کی ردائے حیات سے دھوڈالیں بصد جان سینے سے لگائیں اور زندگی اسلام کے نور کے سانچے میں ڈھالیں جس نے ان کی کایا پلٹ دی۔

اس کتاب میں اسلام کے وہ تقاضے بیان کئے گئے ہیں جو اس نے عورت پر عائد کیئے اور جنھیں پورا کرنا مسلمان وفاشعار اور احسان مند عورت کا فرض ہے۔

خلوص دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالی سکولوں کالجوں کی لڑکیوں اور سب عورتوں کو امتثال اوامر کی توفیق دے۔جس اسلام نے ان کی زندگی کو چار چاند لگائے ہیں،یہ اس پر جان چھڑکیں.

ہاں اسی شاخ کہن پہ پھر بنالے آشیاں۔ اہل گلشن کو شہید نغمہ مستانہ کر (اقبال)

عورت

عورت کے لغوی معنی ہیں ستر،شرمگاہ،آدمی کے بدن کا وہ حصہ جس کا ننگا کرنا باعث شرم ہے۔وہ چیز جس کے دیکھنے دکھانے سے شرم آئے۔چنانچہ مرد کے لئے عورت ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے۔اتنا حصہ مرد کے لئے نماز کے اندر بھی ڈھانپنا فرض ہے اور نماز سے باہر بھی،کہ یہ شرمگاہ ہے۔لیکن آزاد عورت کا سارا بدن سر سے لے کر پاؤں تک عورت ہے شرمگاہ ہے،جس کا چھپانا ضروری ہے۔(منہ اور دونوں ہاتھوں کے پردے میں اختلاف ہے)۔

قرآن میں ہے۔ان بیوتنا عورۃ۔(پ ۲۱ ع ۱۸)

(منافقوں نے کہا) ہمارے گھر عورت ہیں.

یعنی ننگے ہیں،غیر محفوظ ہیں۔

اوالطفل الذین لم یظھروا علی عورت النساء.(پ ۱۸ ع ۱۰)

یعنی ایسے لڑکوں سے پردہ نہیں ہے جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے ناواقف ہیں.

ثلاث عورت لکم.(پ ۱۸ ع ۱۴)

تین (وقت یعنی نماز صبح سے، دوپہر، نماز عشاء کے بعد تمہارے پردہ کے ہیں؟

تو ان وقتوں میں ملاقات کے لئے گھروں میں نہیں آنا چاہیئے۔ کہ اہل خانہ کو تکلیف ہوگی۔ نماز صبح سو رہے ہوں گے، دوپہر کو قیلولہ کر رہے ہوں گے اور نماز عشاء کے بعد بھی کپڑے اُتار کر سونے کا وقت ہے۔ یہ تینوں وقت عورات ہیں، پردے کے ہیں۔

اللھم استر عورتنا وامن روعاتنا (صحیفہ سجادیہ)

یاالٰہی! ہمارے ستر چھپا (ہمارے عیب ڈھانپ) اور ہمارے دل کو امن دے (ڈر دور کر)

عورات جمع ہے عورت کی اور عورت کے معنی ستر کے ہیں)

عورۃ المومن علی المومن حرام۔ مسلمان کا عیب (ننگ) دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (یعنی اس کا راز فاش کرنا)

المراۃ عورۃ۔ عورت عورت ہے۔ عورت اس طرح عورت ہے کہ اس کا بے پردہ ہونا باعث شرم ہے۔

النساء عورۃ۔ عورتیں عورت ہیں (کہ ان کا چھپانا ضروری ہے)

پس عورت کے معنی شرمگاہ۔ جسم کا وہ حصہ جس کا ننگا کرنا باعث شرم ہے۔ مشکوۃ میں ہے کہ حضور نے ایک شخص سے فرمایا۔ اماعلمت ان الفخذ عورۃ۔ تجھے معلوم نہیں کہ یقیناً ران ستر ہے۔ معلوم ہوا کہ ران بھی عورت ہے، ستر ہے۔ اسے ڈھانپنا ضروری ہے۔

پیچھے بیان ہو چکا کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک مرد کا اتنا حصہ عورت ہے۔ شرمگاہ ہے، اسے ڈھانپنا فرض ہے۔ عورت کے یہ معنی لغوی ہیں۔

جب ہم زبان سے لفظ عورت بولتے ہیں تو ذہن فوراً ایک مونث انسان کی طرف چلا جاتا ہے جسے فارسی میں (زن) اور انگریزی میں WOMAN (وومن) کہتے ہیں اور ہر شخص عورت سے مراد زن ہی لیتا ہے۔

عورت کے لغوی معنی جو اوپر مذکور ہوئے، خال خال لوگ ہی جانتے ہیں۔ سب ہی عورت کے معنی زن سمجھتے ہیں۔ اور واضح ہو کہ یہ مجازی معنی ہیں۔

اب عورتوں کو سوچنا چاہیئے کہ جب عورت کے معنی شرمگاہ کے ہیں، ننگی کے ہیں تو انہیں ضرور مستور رہنا چاہیئے۔ مستورہ کی جمع مستورات ہے اور مستورات کے معنی ہیں پردہ نشین عورتیں۔ پس عورت کی عزت، حرمت، آبرو اور ارجمندی پردے میں ہے۔ اسے مستورہ ہونا چاہیئے، نہ کہ عورہ (بے پردہ)۔

اس قوم میں ہے شوخی اندیشہ خطرناک جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد (اقبال)

عورت مرد کیلئے نصف دین ہے

عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ وسلم اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللہ فی النصف الباقی۔(مشکوۃ شریف)

حضرت انس روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس وقت بندے نے نکاح کیا۔ پس تحقیق پورا کیا اس نے آدھا دین اپنا۔ پس چاہیئے کہ تقوی کرے اللہ سے بیچ آدھے باقی کے۔

نکاح نظر کو ڈھانکتا اور ستر کی حفاظت کرتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج۔

اے گروہ جوانوں کے جو کوئی طاقت رکھے تم میں سے اسباب جماع کی (یعنی بیوی کے نفقہ اور مہر کی) پس چاہیئے کہ نکاح کرے۔ پس تحقیق نکاح کرنا ڈھانکتا ہے نظر کو (اجنبی عورت پر نہیں پڑتی) اور محفوظ رکھتا ہے ستر کو۔

گویا عورت منکوحہ مرد کی آنکھ کی حفاظت کرتی ہے اور اسے حرام کاری سے بھی بچاتی ہے۔ شریف آدمی بیوی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اس کی نظر کی پیاس بجھ جاتی ہے اس لئے وہ غیر محرم عورتوں کو نہیں دیکھتا اور بیوی کی صحبت سے لطف اندوز ہو ہو کر زنا کی آگ سے دور رہتا ہے۔ پس بیوی نے اس کی نظر کی بھی حفاظت کی اور ستر کی بھی۔ پھر جو لوگ اپنی جنسی پیاس آب جوئے خانہ سے بجھانے کے باوجود بیرون خانہ بھی جھک مارتے ہیں، یہ ہرگز شریف انسان نہیں ہیں۔

عورتیں عبادت میں مردوں کیساتھ شریک ہیں

دور جاہلیت میں عورتوں کی ذلت، رسوائی، کس مپرسی اور گردن زدنی ہونا آپ معلوم کر چکے ہیں۔ اس نے جہاں عورت کا تقدس اور صحیح مقام اسے بخشا ہے وہاں عبادات میں بھی خالق لایزال نے اسے مردوں کے ساتھ شریک کیا ہے۔ یعنی جس طرح مرد عبادت کے ذریعہ قرب خداوند حاصل کرتے ہیں اور نجات اخروی پاتے ہیں، اسی طرح عورتیں بھی مردوں کی طرح عبادت کرکے اللہ تعالی کی مقرب بن سکتی ہیں۔ نسائی شریف اور وسائل الشیعہ میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے ایک دفعہ رسول ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور!

مردوں کا ذکر نہیں آتا۔ آپ فرماتی ہیں۔ ایک دن میں بیٹھی اپنے سر کے بال درست کر رہی تھی کہ میں نے حضور ﷺ کی آواز منبر پر سنی۔ میں بالوں کو یونہی لپیٹ کر حجرے میں آ گئی تو حضور اس وقت یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔

(پ۲۲ع۲)

مسلمان مرداور مسلمان عورتیں، ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں بردار عورتیں راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے ،والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں ،اپنے نفس کی نگہبان کرنے والے مرد اور نگہبان والی عورتیں، کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ،ان سب (مردوں عورتوں) کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے؟

غور فرمائیں کہ اللہ تعالی نے مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی ذکر فرمایا ہے اور جس طرح مردوں کو مسلمین کہا ہے اس طرح عورتوں کو بھی مسلمات فرمایا ہے۔ مرد مومنین ہیں تو عورتیں بھی مومنات ہیں۔ مرد قانتیں ہیں تو عورتیں بھی قانتات ہیں مرد صادقین ہیں تو عورتوں بھی صادقات ہیں۔ خاشعین مرد ہیں تو خاشعات عورتیں بھی ہیں۔ متصدقین مرد ہیں تو متصدقات عورتیں بھی ہیں۔ مرد صائمین ہیں تو صائمات عورتیں بھی ہیں۔ حافظین فروج مرد ہیں تو حافظات عورتیں بھی ہیں۔ ذاکرین مرد ہیں تو ذاکرات عورتیں بھی ہیں۔ تو مردوں کے ساتھ عورتیں برابر شریک عبادت ہیں۔ بارگاہ لم یزل میں دونوں حاضری کا شرف پارہے ہیں۔ اور پھر بخشش اور اجر عظیم کی خوشخبری دونوں کو مل رہی ہے ذکور و اناث فردوس مکان ہیں اور مغفرت کے آب حیات سے سرشار ہیں۔ کتنا شرف بخشا اسلام نے معاشرہ کی راندی ہوئی عورت کو۔

عورت! شکر کر اس رب لایزال کا جس نے مرد کے دوش بدوش تجھے دخول جنت کا پروانہ دے دیا۔

فردوس مکان ذکور واناث

بہشت میں جانے کے لئے مذکورہ آیت میں دس نیک صفتیں گنائی ہیں۔ وہ روزہ مہر گردوں جو افسانہ و افسوں ہے کہ اندر یعنی اس فانی زندگی میں دس چھلکتے جام۔ ارم بدوش جام نوش جان کر لینے چاہئیں۔

مومنہ عورت کی منزل چرخ نیلی فام سے پرلے ہے

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں دو مومنہ موحدہ عورتوں کا حال بیان کیا ہے تا کہ مسلمان ان پاک باز عورتوں کے نقش قدم پر چل کر اپنی منزل کو پالیں۔ خصوصا عورتیں ان زنان نیک طینت و پاک رو کے ایمان کی روشنی میں گام فرسا ہوں۔

حضرت آسیہ کا آوازہ حق

پہلی عورت حضرت آسیہ فرعون ظالم، جابر بادشاہ تھا۔ اس نے خدائی کا دعوی کر رکھا تھا۔

اللہ تعالی فرماتا ہے۔ فحشر فنادی فقال انا ربکم الاعلی (پ ۳۰) فرعون نے (مصر کے لوگوں کو) اکٹھا کیا۔ پھر پکارا پس (

تخت آبنوس پر بیٹھ کر) کہا۔ میں ہوں پروردگار تمہارا سب سے بلند اس کی بیوی حضرت آسیہ نے فرعون کے دعوی خدائی کے خلاف آواز بلند کی اور کہا لا الہ الا اللہ۔ کوئی معبود اللہ کے سوا نہیں ہے۔ وہی مارنے والا جلانے والا ہے، حاجت روا، مشکل کشا، دور نزدیک سے سننے والا ہے۔ بیمار کرنے والا ، شفا دینے والا ، عزت دینے ولا ، ذلت دینے والا ، شاہ بنانے والا ، گدا بنانے والا ، ہے، کوئی جن فرشتہ پیغمبر، آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق میں سے اس رب لایزال کی ذات اور صفات میں شریک نہیں ہے۔ قیام صرف اسی ذات لم یزل کے لئے ہے۔ رکوع اور سجدہ قولی بدنی اور مالی عبادت کا تنہا اللہ تعالے ہی حق دار ہے۔ ازل اس کے لئے ، ابد اس کے لئے ہے اس کے سوا سب نیست و نابود اور فنا ہونے والے ہیں ۔اے فرعون ! اس جھوٹی خدائی سے توبہ کر۔ یہ خدائی مٹ جانے والی ہے اور تو موت کی آغوش میں جانے والا ہے تو رب الاعلی نہیں ہے بلکہ موسیٰ ؑ کو اپنا رسول بنا کر ہم میں مبعوث کرنے الا سبحان ربی الاعلی ہے۔ میں سچے دل سے ،پورے خلوص سے شہادت دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور موسیٰ اللہ کا رسول ہے۔ اے حقیر پانی کا بوند ! مان لو موسیٰ کو اللہ کا رسول۔

حضرت آسیہ کی حق للکار سے فرعون کے ایوان کبر وغرور میں زلزلہ آ گیا۔ توحید کی ضرب کاری سے فرعون مصر کی خدائی کا محل دھڑام سے زمین پر آ گرا۔ آسیہ کے دل بحر ذخار کی موجیں جھوٹے رب کے دعوں کے خس وخاشاک کو بہا کر لے گئیں سارے ملک میں ہلچل مچ گئی اور فرعون کے نام سے لرزنے والے لوگ اس عورت کی جرائت اور بے باکی پر حیران رہ گئے۔

جرائت آموز شیر بیشہ، حضرت آسیہ کے آوازۂ حق سے فرعون تلملایا اور حواس باختہ ہو گیا۔ غیظ وغضب کے عالم میں بولا ۔آسیہ ! تم نہیں جانتی کہ میں ذی الاوتاد یعنی میخوں والا مشہور ہوں کہ میں جس پر غضب ناک ہو جاؤں اس کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گاڑ کر موت کا مزا چکھا دیتا ہوں۔ تمہیں کس چیز نے میری بغاوت پر اکسایا۔ میری قلمرو جبروت میں تمہای اتنی دیدہ دلیری، مخالفت اور سرکشی ؟ کیا میرے غضب کے سامنے ٹھہر سکو گی ؟ تم میری عقوبت اور سزا کا تصور نہیں کر سکتی ۔ خبردار ! چشم زدن میں تم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دوں گا۔ ہوش کے ناخن لو اور میری اطاعت کا پھندہ اپنی گردن میں ڈال لو۔ میرے دعوی انا ربکم الاعلی کے حصار میں پناہ لو۔

خدائے لم یزل کے در پر دائم پڑی ہوئی ، دنیا و مافیہا سے بے نیاز آسیہ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ موت کے سناٹے میں کھو جانے والے بے بس انسان ! ظلمت کدہ گور کے ناچار زندانی ! دودۂ قبر کی قوت لا یموت ! سنو ! مجھے تمہاری دھمکیوں کی کوئی پروا نہیں۔ توحید خداوندی میرے ایمان کی چٹان بن گئی ہے۔ اللہ تعالی کی محبت میری نس نس میں رچ بس

کی ہے۔موت میرے نزدیک جان سے پیاری اور شہد سے زیادہ شیرین ہے۔میخوں والے ظالم!میرے ہاتھوں پاؤں میں میخیں جلد گاڑ تا کہ موت مجھے آغوش میں لے کر میری منزل تک پہنچادے۔میں دیدار رب العالمین کے لئے سخت بیتاب ہوں۔فرعون نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھوں پاؤں میں میخیں گاڑی جارہی تھیں اور جلاد زور زور سے ہتھوڑے چلا رہے تھے،تو مومنہ موحدہ کا دم واپسیں آ پہنچا۔اس وقت اس نے اللہ کی جناب میں دعا کی جسے اللہ تعالے نے قرآن مجید میں بیان فرمادیا ہے۔آسیہ نے کہا۔

اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظلمین (پ۲۸ ع ۲۰)

جس وقت کہا اس عورت (آسیہ) نے،اے رب میرے بنا واسطے میرے نزدیک اپنے گھر (میرا) بہشت میں اور نجات دے مجھ کو فرعون سے اور اس کے عمل سے اور نجات دے مجھ کو ظالموں کی قوم سے

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی ستارے جس کی گرد راہ ہیں وہ کارواں تو ہے

عورتوں کو غور کرنا چاہیئے کہ آسیہ بھی ایک عورت تھی۔اس نے فرعون کی خدائی پر لات مار کر اللہ تعالی کی محبت میں جان دے دی اور خدا تعالی کی جناب میں دعا کی کہ میرا گھر بہشت میں اپنے پاس بنانا۔اللہ تیری جدائی اور دوری میں برداشت نہیں کرسکتی۔عندک اپنے پاس،اپنے نزدیک،اپنی جوار میں،اپنے قرب میں۔

فضا تیری مہ و پرویں سے ہے ذرا آگے۔قدم اٹھا یہ مقام آسماں سے دور نہیں

حضرت مریم عفیفہ

ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمت ربھا وکتبہ وکانت من القنتین (سورہ تحریم آیت ۱۲)

اور (یادکرو حال) مریم بنت عمران (کا) جس نے محافظت کی شرمگاہ اپنی کی۔پس پھونکا ہم نے اس میں روح اپنی کو۔اور (وہ) مانتی تھی اپنے پروردگار کی باتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور وہ تھی فرماں برداروں سے۔

نوٹ:اہل ایمان کے لئے اللہ تعالی نے دوسری مثال عمران کی بیٹی حضرت مریم کی بیان فرمائی ہے یہ عورت بڑی پاکباز شرم وحیا کا مجسمہ تھی۔اس نے اپنی شرمگاہ کی پوری پوری حفاظت کی اور بدی بے حیائی سے پوری طرح نا آشنا تھی۔پھر ہم نے جبرئیلؑ کے ذریعہ عیسےؑ کی روح کو اس کے گریبان میں پھونک دیا اور اس طرح کنواری مریمؑ نے بچہ جنا۔ حضرت عیسیؑ مریم نے اپنے پروردگار کے تمام احکام،ارشادات اور اس کی کتابوں کو سچا جانا،سب کی تصدیق کی اور وہ اپنے پروردگار کی بڑی ہی فرماں بردار اور اطاعت گذار تھی۔

حضرت آسیہ اور حضرت مریمؑ دونوں کی زندگی آج کل کی عورتوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

دم عارف نسیم صبح دم ہے۔اسی سے ریشہ معنی میں نے ہے

نامحرم کو دیکھنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ۔ لعنت کرے اللہ تعالیٰ اس شخص پر جو اجنبی عورت کو (قصداً) دیکھے اور لعنت کرے اللہ تعالیٰ اس پر جو اپنے آپ کو (بلاضرورت) کسی نامحرم کو دکھلائے۔(رواہ البیہقی)

نوٹ: یہ نظروں کے تیر ایک دوسرے کو گھائل کر دیتے ہیں۔ اس سے فتنے پیدا ہوتے ہیں اور انجام بدکاری پر منتج ہوتا ہے آج کل یہ وبا زوروں پر ہے۔ گلیوں، کوچوں، بازاروں گزرگاہوں، ریلوے اسٹیشنوں، میلوں، اجتماعوں میں بے محابا غیر نظریں اٹھتی ہیں اور دیکھنے والے اور دکھلانے والیاں حدیث کی رو سے ملعون ہوتے ہیں۔ غور کریں جس فعل کو رسول اللہ ﷺ لعنتی کہیں۔ ناظر کو ملعون اور منظور الیہ کو بھی ملعون فرمائیں وہ کس قدر خدا کی رحمت سے دور اور عذاب کے قریب ہو جائیں گے۔ بیاہ شادی کے موقعوں پر عورتیں اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر بارات والوں کو تاکتی جھانکتی ہیں۔ دولہا کو خاص طور پر سے نظر جماتی ہیں اور کچھ پروا نہیں کرتیں کہ وہ ملعون ہو رہی ہیں۔ ان پر لعنت برس رہی ہے۔ اس نظر بازی سے پرہیز کرنی چاہیئے۔

ہاں پہلی نظر جو اتفاقاً کسی عورت پر پڑ جائے اس کا کوئی گناہ نہیں۔ پھر بار بار دیکھنا گنہگار بنا دیتا ہے۔

میاں بیوی کو آپس میں اچھا برتاؤ کرنا چاہیئے

معاذ بن جبل روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

نہیں ایذا دیتی کوئی عورت اپنے خاوند کو دنیا میں مگر کہتی ہے اس کی (جنت کی) بیوی حور عین۔ نہ ایذا دے تو اس کو (نیک موحد مومن مرد کو) اللہ مارے تجھ کو (یعنی اپنی رحمت سے دور کرے تجھ کو) وہ تو تیرے پاس (چند روز کا) مہمان ہے۔ قریب ہے وہ تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس (بہشت میں) آئے گا۔(ترمذی۔ ابن ماجہ)

خاوند کو دکھ نہ دو

عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے خاوندوں سے ناحق لڑتی جھگڑتی نہ رہیں۔ انہیں تنگ نہ کیا کریں۔ انہیں ستاتی نہ رہا کریں۔ ایسے نیک، پرہیزگار خاوند کی ایذا پر بہشت کی حوریں کہتی ہیں۔ اے بدبخت عورت! اپنے نیک خاوند کو دکھ نہ دے۔ بلکہ اس کی خدمت کر۔ اسے خوش رکھ۔ یہ تو چند روز کا تیرا مہمان ہے۔ جلد تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔ لہذا اس تھوڑے وقت کو غنیمت جان کر اس سے حسن سلوک سے پیش آ۔ تاکہ اللہ تجھ سے راضی ہو جائے۔

عورتوں سے نیک سلوک کرو

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا حق ہے بیوی کا اس کے مرد پر؟ آپ نے فرمایا۔کھلا تو اس کو جب کھائے تو پہنا تو اس کو جب پہنے تو۔اور نہ مار تو اس کے منہ پر۔اور نہ کہہ برا کرے اللہ تیرا۔(یعنی اس کو گالی نہ دے۔یا اس کے فعل کو برائی کی طرف نسبت نہ کر)اور نہ جدا ہو تو اس سے مگر گھر میں۔(ابوداؤد۔ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے ساتھ بڑے حسن سلوک سے پیش آتے رہنا چاہیئے۔انہیں کھلانے پلانے اور پہنانے میں دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔کسی طرح بخل سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور اگر کبھی ان سے بڑی بھاری غلطی ہو جائے۔کوئی خلاف شرع کام کر بیٹھیں۔تو ان کو منہ پر نہ ماریں۔کسی اور جگہ مار لیں۔اور ایسا نہ ماریں کہ کوئی ہڈی ٹوٹ جائے۔قرآن مجید میں بھی واضر بوھن آیا ہے۔کہ عورتوں کو ان کی انتہائی سرکشی پر مارو ان کو ایسی مار نہ مارو کہ ہڈی پسلی توڑ دو۔اور حضورﷺ نے فرمایا۔عورتوں کو برا نہ کہو۔یعنی گالی نہ دو ان کو۔یا یہ نہ کہو ۔خدا تجھے برباد کرے۔خدا تیرا برا کرے وغیرہ۔نیز فرمایا۔ولا تھجر الا فی البیت۔اور جدا نہ ہو اس سے مگر گھر میں۔یعنی بستر سے جدا ہو جا۔لیکن چھوڑ کر کہیں اور جگہ نہ چلا جا۔

یعنی نرمی اور محبت کے ساتھ زندگی گزار لو۔سختی کرنے سے پسلی ٹوٹ جائے گی۔یعنی طلاق ہو جائے گی۔اور طلاق تک نوبت ہرگز نہ آنے دو۔ہر صورت نباہ کرو!نباہ کرو!نباہ کرو!

لیکن یاد رہے کہ یہ سلوک اس عورت کی ضد،ہٹ اور آڑ کے مقابلہ میں کریں جو نیک،پرہیز گار،صوم وصلوۃ کی پابند،شرمو حیا والی خاتون ہو۔اور اگر عورت بے نماز،بے دین اور نصیحت کرنے کی بھی پرواہ نہ کرے تو اسے طلاق دے کر گھر سے رخصت کر دینا چاہیئے۔

فروغ شعلہ خس یک نفس ہے ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

عورتیں نرم لہجے سے بات نہ کریں

آگے ارشاد فرمایا۔تم کیا کرو یعنی جب امت کے مردوں سے بات کرو تو بات میں خضوع نہ ہو۔رقیق اور نرم کلام نہ ہو۔ میٹھی اور سریلی آواز سے بات نہ کرو۔جیسے عورتوں کی جبلت میں نرم کلامی ہوتی ہے۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے تھے۔منافق فاجر بھی آتے تھے۔پھر حضور کی وفات کے بعد زیادہ احتمال ہے کہ ایسے لوگ ازدواج مطہرات کے پاس مسائل دریافت کرنے کو آئیں۔اس لئے اللہ تعالی نے (جو طبائع کا خالق ہے)ان پاک بیبیوں کی

ارشادفرمایا۔فلاتخضعن بالقول (مردوں سے) نرم لہجے سے بات نہ کریں۔

تا کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ لالچ کرے۔کوئی (فاسد) خیال کرے۔یعنی نرم لہجے میں بات سن کرکوئی منافق مکارآدمی دل میں فاسد خیالات اور طمع جمالے۔اور ارادہ ء کرلے کہ ایسی نرم اور پیاری آواز والی عورت کے ساتھ رابطہ قائم کرنا چاہیئے وغیرہ۔

وقلن قولامعروفا۔اورقول معروف کہو۔قاعدے کے مطابق بات کرو۔صاف اورقدرے سخت بات کرو۔لیکن ایسے طور سے بات نہ ہوکہ اس میں بدتمیزی اور بداخلاقی پائی جائے۔متانت،سنجیدگی اورقدرے رعب سے بات ہونی چاہیئے۔ اورمختصر

بن سنور کر بے پردہ باہر نہ پھرو

ارشاد ہوتا ہے۔ولاتبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی۔

اور (اے پیغمبر کی بیبیو اور سب مسلمان عورتو!) زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق نہ پھر۔

قدیم زمانہ نادانی میں عورتیں بن سنور کرمٹک چٹک دکھلاتی چال کے ساتھ باہر پھرتی تھیں۔سر پر اوڑھنی برائے نام ہوتی تھی بے حجابی اور بے پردگی کے ساتھ حسن کی نمائش کرتی پھرتی تھیں۔میلوں ٹھیلوں میں عورتیں اور مرد اکٹھے گھومتے اور بے حیائی کے مظاہرے کرتے تھے۔اللہ تعالی نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ پہلے زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح بے پردہ۔برائے نام دوپٹہ دسر پر یا گلے میں ڈال کرمیک اپ کے ساتھ۔بن سنور کر،گلیوں،بازاروں،گزرگاہوں، میلوں اور مینابازاروں میں نہ پھریں نہ گھومیں،یہ ہے تبرج جاہلیہ۔اس سے بچو۔خواتین کرام! یہ مولویوں کا فتوی نہیں ہے کہ ان کے پیچھے پڑجاؤ۔آپ پڑی لکھی شریف زادیاں ہیں۔قرآن مجید پارہ ۲۲ اور پہلے رکوع میں خود پڑھ لیں۔اور بحیثیت مسلمان مستورات اورقرآن مجید پرایمان رکھنے والی مومنات ہوکراپنے ایمان اورضمیر سے پوچھ لیں۔کہ انہیں کیا کرنا چاہئیے ۔

وہ آنکھ کہ ہے سرمہ افرنگ سے روشن

پرکاوروخن ساز ہے نمناک نہیں ہے

حسن مجروح

کوئی غیرت مند باپ یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی بدمعاش اس کی جوان بیٹی کی طرف گھورے۔اور نہ ہی کوئی غیور

خاوند یہ گوارا کرسکتا ہے کہ کوئی غنڈہ اس کی بیوی کو نظر بد سے دیکھے۔ لیکن عقل مستور نسوانی پیکر کو عریاں دیکھنے تلی بیٹھی ہے ۔عریانی اور بے حجابی آجکل فیشن میں داخل ہے۔ اس فیشن کو اپنانے والی عورت ماڈرن خاتون کہلاتی ہے۔ اور ماڈرن ہونے کے شوق کی سماعت قرآن اور حدیث کی آواز سننے سے مرض وقر سے دوچار ہے۔

آئی تھی کوہ سے صدا راز حیات ہے سکوں

کہتا تھا مور ناتواں لطف خرام اور ہے

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ عورت ایک انتہائی خوبصورت اور نازک آبگینہ ہے۔ حسن کے شاہکار، اس آبگینہ کی جتنی بھی حفاظت کی جائے۔ اور جس قدر اس تابان اور درخشندہ ہیرے کو عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا جائے۔ چوروں، ڈاکوؤں، حاسدوں، قمیصوں اور نظر بازوں سے بچایا جائے۔ اس حوروش کو چراغ خانہ بنایا جائے۔ اتنے ہی ان خورشید خدوں کی فطرت کے آفتاب اور پاکیزہ قدروں کے ماہتاب آپ کے معاشرہ کی دنیا کو خوشنودی حق تعالی، خیر وبرکت اور تقوی کے نور سے بھر دیں گے۔ اور عورت کی حقیقی عزت، حرمت، عصمت اور آبرو کی لیلائیں مبارک بادی کے محملوں میں بیٹھ کر آپ کے دروازوں پر دستک دیں گی۔

لیکن افسوس! عورت اس دور میں اس قدر ذلیل ورسوا ہے کہ اسے نمود حسن کے نشہ میں اتنا پتہ نہیں رہا کہ وہ کس طرح ذلیل اور رسوا ہورہی ہے۔ شاطر اور ہوس زر کے غلام دکاندار (اسلام کی پیروی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یورپ کی تقلید میں) اپنی دکانوں پر خوبصورت لڑکیاں ملازم رکھتے ہیں۔ جو گاہکوں کو مال دکھاتی، قیمت بتاتی اور فروخت کرتی ہیں ۔دکان پر ایسی لڑکیاں سیلز مین کا کام کرتی ہیں۔ وہاں خریداروں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ آہ! دکان کا مال بیچنے کے ساتھ لڑکیوں کے حسن وجمال حرکات وسکنات اور اشاروں کنایوں کو بھی بیچا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر عورت کی اور کیا تذلیل ہوسکتی ہے؟ دفاتر میں بھی مردوں کے ساتھ عورتیں ملازمت کرتی ہیں۔ وہاں بھی مرد وارید اور خرمہروں کا خلاملا عورت کی عزت وعصمت کیلئے زبوں ہے۔

بے شمار عورتیں شاپنگ کے لئے دکانوں پر جاتی ہیں۔ او دکانداروں کی نظروں کے تیروں سے چہرے زخمی کر کر لوٹتی ہیں ۔اور ماڈرن ہونے کے نشہ میں نہیں سمجھتیں کہ ان کی عزت وعصمت کا چاند گہنا گیا ہے۔ بعض نوجوان غیر شعوری طور پر اپنی بنی سنوری رفیقہ حیات کو ساتھ لے کر بازاروں میں گھومتے ہیں تا کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ خدا تعالی نے اسے کتنی خوبصورت بیوی عطا کی ہے۔ حالانکہ عقل وشعور کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس ہیرے کی کنی کو ڈبیہ میں بند رکھتا۔ تا کہ شیطانی نظروں سے محفوظ رہتی اور خاوند کی غیرت کا سندس بھی چاک نہ ہوتا۔

پورے میک اپ کے ساتھ بے پردہ عورتیں گلیوں، بازاروں، شاہراہوں، گزرگاہوں، کلبوں، محفلوں اوسوسائٹیوں میں محو خرام ہوتی ہیں۔لاکھوں شہوانی نگاہوں کے کروڑوں تیر انمادشون کے چہروں اور جسم کے دوسرے بے حجاب حصوں کو زخمی کرتے ہیں۔اور حسن مجروح کی یہ لیلائیں جب گھر آتی ہیں تو نہیں سمجھتیں کہ وہ (لہولہان) ہو کر لوٹی ہیں۔ چیچک کے داغ تو چہروں پر نظر آتے ہیں۔لیکن بری نظروں کے تیروں کے زخم اور جسم سے بہتاہوُا خون ان کو نظر نہیں آتا ہے۔جنھیں خوف خدا لرزہ براندام رکھتا ہو اور انکی نظر آتا ہو۔اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں قوام بنایا ہے۔لیکن وہ بجائے قوام ہونے کے عورتوں کے حضور ریشہ خطمی بن گئے ہیں اور انہوں نے عورتوں کو کھلی چھٹی دے دی ہے۔اللہ غریق رحمت کرے اکبر الہ آبادی نے کتنی حق بات کہی ہے۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیباں۔اکبرزمین میں غیرت قومی سے گڑ لیا

پوچھا جوان سے بیبیو پردہ وہ کیا ہوا۔کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا!

فلم انڈسٹری میں عورت کی ذلت کی حد ہو گئی ہے۔میک اپ میں کوئی کسر چھوڑے بغیر بن سنور کر، پیشانی کے چاند، مخمور آنکھوں کے نشان، گالوں کی صبح درخشان سینے کے ابھار آداؤں کے مہ پاروں، حرکات اعضاء کی مہ وشوں، آواز کے سحر اور رقص کی قیامت قامتی کے، عورت ہی تماشائیوں سے سودے کرتی ہے۔اگر حیا، شرم، عفت او عصمت کوئی شئی ہے تو کیا فلمی دنیا، ریڈیو اور ٹی۔وی کے اداروں سے ان کا جنازہ نہیں نکل گیا۔

علامہ اقبال کہتے ہیں۔

تیری زندگی ایسی سے فرمارہے ہیں۔جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو روسیاہی

اخباروں اور رسالوں والے بھی خوب صورت عورتوں کی مختلف پوزوں میں تصوریں چھاپ کر ان کے بالوں کے سنبل و ریحان، آنکھوں کے رس اور نگاہوں کی برق اور دیگر جاذب نظر عریان اعضاء کی نمود بیچتے ہیں تا کہ اخبار ورسائل کی اشاعت بڑھے۔اگر اخبار جہاں میں فرشتوں کو مائل کر لینے والی عورتوں کی تصویریں نہ ہوں تو اس کی اتنی اشاعت ہرگز نہیں ہو سکتی۔افسوس عورتیں کئی بے معنی باتوں پر تو جلوس نکالتی رہتی ہیں۔لیکن جلوس نکالنا تو درکنار، وہ اس بات پر ٹس سے مس نہیں ہوتیں کہ وہ کس طرح بے شمار طریقوں سے ذلیل ورسوا ہو رہی ہیں۔اور اس نمود، بے حجابی بے پردگی اور ذکورواناث کے غلط ملط کو اپنی عزت، وقار اور شان سمجھتی ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد۔جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حیا

الحیا من الایمان

حیا ایمان سے ہے۔ جب حیا اور شرم نہ رہے۔ تو ایمان معوج، مفلوج اور مردہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر بے حیا ہر وہ بات کر گزرتا ہے جو ایمان کے منافی ہوتی ہے۔ دنیائے حیاء کے فرماں روا حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا ہے۔

اذا لم تستحی فاصنع بماشئت۔ جب تجھ میں حیا نہ رہے۔ تو پھر جو چاہے کر؛ (بحار الانوار ج ۳ ص ۳۵۴)

یعنی بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جس شخص میں حیا نہ رہے۔ پھر اس کو کھلی چھٹی مل جاتی ہے۔ وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ ہر وہ عورت اور مرد جس کا اللہ تعالی کے معبود برحق ہونے پر ایمان ہے۔ اور قرآن مجید کو خدا کا کلام، وحی الہی مانتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ من لا حیا لہ لا دین لہ کہ جس کے پاس حیا نہیں اس کا کوئی دین نہیں ہے۔ رسولخدا ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

تم میں سے کوئی ایمان دار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں (محمد ﷺ) بہت پیارا ہو جاؤں اس کے نزدیک اس کے باپ سے اور اس کی اولاد سے اور تمام لوگوں سے (مشکوۃ)

مطلب یہ ہے کہ رسول ﷺ کے اقوال وافعال پر عمل کرنے کے لئے ہر آڑے آنے والی چیز کو ٹھکرا دینا چاہیئے۔ امتثال اوامر میں اگر والدین، اولاد، تمام جہان، دنیا، مافیہا روک بنیں تو سب کو تج دیں۔ یہ مطلب ہے حضور ﷺ کو ہر چیز سے بڑھ کر پیارا جاننا اور ماننا۔ احب الیہ کی مینا سے زلال جانفزا پی کر خیابان ارم میں محو خرام ہونا۔

زبان وحی بیان سے حضرت رحمت للعالمین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لماجئت بہ تم میں کوئی ایمان دار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ ہو جائے خواہش اس کی تابع اس چیز کے جو میں لایا ہوں۔ (مشکوۃ)

رسول ﷺ امت کے لئے کیا لائے ہیں؟ قرآن اور اس اپنا عمل لائے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جب تک مسلمان اپنی خواہش کو کتاب وسنت کے تابع نہ کر دیگا۔ وہ نہ ایمان دار ہے نہ مسلمان۔ پس عورتوں کو اپنی تمام خواہشات فرمان سید البشر ﷺ کے ارشاد کے تابع کر دینی چاہئیں۔ یعنی خواہش حدیث اور سنت پر غالب نہ آنے پائے۔ بلکہ ارشاد مصطفوی کے نور کے سامنے وہ تاریکی مٹ جائے۔ اور حضور کے ارشاد کے سامنے اپنی خواہش مٹانے والی عورت سراپا نور بن جائے گی۔ کہ اس کے حسن کو دیکھ کر حوران جنت رشک کریں گی۔

حیا کا تقاضا

اب جب عورتیں آرائش جمال کے ساتھ ہوکر، بے پردہ، گلیوں، بازاروں، شاہراہوں، کلبوں، مینابازاروں، سوسائٹیوں اور محفلوں میں آئیں جائیں۔ تبرج جاہلیہ کی راہ اور لوگوں کو دعوت نظارہ دیں۔ ذرا ضمیر سے پوچھ کر بتائیں۔ کہ کیا پیراہن حیاء تار تار نہیں ہو جائے گا۔ شرم کے خرمن کو آگ نہ لگ جائے گی۔

اوپر آپ پڑھ آئے ہیں۔ ایک حدیث کا ترجمہ۔ بے حیاء باش ہر چہ خواہی کن، پھر بے حیائی سے جو رسول ﷺ کی نا فرمانی ہوگی اس پر اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوگا۔

جس پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ناراض ہوں، اس کا کیا حشر ہوگا؟ آخر ایک دن اس جہان آب وگل کو چھوڑنا ہے۔ اور اسلام کے عقیدے کے مطابق آخرت میں اللہ کے سامنے جانا ہے۔ پھر بے حیاء لوگ اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے

عیش منزل ہے غریبان محبت پہ حرام۔ سب مسافر ہیں بظاہر نظر آتے ہیں مقیم (اقبال)

حیاء کی تائید و تاکید میں رسول ﷺ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنۃ والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار۔ (مشکوۃ)

شرم وحیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان دخول جنت کا باعث ہے۔ اور بے حیائی جفا ہے اور جفا دخول دوزخ کا باعث ہے۔

شرم وحیا کے متعلق یہ ارشاد نبوی ﷺ صرف ان مردوں اور عورتوں کے لئے مفید اور کارگر ہو سکتا ہے جو حضور انور ﷺ کی ذات اور فرمان کو دنیا و مافیہا سے بڑھ کر پیارا اور محبوب جانتے ہیں۔ جو نطق رسالت مآب ﷺ کے مقابل ہر روک ورکاوٹ کو پائے استحقار سے ٹھکرانا تقاضائے ایمان سمجھتے ہوں۔ اور استرداد مانع کے بعد عمل بالحدیث سے حظ ایمان پاتے ہوں۔

بدنظری کے تیر بے حیائی کی کمان سے چھوٹتے ہیں

مردوں کو حکم

اسلام میں بدنظری کو آنکھ کا زنا قرار دیا ہے۔ اس لئے آنکھوں کے متعلق قرآن نے خصوصی حکم دیا ہے۔

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم۔ ذالک ازکی لھم، ان اللہ خبیر بما یصنعون۔ (پ۱۸ع۱۰)

کہہ دیجئے ایمان والوں سے۔ کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور اپنے ستر کی حفاظت کریں۔ ایسا کرنے میں ان کے لئے پاکیزگی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو اسکی خبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ نظر کا فتنہ بڑا مہلک اور خطرناک ہوتا ہے۔ جونہی کسی مہ جبیں پر نظر پڑی تو اس کا حسن و جمال دیو سرکش بن کر دیکھنے والے کے خون میں گردش کرنے لگتا ہے جو اس کو کسی صورت چین نہیں لینے دے گا۔ نہ صرف معمول زندگی ہی

متاثر ہوگا بلکہ رات کی نیند بھی عنقا ہو جائے گی اور اسے کسی کروٹ چین نہ آئے گا۔ دل اڑے گا کہ ھراس مہ جبیں کو دیکھے ۔اس سلسلہ میں اس کی آبرو اور عزت پر بھی حرف آئے گا۔ اور بدنامی بھی ہوگی۔ اور اگر بار بار کوچۂ محبوب میں پھیرے لگائے گا تو ہوسکتا ہے کہ جوتے بھی کھائے۔ یہ سب کارستانی بدنگاہی کی ہے۔ اس لئے اللہ تعالی نے نظر نیچی رکھ کر چلنے کا حکم دیا ہے تاکہ نظر پڑے اور نہ فتنہ جاگے۔

عورتوں کو حکم

مردوں کی طرح عورتوں کو بھی حکم دیا گیا ہے۔ قل للمومنات یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن۔ (پ۱۸ع ۱۰)

کہہ دیجئے ایمان والی عورتوں کو کہ نیچی رکھیں نظریں اپنی اور حفاظت کریں اپنے ستر کی۔ ایسا کرنے میں ان کے لئے پاکیزگی ہے۔

یعنی عورتیں اگر ضروری کام کے لئے باہر جائیں تو چادر اوڑھ کر جائیں اور نظریں نیچی رکھیں اور اپنا راستہ چلی جائیں۔ کیونکہ ضروری کام کے لئے عورت باہر جا سکتی ہے۔

یہ شریف لوگوں کی شریفانہ روش ہے کہ مرد بھی نیچی نگاہیں رکھ کر اپنی راہ پر چلے جائیں اور عورتیں بھی نیچی نگاہوں کے ساتھ اپنے راستہ پر چلی جائیں۔ اس طرح تاک جھانک نہ ہوگی اور نہ فتنہ آٹھے گا اور بے حیائی کا سدباب بھی ہو جائے گا

بے حیائی سے بچنے اور پاک دامنی کی بارے میں ارشادات خیر الوری ﷺ

بے حیائی اور بدکار، پاک دامنی اور عصمت کی ضدیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان ضدوں کا قلع قمع کر دیا اور عفت اور پاک دامنی لوگوں کی ہڈیوں میں رچانے بسانے کے لئے بہت سے ارشادات کے موتی بکھیرے ہیں۔ عالم سید الکونین ﷺ نے فرمایا۔

یاشباب احفظوا فروجکم لاتزنوا الا من حفظ فرجہ فلہ الجنۃ۔ (حاکم بیہقی)

اے قریش کے نوجوانو! اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ زنا نہ کرو۔ خبردار! جو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے گا، اس کے لئے جنت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نوجوانوں کو پاک دامنی اور پرہیزگاری کی نصیحت فرمائی ہے۔ کیونکہ زیادہ نوجوانوں پر ہی شہوت غلبہ کرتی ہے۔ فرمایا زنا سے بچو۔ جو زنا سے بچے گا اور ستر کی حفاظت کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ ویسے یہ حکم تمام مردوں اور عورتوں کے لئے ہے۔

آبروئے نسواں کا تحفظ

جس قدر اسلام نے عورت کی عصمت اور آبرو کو تحفظ دیا ہے اور اس کی پاک دامنی اور عفت کے احکام بیان کئے ہیں، کسی مذہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ از بسکہ عورت حسن و جمال کا شاہکار ہے اس لئے یہ مردوں کے لئے ایک فتنہ اور آزمائش بھی ہے۔ ایک ادائے مستانہ اس کے سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی ہے۔ یہ مقناطیس ہے جو انی مردوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ عورتیں جب بلا حجاب چلیں پھریں گی تو شعوری یا غیر شعوری طور پر دعوت نظارہ دیں گی۔
تو ناممکن ہے کہ فتنہ نہ اٹھے۔ عورتوں اور مردوں کو فتنہ اور اخلاقی برائی سے روکنے کے لئے اسلام نے احکام بیان کئے ہیں تا کہ ان کی پابندی کر کے مرد و زن دونوں پاکیزہ اور پرہیز گارانہ زندگی گزاریں۔

عورت پر تہمت لگانے کی سزا

والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتو اباربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمنین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولئک ھم الفسقون۔ (پ ۱۸ ع ۷)
اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں۔ پھر چار گواہ (ثبوت میں) نہ لائیں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور (آئندہ) ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ ایسے لوگ بدکار ہیں۔
غور کریں۔ عورت کی عزت و عصمت کی کتنی اسلام نے حفاظت کی ہے کہ ان پر تہمت لگانے والوں کو اسی کوڑے کی سزا کا حکم دیا اور آئندہ ان کی شہادت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردود ٹھہرائی ہے۔

ستر ڈھانپنا فرض ہے

جسم کا وہ حصہ ستر کہلاتا ہے جس کا ڈھانپنا فرض ہے۔ دار قطنی میں حضرت ابوایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ما فوق الرکبتین من العورۃ والسفل من السرۃ من العورۃ۔ جو کچھ گھٹنے کے اوپر ہے وہ ستر ہے (جس کا چھپانا فرض ہے) اور جو کچھ ناف کے نیچے ہے وہ ستر ہے (جس کا چھپانا فرض ہے)
یعنی مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ اس حصہ بدن کو کسی کے سامنے ننگا نہ کریں اور نہ یہ حصہ بدن کوئی دیکھیں۔ یاد رکھیں کہ ان کو ننگا کرنا گناہ ہے اور کسی کی ران کو دیکھنا بھی گناہ ہے کہ ران کو دیکھنا ستر کو دیکھنا ہے۔
احکام القرآن میں حدیث ہے۔ ملعون من نظر الی سورۃ اخیہ۔ وہ لعنتی ہے جو اپنے بھائی کے ستر کو دیکھے۔

ترمذی شریف میں ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:خبردار!کبھی برہنہ نہ ہوؤ کیونکہ تمہارے ساتھ وہ (یعنی فرشتہ) ہے جو کبھی تم سے علیحدہ نہیں ہوتا سوائے قضائے حاجت کے اور وقت مباشرت کے۔

ابن ماجہ میں ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا

:جب کوئی تم میں سے اپنی بیوی کے پاس آئے۔فلیستر۔تو اس وقت بھی اپنے ستر کو ڈھانپے اور بالکل گدھوں کے مانند ننگا نہ ہو جائے۔

عورت بھی ستر کو ڈھانپے

مردوں کا ستر تو ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے لیکن عورت کا ستر سوائے چہرے اور ہاتھوں کے تمام جسم ہے۔سوائے خاوند کے تمام مردوں اور رشتہ داروں سے ستر کا چھپانا ضروری ہے۔ابو داود میں ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الجاریۃ اذا حاضت لم یصلح ان یری منھا الا وجھھا و یدھا الی المفصل۔

لڑکی جب بالغ ہو جائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آنا چاہیئے سوائے چہرے کے اور ہاتھ کے کلائی کے جوڑ تک۔

تفسیر ابن جریر میں ارشاد خیر الوری ﷺ ہے۔عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کے لئے روا نہیں ہے کہ اپنے جسم میں سے کچھ ظاہر کرے سوائے چہرے کے اور سوائے اس کے (اس کے کا مطلب سمجھانے کے لئے) آپ ﷺ نے اپنی کلائی پر ہاتھ رکھا اس طرح کہ کلائی اور ہتھیلی کے درمیان ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔

معلوم ہوا کہ عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے چہرے اور ہتھیلی کے۔پس عورت سوائے خاوند کے اپنا ستر کسی مرد کے سامنے نہیں ظاہر کر سکتی۔خواہ باپ ہو، بھائی ہو۔

ایمان کی چاپ

جو عورتیں باریک لباس پہن کر بلا حجاب بازاروں میں جاتی ہیں اور ان پر سب لوگوں کی نظر پڑتی ہے اس سے دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ٹی۔وی۔پر گانے والیاں گاتی ہیں اور کروڑوں نگاہیں ان کے جسم کے ایک ایک حصہ پر پڑتی ہیں اور انکی حرکتیں اور ادائیں دیکھنے والوں کے دل لبھاتی ہیں۔سوچئے کہ اس تماشا گاہ عالم میں ہم کس حد تک مسلمان رہ گئے ہیں۔اور حیا جو ایمان کا جز ہے کیا اس کی چاپ بھی ہمارے ایوان ایمان میں سنائی دیتی ہے؟اور حکومت نے جو ایسی بے حیائی کے بیسیوں دریچے کھول رکھے ہیں اور وی۔سی۔آر عام کر کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو بے حیائی کا زہر پلا رہی ہے، محشر کے روز اللہ کو کیا جواب دے گی؟

بلا اطلاع اچانک گھروں میں نہ آؤ

عورتوں کی آبرو، حرمت اور احترام کی بہت پاسداری کی گئی ہے کہ گھر کے آدمی بھی جب گھر آئیں تا اندر اچانک نہ آئیں ۔اطلاع دے کر سلام کر کے اندر آئیں تا کہ مستورات کو ایسے حال میں نہ دیکھیں جس میں مردوں کو نہیں دیکھنا چاہیئے

ارشاد خداوند ہے۔

واذ ابلغ الا طفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلھم ۔(پ ۱۸ ع ۱۴)

اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو ان کو اس طرح اجازت لے کر گھر میں آنا چاہیئے جس طرح ان سے پہلے ان کے بڑے اجازت لے کر گھروں میں آتے تھے۔

یعنی پہلے تو لڑکے بلا اجازت شپا شپ گھروں میں آتے تھے۔

اب جبکہ وہ سن رشد کو پہنچ گئے ہیں اور صنفی احساس ان میں پیدا ہو گیا ہے، اب ان کو چاہیئے کہ بلا استیذان گھروں میں نہ آیا کریں ۔تا کہ وہ عورتوں کو اس حالت میں نہ دیکھیں جس حالت میں مردوں کو نہیں دیکھنا چاہیئے۔

عورتوں کی حرمت کا یہاں تک پاس ہے کہ غیر مردوں کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل نہ ہوں۔

ارشاد ہوتا ہے:

یایھا الذین امنو لاتد خلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا۔(پ ۱۸ ع ۱۰)

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک گھر والوں سے اجازت نہ لے لو۔ اور جب داخل ہونے لگو تو گھر والوں کو سلام کرو۔

یہاں تک حکم دیا گیا ہے کہ کسی کے مکان میں جھانکو تک نہیں۔

تا کہ عورتوں کی بے حرمتی نہ ہو۔ بخاری شریف میں ارشاد حضرت ختمی مرتبت ﷺ ہے۔اگر کوئی شخص کسی کے مکان میں بلا اجازت جھانکے تو اہل خانہ کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔

عورت کا مقام گھر ہے

وقرن فی بیوتکن ۔اور قرار پکڑی رہو اپنے گھروں میں۔(قرآن)

یعنی اے عورتو! تمہاری جگہ گھر ہے۔ گھروں میں رہو۔ گھر کا سب کام کاج کرو۔ کھانا پکانا، بچوں کی خبر گیری کرنا، انہیں نہلانا پہنانا، ان کی دیکھ بھال اور تربیت کرنا، گھر کا انتظام کرنا، یہ سب کام تمہارے ذمہ ہیں۔ باہر کے سب کاموں کے

ذمہ دار مرد ہیں۔ تم گھر کی ملکہ بن کے گھر کے اندر راج کرو۔ شادی شدہ عورتیں اسی لئے قصر امار میں داخل ہوئی ہیں۔ باہر دکانوں سے گوشت، آلو، مٹر، کدو، کریلے وغیرہ سبزی، مرچ، ہلدی، نمک، دالیں، صابن وغیرہ وغیرہ بھی عورتیں ہی لاتی ہیں۔ یہ کام خواہ مخواہ عورتوں نے اپنے ذمہ لے رکھے ہیں۔ یہ سودا سلف خریدنا مردوں کا کام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ گھر کے لئے یہ چیزیں خریدنے والی عورتیں بڑی شریف، نیک اور اچھے اخلاق و کردار والی عورتیں ہیں۔ لیکن حکم اور چیز ہے اور وہ حکم یہ ہے۔ وقرن فی بیوتکن۔ اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔

گھروں سے بات جانے کی اجازت ہے

یا یھا النبی ذ ّ خک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفورا رحیما۔ (پ ۲۲ ع ۵)

اے پیغمبر ﷺ! اپنی بیبیوں سے اور مسلمانوں کی بیبیوں سے کہہ دو کہ (سر سے) نیچے کر لیا کریں اور اپنے اوپر اپنی چادریں۔ اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اگر عورتوں کو جو گھر میں قرار سے رہ رہی ہیں، کہیں باہر جانا پڑے یا کوئی سفر در پیش آجائے تو جا سکتی ہیں پردے کے ساتھ ۔یعنی چادروں سے سر اور چہرہ ڈھانک لیا کریں۔ آج برقعہ بہترین پردہ ہے۔ یہ پہن کر باہر نکلیں۔ اس وقت منافق بد باطن، لونڈیوں کو جو بے حجاب ہوتی تھیں، چھیڑتے اور تنگ کرتے تھے۔ آزاد عورتوں کو پردے سے نکلنے کا حکم دیا۔ ایک یہ فائدہ ہوا کہ یہ آزاد عورتیں ستائی نہ جائیں گی۔ پردے سے ان کی پہچان ہو جائے گی کہ یہ آزاد عورتیں ہیں۔ پھر کوئی بد باطن ان کو نہ ستائے گا۔ الحاصل پردہ آزاد اور شریف عورتوں کی علامت ہے۔ اس حکم خداوند سے مسلمان عورتوں کو گھر سے باہر جانا ہو تو برقع پہن کر پردے سے جانا چاہیئے۔ شریف زادیاں سن لیں۔ یدنین علیھن من جلابیبھن۔ پارہ ۲۲۔ رکوع ۵۔ آیت ۵۹)

یہ اللہ کا حکم ہے ان شریف زادیوں کے نام۔ (باہر جانا ہو تو سر سے) نیچے کر لیا کریں۔ اپنے اوپر چادریں اپنی۔ اب شریف زادیوں کو اپنے ایمان اور ضمیر سے پوچھ لینا چاہیئے کہ ان کو اللہ کے حکم کے آگے کیا کرنا چاہیئے۔ نفس کی ماننی ہے یا اپنے خالق، رب اور معبود برحق کی؟

عورت اور اس کی زینت کے مواقع

ارشاد رب العالمین ہے:

“(پ ۱۸ ع ۱۰)

اور (اے پیغمبر ﷺ) مسلمان عورتوں سے کہہ دو۔ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ مگر وہ زینت جو خود ظاہر ہو جائے۔ اور اپنی اوڑھنیں اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے۔ شوہر۔ باپ۔ خسر۔ بیٹے۔ سوتیلے بیٹے۔ بھائی۔ بھتیجے۔ بھانجے۔ اپنے عورتیں۔ اپنی لونڈیاں اور غلام۔ وہ مرد خدمت گار جو عورتوں سے کچھ مطلب نہیں رکھتے۔ یا وہ لڑکے جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے واقف زمین پر اپنے پاؤں اس طرح نہ مارتی پھریں۔

کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے (آواز کے ذریعہ) اس کا اظہار نہ ہو۔ اور اے مسلمانو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے۔ کہ چلتے وقت وہ نظریں نیچی رکھیں۔ قصداً کسی غیر مرد کو نہ دیکھیں۔ اور اپنی آبرو کی حفاظت کریں کہ حفظ فروج سے عورت کی عصمت و آبرو کا ستارہ چمکتا ہے۔ اور عورت کو یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے بناؤ اور زینت کے مواقع کو نمائش کے طور پر ظاہر نہ کرے۔ البتہ دونوں کف دست اور چہرے ناگزیر حالت میں کھولنے کی ضرورت پیش آجائے تو کوئی ہرج نہیں۔ ویسے چہرہ بھی پردہ میں رہنا چاہیئے کیونکہ چہرہ سب سے بڑھ کر مجمع محاسن ہے۔ اور عورتیں اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈال لیا کریں اور اپنے بناؤ سنگار اور زیب و زینت کو سوائے ان کے کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں اور وہ ہیں۔ اپنے شوہر۔ اپنے باپ۔ شوہروں کے باپ یعنی سُسر۔ اپنے بیٹے۔ اپنے شوہر کی دوسری بیوی کے بیٹے۔ اپنے بھائی جس میں حقیقی بھائی، ماں شریک بھائی، باپ شریک بھائی، دودھ شریک بھائی سب شامل ہیں۔ اپنے بھتیجے، اپنے بھانجے، اپنے میل جول والی مسلمان عورتیں، اپنے لونڈی غلام، اپنے زیر دست مرد جو تابع ہوں اور کوئی صنفی خواہش نہ رکھتے ہوں اور وہ لڑکے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ نہیں ہیں۔ اور جب عورتیں باہر نکلیں تو پاؤں زمین پر زور زور سے مار کر نہ چلیں اس سے زیور کی جھنکار فتنے کا باعث بن جائے۔

حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے عورت کو خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے سخت منع کیا ہے کہ خوشبو بھی فتنے کا باعث بن سکتی ہے۔ آگے فرمایا: مسلمانو! آج تک تم سے جو کوتاہیاں اور لغزشیں ہو گئی ہیں، سب مل کر اللہ کے حضور توبہ کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

عورت سر سے پاؤں تک ستر ہے

" آیات و احادیث سے ثابت ہوا کہ عورت سر سے لے کر پاؤں تک مستورہ ہے۔ سارا جسم اسکا ستر ہے جسے ڈھانکنا

ضروری ہے۔

اب تو کسی عورت کو کہہ دیں گی کہ یہ پردہ تو پنجرہ ہے جس میں ہم کو قید کر دیا گیا ہے۔ہم اپنی واجب الاحترام خواتین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالی عورتوں کا خالق ہے۔وہ ان کی طبیعت مزاج اور جبلت کو خوب جانتا ہے۔اس نے اپنے علم اور حکمت سے عورتوں کے لئے یہ پردہ کا حکم نازل فرمایا ہے جو قرون اولی کی عورتوں نے بسر وچشم قبول کیا اور دین اور دنیا کی خوبیاں اور بھلائیاں سمیٹ کر لے گئیں۔تاریخ انکی روحوں پر تحسین اور آفرین کے پھول برساتی ہے۔ آج اگر عورتیں اپنی خواہش نفس اور ماحول کی کشش اور رواج اور فیشن کی نیلم پری کو خدا تعالی کے حکم کی چھری سے ذبح کر دیں اور اللہ تعالی کی رضا کے لئے پردے کو اپنا لیں تو ان کے اولیاء اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہوگا۔بے شک رسول اللہ ﷺ کے دور میں شیطان مایوس ہو گیا تھا کہ اس کی پرستش کی جائے۔وحی کے نزول کے سامنے اس پر مردنی چھائی ہوئی تھی لیکن آج ابلیس مع اپنی ذریت کے ننگا ناچ رہا ہے۔تمام دنیا فسق ،فجور اور بے حیائی سے بھری ہوئی ہے۔آج عورتیں شرم وحیا کا پیکر پردہ قبول کرلیں تو فرشتے ان پر رحمتوں کے پھول برسائیں اور حوروں کی عفت انہیں سلام کرے اور یہ اپنے لئے جنت کے دروازے کھلے پائیں۔

باریک کپڑا جس میں بدن جھلکے نہ پہنیں

یہ حدیث آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ان کی بہن اسماء بنت ابو بکر ان کے پاس آئی۔ وعلیھا ثیاب رقاق۔اور اس پر باریک کپڑا تھا (جس سے بدن جھلک رہا تھا) فاعرض عنھا۔پس رسول اللہ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا۔اسماء! (سن) عورت جب بالغ ہو جائے تو سوائے چہرے اور کفین کے اس کی کوئی اور چیز نظر نہیں آنی چاہیئے۔(ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو بہت باریک کپڑا نہیں پہننا چاہیئے جس میں بدن جھلکتا ہو۔یہ بھی بے پردگی ہے اور بے پردگی حرام ہے۔

کسی کو رنگ سے مطلب کسی کو خوشبو سے گلوں کے پاک گریبان کی بات کون کرے

نوعیت مسئلہ

انسان تمدن کے سب سے مقدم اور سب سے زیادہ پیچیدہ دور میں ہے، جن کے صحیح اور متوازن حل پر انسان کی فلاح و ترقی کا انحصار ہے اور جن کے حل کرنے میں قدیم ترین زمانہ سے لے کر آج تک دنیا کے حکماء وعقلا، پریشان وسرگردان

رہے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اجتماعی زندگی میں مرد اور عورت کا تعلق کس طرح قائم کیا جائے کیونکہ یہی تعلق دراصل تمدن کا سنگ بنیاد ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ اگر اس میں ذرا سی بھی کجی آجائے تو تاثریا می رود دیوار کج

اور دوسرا مسئلہ فرد اور جماعت کے تعلق کا ہے جس کا تناسب قائم کرنے میں اگر ذرا سی بے اعتدالی باقی رہ جائے تو صدیوں تک عالم انسان کو اس کے تلخ نتائج بھگتنے پڑتے ہیں۔

ایک طرف ان دونوں مسائل کی اہمیت کا یہ حال ہے اور دوسری طرف ان کی پیچیدگی اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ جب تک عورت کے تمام حقائق پر کسی کی نظر پوری طرح حادی نہ ہو وہ اس کو حل نہیں کر سکتا۔ سچ کہا تھا جس نے کہا تھا کہ انسان عالم اصغر ہے۔ اس کے جسم کی ساخت، اس کے نفس کی ترکیب، اس کی قوتیں اور قابلیتیں، اس کی خواہشات، ضروریات اور جذبات واحساسات، اور اپنے وجود سے باہر کی بے شمار اشیاء کے ساتھ اس کے فعلی وانفعالی تعلقات، یہ سب چیزیں ایک دنیا کی دنیا اپنے اندر رکھتی ہیں۔ انسان کو پوری طرح نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ اس دنیا کا ایک ایک گوشہ نگاہ کے سامنے روشن نہ ہو جائے، اور انسان زندگی کے بنیادی مسائل حل نہیں کیے جا سکتے جب تک کہ خود انسان کو پوری طرح نہ سمجھ لیا جائے۔

یہی وہ پیچیدگی ہے جو عقل وحکمت کی ساری کاوشوں کا مقابلہ ابتداء سے کر رہی ہے اور آج تک کیے جا رہی ہے۔ اول تو اس دنیا کے تمام حقائق ابھی تک انسان پر کھلے ہی نہیں۔ انسانی علوم میں سے کوئی علم بھی ایسا نہیں ہے جو کمال کے آخری مرتبہ پر پہنچ چکا ہو، یعنی جس کے متعلق یہ دعوی کیا جا سکتا ہو کہ جتنی حقیقتیں اس شعبۂ علم سے تعلق رکھتی ہیں ان سب کا اس نے احاطہ کر لیا ہے۔ مگر جو حقائق روشنی میں آ چکے ہیں ان کی وسعتوں اور باریکیوں کا بھی یہ عالم ہے کہ کسی انسان کی بلکہ انسانوں کے کسی گروہ کی نظر بھی ان سب پر بیک وقت حادی نہیں ہوتی۔ ایک پہلو سامنے آتا ہے اور دوسرا پہلو نظروں سے اوجھل رہ جاتا ہے۔

کہیں نظر کوتاہی کرتی ہے اور کہیں شخص رجحانات حاجت نظر بن جاتے ہیں۔ اس دوسری کمزوری کی وجہ سے انسان خود اپنی زندگی کے ان مسائل کو حل کرنے کی جتنی تدبیریں بھی کرتا ہے وہ ناکام ہوتی ہیں اور تجربہ آخر کار ان کے نقص کو نمایاں کر دیتا ہے۔ صحیح حل صرف اس وقت ممکن ہے جب کہ نقطۂ عدل کو پا لیا جائے اور نقطۂ عدل پایا نہیں جا سکتا جب تک کہ تمام حقائق نہ سہی کم از کم معلوم حقائق ہی کہ سارے پہلو یکساں طور پر نگاہ کے سامنے نہ ہوں۔

مگر جہاں منظر کی وسعت بجائے خود اتنی زیادہ ہو کہ بینائی اس پر چھا نہ سکے اور اس کے ساتھ نفس کی خواہشات اور رغبت ونفرت کے میلانات کا یہ زور ہو کہ جو صاف نظر آتی ہوں ان کی طرف سے بھی خود بخود نگاہ پھر جائے۔ وہاں نقطۂ عدل

کس طرح حل سکتا ہے؟ وہاں تو جو حل بھی ہوگا اس میں لامحالہ یا افراط پائی جائے گی یا تفریط

اوپر جن دو مسائل کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے صرف پہلا مسئلہ اس وقت ہمارے سامنے زیر بحث ہے۔ اس باب میں جب ہم تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہم کو افراط و تفریط کی کھینچ تان کا ایک عجیب سلسلہ نظر آتا ہے۔ ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ وہی عورت جو ماں کی حیثیت سے آدمی کو جنم دیتی اور بیوی کی حیثیت سے زندگی کے ہر نشیب فراز میں مرد کی رفیق رہتی ہے، خادمہ بلکہ لونڈی کے مرتبے میں رکھ دی گئی ہے، اس کو بیچا اور خریدا جاتا ہے۔

اس کو ملکیت اور وراثت کے تمام حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، اس کو گناہ اور ذلت کا مجسمہ سمجھا جاتا ہے اور اس کی شخصیت کو ابھرنے اور نشو ونما پانے کا کوئی موقع نہیں دیا جاتا۔ دوسری طرف ہم کو یہ نظر آتا ہے کہ وہی عورت اٹھائی اور ابھاری جارہی ہے مگر اس شان سے کہ اس کے ساتھ بداخلاقی اور بدنظمی کا طوفان اٹھ رہا ہے، وہ حیوانی خواہشات کا کھلونا بنائی جاتی ہے، اس کو واقعی شیطان کی اجنٹ بنا کر رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ابھرنے کے ساتھ انسانیت کے گرنے کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

ان دونوں انتہاؤں کو ہم محض نظری حیثیت سے افراط اور تفریط کے ناموں سے موسوم نہیں کرتے بلکہ تجربہ جب ان کے مضر نتائج کا پورا پورا ریکارڈ ہمارے سامنے لا کر رکھ دیتا ہے تب ہم اخلاق کی زبان میں ایک انتہا کو افراط اور دوسری کو تفریط کہتے ہیں۔ تاریخ کا پس منظر جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے، ہم کو یہ بھی دکھاتا ہے۔

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جب ایک قوم وحشت کے دوسرے سرے پر نکل کر تہذیب وحقارت کی طرف بڑھتی ہے۔ تو اس کی عورتیں لونڈیوں اور خدمت گاروں کی حیثیت سے مردوں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ابتداء میں بد دیانت طاقتوں کا زور اسے آگے بڑھائے جاتا ہے، مگر تمدنی ترقی کی ایک خاص منزل پر پہنچ کر اسے محسوس ہوتا ہے کہ اپنے پورے نصف حصہ کو پستی کی حالت میں رکھ کر وہ آگے نہیں جاسکتی۔ اس کو اپنی ترقی کی رفتار رکتی نظر آتی ہے اور ضرورت کا احساس اسے مجبور کرتا ہے کہ اس نصف ثانی کو بھی نصف اول کے ساتھ چلنے کے قابل بنائے۔

مگر جب وہ اس نقصان کی تلافی شروع کرتی ہے تو صرف تلافی پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ آگے بڑھتی چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ عورت کی آزادی سے خاندانی نظام (جو تمدن کی بنیاد ہے) منہدم ہوجاتا ہے، عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے فواحش کا سیلاب پھوٹ پڑتا ہے۔ شہوانیت اور عیش پرستی پوری قوم کے اخلاق کو تباہ کردیتی ہے اور اخلاقی تنزل کے ساتھ ساتھ ذہنی، جسمانی اور مادی قوتوں کا تنزل بھی لازمی طور پر رونما ہوتا ہے، جس کا آخری انجام ہلاکت وبربادی کے سوا کچھ نہیں۔

دَورِ جدید کا مسلمان

افراط وتفریط کی بھول بھلیاں میں بھٹکنے والی دنیا کو اگر عدل کا راستہ دکھانے والا کوئی ہو سکتا تھا تو وہ صرف مسلمان تھا جس کے پاس اجتماعی زندگی کی ساری گتھیوں کے صحیح حل موجود ہیں۔ مگر دنیا کی بدنصیبی کا یہ بھی ایک عجیب دردناک پہلو ہے کہ اس اندھیرے میں جس کے پاس چراغ تھا وہی کم بختی کے مرض میں مبتلا ہو گیا، دوسروں کو راستہ دکھانا تو درکنار خود اندھوں کی طرح بھٹک رہا ہے اور ایک ایک بھٹکنے والے کے پیچھے دوڑتا پھرتا ہے۔

پردے کا لفظ جن احکام کے مجموعہ پر بطور عنوان استعمال کیا جاتا ہے وہ دراصل اسلامی ضابطۂ معاشرت کے نہایت اہم اجزاء پر مشتمل ہیں۔ اس پورے ضابطے کے سانچے میں ان احکام کو ان کے صحیح مقام پر رکھ کر دیکھا جائے تو کوئی ایسا شخص جس میں بقدر رمق بھی فطری بصیرت باقی ہو، یہ اعتراف کیے بغیر نہ رہے گا کہ معاشرے میں اس کے سوا اعتدال وتوسط کی کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی اور اگر اس ضابطہ کو اس کی اصل روح کے ساتھ عمل زندگی میں برت کر دکھا دیا جائے تو اس پر اعتراض کرنا تو درکنار، مصائب کی ماری ہوئی دنیا سلامتی کے اس سرچشمہ کی طرف خود دوڑی چلی آئے گی اور اس سے اپنے امراض معاشرت کی دوا حاصل کرے گی۔ مگر یہ کام کرے کون؟ جو اسے کر سکتا تھا وہ خود ایک مدت سے بیمار پڑا ہے۔ آیئے، آگے بڑھنے سے پہلے ایک نظر اس کے مرض کا بھی جائزہ لے لیں۔

تاریخی پس منظر

اٹھارویں صدی کا آخری اور انیسویں صدی کا ابتدائی زمانہ تھا جب مغربی قوم کی ملک گیری کا سیلاب ایک طوفان کی طرح اسلام پر اُمنڈ آیا اور مسلمان ابھی نیم خفتہ و نیم بیدار ہی تھے کہ دیکھتے دیکھتے یہ طوفان مشرق سے لے کر مغرب تک تمام دنیائے اسلام پر چھا گیا۔ انیسویں صدی کے نصف آخر تک پہنچتے پہنچتے بیشتر مسلمان قومیں یورپ کی غلام ہو چکی تھیں اور جو غلام نہ ہوئی تھیں وہ بھی مغلوب ومرعوب ضرور ہو گئی تھیں۔

جب اس انقلاب کی تکمیل ہو چکی تو مسلمانوں کی آنکھیں کھلنی شروع ہوئیں۔ وہ قومی غرور جو صدہا برس تک جہانبانی وکشور کشائی کے میدان میں سربلند رہنے کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا دفعتہً خاک میں مل گیا، اور اس شراب کی طرح جس کا نشہ کسی طاقتور دشمن کی پیہم ضربات نے اتار دیا ہو انہوں نے اپنی شکست اور فرنگیوں کی فتح کے اسباب پر غور کرنا شروع کیا۔

لیکن ابھی دماغ درست نہیں ہوا تھا۔ گو نشہ اتر گیا تھا، مگر توازن ابھی تک بگڑا ہوا تھا۔ ایک طرف ذلت کا شدید احساس تھا جو اس حالت کو بدل دینے پر اصرار کر رہا تھا۔ دوسری طرف صدیوں کی آرام طلبی اور سہولت پسندی تھی جو تبدیل حال کا

سب سے آسان اور سب سے قریب کا راستہ ڈھونڈھنا چاہتی تھی۔ تیسری طرف سمجھ بوجھ اور غور و فکر کی زنگ خوردہ قوتیں تھی جن سے کام لینے کی عادت سالہا سال سے چھوٹی ہوئی تھی۔ ان سب پر مزید وہ مرعوبیت اور ہشت زدگی تھی جو ہر شکست خوردہ غلام قوم میں فطرۃ پیدا ہو جاتی ہے۔

ان مختلف اسباب نے مل جل کر اصلاح پسند مسلمانوں کو بہت سی عقلی اور عملی گمراہیوں میں مبتلا کر دیا۔ ان میں سے اکثر تو اپنی پستی اور یورپ کی ترقی کے حقیقی اسباب سمجھ ہی نہ سکے۔ اور جنھوں نے ان کو سمجھا، ان میں بھی اتنی ہمت، جفاکشی اور مجاہدانہ اسپرٹ نہ تھی کہ ترقی کے دشوار گزار راستوں کو اختیار کرتے۔

مرعوبیت اس پر مستزاد تھی جس میں دونوں گروہ برابر کے شریک تھے۔ اس بگڑی ہوئی ذہنیت کے ساتھ ترقی کا سہل ترین راستہ جوان کو نظر آیا وہ یہ تھا کہ مغربی تہذیب کے مظاہرہ کا عکس اپنی زندگی میں اتار لیں اور اس آئینہ کی طرح بن جائیں جس کے اندر باغ و بہار کے مناظر تو سب کے سب موجود ہوں مگر در حقیقت نہ باغ ہو نہ بہار۔

ذہنی غلامی

یہی بحرانی کیفیت کا زمانہ تھا جس میں مغربی لباس، مغربی معاشرت، مغربی آداب و اطوار حتی کہ چال ڈھال اور بول چال تک ہیں مغربی طریقوں کی نقل اتاری گئی۔ مسلم سوسائٹی کو مغربی سانچوں میں ڈھالنے کی کوششیں کی گئیں۔ الحاد، دہریت اور مادہ پستی کو فیشن کے طور پر بغیر سمجھے بوجھے قبول کیا گیا۔ وہ پختہ یا خام تخیل جو مغرب سے آیا، اس پر ایمان بالغیب لانا ار اپنی مجلسوں میں اس کو معرض بحث بنانا روشن خیال کا لازمہ سمجھا گیا۔

شراب، جوا، لاٹری، ریس تھیٹر، رقص و سرود اور مغربی تہذیب کے دوسرے ثمرات کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ شائستگی، اخلاق معاشرت، معیشت، سیاست، قانون، حتی کہ مذہبی عقائد اور عبادات کے متعلق بھی جتنے مغربی نظریات یا عملیات تھے ان کو کسی تنقید اور کسی فہم و تدبر کے بغیر اس طرح تسلیم کر لیا گیا کہ گویا وہ آسمان سے اتری ہوئی وحی ہیں جس پر سمعنا و اطعنا کہنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔

اسلامی تاریخ کے واقعات، اسلامی شریعت کے احکام اور قرآن و حدیث کے بیانات میں سے جس جس چیز کو اسلام کے پرانے دشمنوں نے نفرت یا اعتراض کی نگاہ سے دیکھا اس پر مسلمانوں کو بھی شرم آنے لگی اور انہوں نے کوشش کی کہ اس داغ کو کسی طرح دھوڈالیں۔ انہوں نے جہاد پر اعتراض کیا انہوں نے عرض کیا کہ حضور بھلا ہم کہاں اور جہاد کہاں؟ انہوں نے غلامی پر اعتراض کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ غلامی تو ہمارے ہاں بالکل ہی ناجائز ہے۔ انہوں نے تعدد ازدواج پر اعتراض کیا۔ انھوں نے فوراً قرآن کی ایک آیت پر خط نسخ پھیر ڈالا۔

انہوں نے کہا کہ عورت اور مرد میں کامل مساوات ہونی چاہیے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہی ہمارا مذہب بھی ہے۔ انھوں نے قوانین نکاح وطلاق پر اعتراضات کیے۔ یہ ان سب میں ترمیم کرنے پر تل گئے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام آرٹ کا دشمن ہے۔ انھوں نے کہا کہ اسلام تو ہمیشہ سے ناچ گانے اور مصوری وبت تراشی کی سر پرستی کرتا رہا ہے۔

مسئلہ حجاب کی ابتداء

مسلمانوں کی تاریخ کا یہ دور سب سے زیادہ شرمناک ہے، اور یہی دور ہے جس میں پردے پر بحث چھڑی۔ اگر سوال محض اس قدر ہوتا کہ اسلام میں عوت کے لیے آزادی کی کیا حد مقرر کی گئی ہے تو جواب کچھ بھی مشکل نہ ہوتا۔

زیادہ سے زیادہ جو اختلاف اس باب میں پایا جاتا ہے وہ محض اس حد تک ہے کہ چہرہ اور ہاتھ کو کھولنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کوئی اہم اختلاف نہیں ہے لیکن دراصل یہاں معاملہ کچھ اور ہے۔ مسلمان میں یہ مسئلہ اس لیے پیدا ہوا کہ یورپ نے حرم اور پردہ نقاب کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا، اپنے لٹریچر میں اس کی نہایت گھاؤنی اور مضحکہ انگیز تصویریں کھینچیں، اسلام کے عیوب کی فہرست میں عورتوں کی قید کو نمایاں جگہ دی۔

اب کیونکہ ممکن تھا کہ مسلمانوں کو حسب دستور اس چیز پر بھی شرم نہ آنے لگتی۔ انھوں نے جو کچھ جہاد اور غلامی اور تعداد ازدواج اور ایسے ہی دوسرے مسائل میں کیا تھا وہی اس مسئلہ میں بھی کیا۔ قرآن اور حدیث اور اجتہادات ائمہ کی ورق گردانی محض اس غرض سے کی گئی کہ وہاں اس بدنما داغ کو دھونے کے لیے کچھ سامان ملتا ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ بعض ائمہ نے ہاتھ اور منو کھولنے کی اجازت دی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر بھی نکل سکتی ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ عورت میدان جنگ میں سپاہوں کو پانی پلانے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے کے لیے بھی جا سکتی ہے۔ مسجدوں میں نماز کے لیے جانے اور علم سیکھنے اور درس دینے کی بھی گنجائش پائی گئی۔ بس اتنا مواد کافی تھا۔ دعوی کر دیا گیا کہ اسلام نے عورت کو پوری آزادی عطا کی ہے۔ پردہ محض ایک جاہلانہ رسم ہے جس کو تنگ اور تاریک خیال مسلمانوں نے قرون اولی کے بہت بعد اختیار کیا ہے۔ قرآن اور حدیث پردہ کے حکام سے خالی ہیں، ان میں تو صرف شرم وحیا کی اخلاقی تعلیم دی گئی ہے، کوئی ایسا ضابطہ نہیں بنایا گیا جو عورت کی نقل وحرکت پر کوئی قید عائد کرتا ہو۔

اصلی محرکات

انسان کی یہ فطری کمزوری ہے کہ اپنی زندگی کے معاملات میں جب وہ کوئی مسلک اختیار کرتا ہے تو عموما اسکے انتخاب کی

ابتدا ایک جذباتی غیر عقلی رجحان سے ہوتی ہے اور اس کے بعد وہ اپنے اس رجحان کو معقول ثابت کرنے کے لیے عقل وا ستدلال سے مدد لیتا ہے۔ پردے کی بحث میں بھی ایسی ہی صورت پیش آئی۔ اس کی ابتدا کسی عقلی یا شرعی ضرورت کے احساس سے نہیں ہوئی بلکہ دراصل اس رجحان سے ہوئی جو ایک غالب قوم کے خوشنما تمدن سے متاثر ہونے اور اسلامی تمدن کے خلاف اس قوم کے پروپیگنڈہ سے مرعوب ہو جانے کا نتیجہ تھا۔

ہمارے اصلاح طلب حضرات نے جب دہشت سے پھٹی ہوئی آنکھوں کے ساتھ فرنگی عورتوں کی زینت وآرائش اور ان کی آزادانہ نقل وحرکت، اور فرنگی معاشرت میں ان کی سرگرمیوں کو دیکھا تو اضطراری طور پر ان کے دلوں میں یہ تمنا پیدا ہوئی کاش! ہماری عورتیں بھی اس روش پر چلیں تا کہ ہمارا تمدن بھی فرنگی تمدن کا ہمسر ہو جائے۔ پھر وہ آزادی نسواں، اور تعلیم اناث ،اور مساوات مردوزن کے ان جدید نظریات سے بھی متاثر ہوئے جو طاقتور استدلالی زبان اور شاندار طباعت کے ساتھ باش کی طرح مسلسل ان پر برس رہے تھے۔

اس لٹریچر کی زبردست طاقت نے ان کی قوت تنقید کو ماؤف کر دیا اور ان کے وجدان میں یہ بات اتر گئی کہ ان نظریات پر ایمان بالغیب لانا اور تحریر وتقریر میں ان کی وکالت کرنا اور (بقدر جرات وہمت) عملی زندگی میں بھی ان کو رائج کر دینا ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو روشن خیال کہلانا پسند کرتا ہوں اور دقیانوسیت کے بدترین الزام سے بچنا چاہتا ہو۔ نقاب کے ساتھ سادہ لباس میں چھپی ہوئی عورتوں پر جب متحرک خیمے اور کفن پوش جنازہ کی پھبتیاں کسی جاتی تو بچارے شرم کے مارے زمین میں گڑ گڑ جاتے تھے۔ آخر کہاں تک ضبط کرتے؟ مجبور ہو کر یا مسحور ہو کر، بہر حال اس شرم کے دھبے کو دھونے پر آمادہ ہو ہی گئے۔

انیسویں صدی کے آخری زمانے میں آزادی نسواں کی جو تحریک مسلمانوں میں پیدا ہوئی اس کے اصلی محرک یہی جذبات ورجحانات تھے۔ بعض لوگوں کے شعور خفی میں یہ جذبات چھپے ہوئے تھے اور ان کو خود بھی معلوم نہ تھا کہ دراصل کیا چیز انہیں اس تحریک کی طرف لے جارہی ہے۔ یہ لوگ خود اپنے نفس کے دھوکے میں مبتلا تھے۔ اور بعض کو خود اپنے ان جذبات کا بخوبی احساس تھا، مگر انھیں اپنے اصلی جذبات میں ڈالنے کی کوشش کی۔

بہر حال دونوں گروہوں نے کام ایک ہی کیا اور وہ یہ تھا کہ اپنی تحریک کے اصل محرکات کو چھپا کر ایک جذباتی تحریک کے بجائے ایک عقلی تحریک بنانے کی کوشش کی۔ عورتوں کی صحت ،ان کے عقلی وعملی ارتقاء، ان کے فطری اور پیدائشی حقوق، ان کے معاشی استقلال، مردوں کے ظلم واستبداد سے ان کی رہائی ،اور قوم کا نصف حصہ ہونے کی حیثیت سے ان کی ترقی پر پورے تمدن کی ترقی کا انحصار، اور ایسے ہی دوسرے حیلے جو براہ راست یورپ سے برآمد ہوئے تھے، اس تحریک کی

تائید میں پیش کیے گئے، تا کہ عام مسلمان دھوکے میں مبتلا ہو جائیں اور ان پر یہ حقیقت نہ کھل سکے کہ اس تحریک کا اصل مقصد مسلمان عورت کو اس روش پر چلانا ہے جس پر یورپ کی عورت چل رہی ہے اور نظام معاشرت میں ان طریقوں کی پیروی کرنا ہے جو اس وقت فرنگی قوموں میں رائج ہیں۔

سب سے بڑا فریب

سب سے زیادہ شدید اور قبیح فریب جس سلسلہ میں دیا گیا وہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث سے استدلال کر کے اس تحریک کو اسلام کے موافق ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، حالانکہ اسلام اور مغربی تہذیب کے مقاصد اور تنظیم معاشرت کے اصولوں میں زمین و آسمان کا بعد ہے۔ اسلام کا اصل مقصد جیسا کہ ہم آگے چل کر بتائیں گے، انسان کی شہوانی قوت (SEX Eergy) کو اخلاقی ڈسپلن میں لا کر اس طرح منضبط کرنا ہے کہ وہ آوارگی عمل اور ہیجان جذبات میں ضائع ہونے کے بجائے ایک پاکیزہ اور صالح تمدن کی تعمیر میں صرف ہو۔

برعکس اس کے مغربی تمدن کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کے معاملات اور ذمہ داریوں میں عورت اور مرد کو یکساں شریک کر کے مادی ترقی کی رفتار تیز کر دی جائے، اور اس کے ساتھ شہوانی جذبات کو ایسے فنون اور مشاغل میں استعمال کیا جائے جو کشمکش حیات کی تلخیوں کو لطف اور لذت میں تبدیل کر دیں۔ مقاصد کے اس اختلاف کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ تنظیم معاشرت کے طریقوں میں بھی اسلام اور مغربی تمدن کے درمیان اصولی اختلاف ہو۔

اسلام اپنے مقصد کے لحاظ سے معاشرت کا ایسا نظام وضع کرتا ہے جس میں عورت اور مرد کے دوائر عمل بڑی حد تک الگ کر لیے گئے ہیں، دونوں صنفوں کے آزادانہ اختلاط کو روکا گیا ہے اور ان تمام اسباب کا قلع قمع کیا گیا ہے جو اس نظم وضبط میں برہمی پیدا کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مغربی تمدن کے پیش نظر جو مقصد ہے اس کا طبعی اقتضا یہ ہے کہ دونوں صنفوں کو زندگی کے ایک ہی میدان میں کھینچ لایا جائے، اور ان کے درمیان وہ تمام حجابات اٹھ جائیں جو ان کے آزادانہ اختلاط اور معاملت میں مانع ہوں، اور ان کو ایک دوسرے کے حسن اور صنفی کمالات سے لطف اندوز ہونے کے غیر محدود مواقع بہم پہنچائے جائیں۔

اب ہر صاحب عقل انسان اندازہ کر سکتا ہے کہ جو لوگ ایک طرف مغربی تمدن کی پیروی کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف اسلامی نظم معاشرت کے قوانین کو اپنے لیے حجاب بنا لیتے ہیں وہ کسی قدر سخت فریب میں خود مبتلا ہیں یا دوسروں کو مبتلا کر رہے ہیں۔ اسلامی نظم معاشرت میں تو عورت کے لیے آزادی کی آخری حد یہ ہے کہ جب ضرورت ہو ہاتھ اور منہ کھول سکے اور اپنی حاجات کے لیے گھر سے باہر نکل سکے۔ مگر یہ لوگ آخری حد کا اپنے سفر کا نقطہ آغاز بتاتے ہیں۔ جہاں پہنچ کر

اسلام رک جاتا ہے وہاں سے یہ چلنا شروع کرتے ہیں اور یہاں تک بڑھ جاتے ہیں کہ حیا اور شرم بالائے طاق رکھ دی جاتی ہے۔

ہاتھ اور منہ ہی نہیں بلکہ خوبصورت مانگ نکلے ہوئے سر، اور شانوں تک کھلی ہوئی بانہیں اور نیم عریاں سینے بھینگا ہوں کے سامنے پیش کر دیے جاتے ہیں، اور جسم کے باقیماندہ محاسن کو بھی ایسے باریک کپڑوں میں ملبوس کیا جاتا ہے کہ وہ چیز ان میں سے نظر آسکے جو مردوں کی شہوانی پیاس کو تسکین دے سکتی ہو۔

پھر ان لباسوں اور آرائشوں کے ساتھ محرموں کے سامنے نہیں بلکہ دوستوں کی محفلوں میں بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کو لایا جاتا ہے اور ان کو غیروں کے ساتھ ہنسنے، بولنے اور کھیلنے میں وہ آزادی بخشی جاتی ہے جو مسلمان اپنے سگے بھائی کے ساتھ بھی نہیں برت سکتی۔ گھر سے نکلنے کی جو اجازت محض ضرورت کی قید اور کامل ستر پوشی و حیاداری کی شرط کے ساتھ دی گئی تھی، اس کو جاذب نظر ساڑھیوں اور نیم عریاں بلاؤزروں اور بےباک نگاہوں کے ساتھ سرکوں پر پھرنے، پارکوں میں ٹہلنے، ہوٹلوں کے چکر لگانے اور سینماؤں کی سیر کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

عورتوں کو خانہ داری کے ماسوا دوسرے امور میں حصہ لینے کی جو مقید اور مشروط آزادی اسلام میں دی گئی تھی اس کو حجت بنایا جاتا ہے اس غرض کے لیے کہ مسلمان عورتیں بھی فرنگی عورتوں کی طرح گھر کی زندگی اور اس کی ذمہ داریوں کو طلاق دے کر سیاسی و معاشی اور عمرانی سرگرمیوں میں ماری ماری پھریں اور عمل کے ہر میدان میں مردوں کے ساتھ دوڑ دھوپ کریں

-

ہندوستان میں تو معاملہ یہیں تک ہے۔ مصر ترکی میں سیاسی آزادی رکھنے والے ذہنی غلام اس سے بھی دس قدم آگے نکل گئے ہیں۔ وہاں مسلمان عورتیں ٹھیک وہی لباس پہننے لگی ہیں جو یورپین عورت پہنتی ہے تا کہ اصل اور نقل میں کوئی فرق ہی نہ رہے اور اس سے بھی بڑھ کر کمال یہ ہے کہ ترکی خواتین کے فوٹو بارہا اس ہیئت میں دیکھے گئے ہیں کہ غسل کا لباس پہنے ساحل سمندر پر نہا رہی ہیں۔

وہی لباس جس میں تین چوتھائی جسم برہنہ رہتا ہے اور ایک چوتھائی حصہ اس طرح پوشیدہ ہوتا ہے کہ جسم کے سارے نشیب فراز سطح لباس پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔

کیا قرآن اور کسی حدیث سے اس شرمناک طرز زندگی کی لیے بھی کوئی جواز کا پہلو نکالا جا سکتا ہے؟ جب تم کو اس راہ پر جانا ہے تو صاف اعلان کر کے جاؤ کہ ہم اسلام سے اور اس کے قانون سے بغاوت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کیسی ذلیل منافقت اور بددیانتی ہے کہ جس نظام معاشرت اور طرز زندگی کے اصول، مقاصد اور عملی اجزاء میں سے ایک ایک چیز کو

قرآن حرام کہتا ہے اسے علی الاعلان اختیار کرتے ہو، مگر اس راستہ پر پہلا قدم قرآن ہی کا نام لے کر رکھتے ہوتا کہ دنیا اس فریب میں مبتلا رہے کہ باقی قدم بھی قرآن ہی کے مطابق ہوں گے۔

ہمارا پیش نظر کام

یہ دور جدید کے مسلمان کا حال ہے۔اب ہمارے سامنے بحث کے دو پہلو ہیں،اور اس کتاب میں انھیں دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

اولاً ہم کو تمام انسانوں کے سامنے کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم،اسلام کے نظام معاشرت کی تشریح کرنی ہے اور یہ بتانا ہے کہ اس نظام میں پردے کے احکام کس لیے دیے گئے ہیں۔

ثانیاً ہمیں ان دور جدید کے مسلمانوں کے سامنے قرآن وحدیث کے احکام اور مغربی تمدن ومعاشرت کے نظریات ونتائج ،دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل رکھ دینے ہیں تا کہ یہ منافقانہ روش، جو انھوں نے اختیار کر رکھی ہے، ختم ہو اور یہ شریف انسانوں کی طرح دوصورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرلیں۔یا تو اسلامی احکام کی پیروی کریں مسلمان رہنا چاہتے ہیں۔یا اسلام سے قطع تعلق کرلیں۔اگر ان شرمناک نتائج کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں جن کی طرف مغربی نظام معاشرت لامحالہ ان کو لے جانے والا ہے۔

انسانی کوتاہیاں

گذشتہ صفحات میں خالص علمی تحقیق ار سائنٹیفک مشاہدات وتجربات کی مدد سے ہم نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ اگر انسانی فطرت کے مقتضیات اور انسان کی ذہنی افتاد اور جسمانی ساخت کی تمام دلالتوں کا لحاظ کر کے تمدن کا ایک صحیح نظام مرتب کیا جائے تو صنفی معاملات کی حد تک اس کے ضروری اصول وارکان کیا ہونے چاہئیں۔اس بحث میں کوئی چیز ایسی بیان نہیں کی گئی ہے جو متشابہات میں سے ہو، یا جس میں کسی کلام کی گنجائش ہو۔جو کچھ کہا گیا ہے وہ علم وحکمت کے محکمات میں سے ہے اور عموماً سب ہی اہل علم وعقل اس سے واقف ہیں۔

لیکن انسانی عجز کا کمال دیکھیے کہ جتنے نظام تمدن خود انسان نے وضع کیے ہیں ان میں سے ایک میں بھی فطرت کی ان معلوم ومعروف ہدایات کو بہ تمام وکمال اور بحسن تناسب ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔یہ تو ظاہر ہے کہ انسان خود اپنی فطرت کے مقتضیات سے ناواقف نہیں رکھا گیا ہے۔اس سے خود اپنی ذہنی کیفیات اور جسمانی خصوصیات چھپی ہوئی نہیں ہیں۔مگر اس کے باوجود یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ آج تک وہ کوئی ایسا معتدل نظام تمدن وضع کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا جس

کے اصول مناہج میں پورے توازن کے ساتھ ان سب مقتضیات وخصوصیات اور سب مصالح ومقاصد کی رعایت کی گئی ہو۔

نارسائی کی حقیقی علت

انسان کی یہ فطری کمزوری ہے کہ اس کی نظر کسی معاملہ کے تمام پہلوؤں پر من حیث الکل حاوی نہیں ہوسکتی۔ ہمیشہ کوئی ایک پہلو اسے زیادہ اپیل کرتا ہے اور اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ پھر جب وہ ایک طرف مائل ہوجاتا ہے تو دوسرے اطراف یا تو اس کی نظر سے بالکل ہی اوجھل ہوجاتے ہیں یا وہ قصداً ان کو نظر انداز کردیتا ہے۔ زندگی کے جزئی اور انفرادی معاملات تک میں انسان کی یہ کمزوری نمایاں نظر آتی ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ تمدن وتہذیب کے وسیع تر مسائل، جن میں سے ہر ایک اپنے اندر بے شمار جلی وخفی گوشے رکھتا ہے، اس کمزوری کے اثر سے محفوظ رہ جائیں۔ علم اور عقل کی دولت سے انسان کو سرافراز تو ضرور کیا گیا ہے، مگر عموماً زندگی کے معاملات میں خالص عقلیت اس کی رہنما نہیں ہوتی۔ جذبات اور رجحانات پہلے اس کو ایک رخ پر موڑ دیتے ہیں، پھر جب وہ اس خاص رخ کی طرف ہوجاتا ہے تب عقل سے استدلال کرتا ہے اور علم سے مدد لیتا ہے۔ اس حالت میں اگر خود اس کا علم اس کو معاملے کے دوسرے رخ دکھائے اور اس کی اپنی عقل اس کی ایک رخ پر متنبہ کرے تب بھی وہ اپنی غلطی تسلیم نہیں کرتا بلکہ علم وعقل کو مجبور کرتا ہے کہ اس کے رجحان کی تائید میں دلائل اور تاویلات فراہم کریں۔

چند نمایاں مثالیں

معاشرے کے جس مسئلے سے اس وقت ہم بحث کررہے ہیں، اس میں انسان کی یہی اپنی رخی اپنی افراط وتفریط پوری شان کے ساتھ نمایاں ہوئی ہے۔

ایک گروہ اخلاق اور روحانیت کے پہلو کی طرف جھکا اور اس میں یہاں تک غلو کرگیا کہ عورت اور مرد کے صنفی تعلق ہی کو سرے سے ایک قابل نفرت چیز قرار دے بیٹھا۔ یہ بے اعتدالی ہم کو بدھ مت، مسیحیت اور بعض ہندو مذاہب میں نظر آتی ہے۔ اور اسی کا اثر ہے کہ اب تک دنیا کے ایک بڑے حصہ میں صنفی تعلق کی بجائے خود ایک بدی سمجھا جاتا ہے عام اس سے کہ وہ ازدواج کے دائرے میں ہو یا اس سے باہر۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہ کہ رہبانیت کی غیر فطری اور غیر متمدن زندگی کو اخلاق اور طہارت نفس کا نصب العین سمجھا گیا۔

نوع انسانی کے بہت سے افراد نے ،جن میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ،اپنی ذہنی اور جسمانی قوتوں کو فطرت سے انحراف بلکہ جنگ میں صائع کر دیا۔اور جو لوگ فطرت کے اقتضا سے باہم ملے بھی تو اس طرح جیسے کوئی شخص مجبوراً اپنی کسی گندی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ظاہر ہے کہ اس قسم کا تعلق نہ تو زوجین کے

درمیان محبت اور تعاون کا تعلق بن سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی صالح اور ترقی پذیر تمدن وجود میں آسکتا ہے۔یہی نہیں بلکہ نظام معاشرت میں عورت کے مرتبہ کو گرانے کی ذمہ داری بھی بڑی حد تک اسی نام نہاد اخلاقی تصور پر ہے

۔رہبانیت کے پرستاروں نے صنفی کشش کو شیطانی وسوسہ،اور کشش کی محرک ،نفرت کرنا ہراس شخص کے لیے ضروری ہے جو طہارت نفس چاہتا ہے۔مسیحی ،بدھ اور ہندو لٹریچر میں عورت کا یہی تصور غالب ہے اور جو نظام معاشرت اس تصور کے ماتحت مرتب کیا گیا ہو اس میں عورت کا مرتبہ جیسا کچھ ہوسکتا ہے،اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔

اس کے برعکس دوسرے گروہ نے انسان کے داعیات جسمانی کی رعایت کی تو اس میں اتنا غلو کیا کہ فطرت انسانی تو درکنار ،فطرت حیوانی کے مقتضیات کو بھی نظر انداز کر دیا۔مغربی تمدن میں یہ کیفیت اس قدر نمایاں ہو چکی ہے کہ اب چھپائے نہیں چھپ سکتی۔

اس کے قانون میں زنا کوئی جرم ہی نہیں ۔جرم اگر تو جبر و اکراہ ہے،یا کسی دوسرے کے قانونی حق میں مداخلت ۔ان دونوں میں سے کسی جرم کی مشارکت نہ ہو تو زنا (یعنی صنفی تعلقات کا انتشار) بجائے خود کوئی قابل تعزیر جرم، حتی کہ کوئی قابل شرم اخلاقی عیب نہیں ہے۔یہاں تک کہ وہ کم از کم حیوانی فطرت کی حد میں تھا۔لیکن اس کے بعد وہ اس سے بھی آگے بڑھا۔اپنے صنفی تعلق کے حیوانی مقصد یعنی تناسل اور بقائے نوع کو بھی احسن تقوم پر پیدا کیا گیا تھا،اسفل سافلین میں پہنچ جاتا ہے۔

پہلے وہ اپنی انسانی فطرت سے انحراف کر کے حیوانات کا سا منتشر صنفی تعلق اختیار کرتا ہے جو کسی تمدن کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ پھر وہ اپنی حیوانی فطرت سے بھی انحراف کرتا ہے اور اس تعلق کے فطری نتیجہ یعنی اولاد کی پیدائش کو بھی روک دیتا ہے، تا کہ دنیا میں اس کی نوع کو باقی رکھنے والی نسلیں وجود ہی میں نہ آنے پائیں

ایک جماعت نے خاندان کی اہمیت کو محسوس کیا تو اس کی تنظیم اس قدر بندشوں کے ساتھ کی کہ ایک فرد کو جکڑ کر رکھ دیا اور حقوق و فرائض میں کوئی توازن ہی باقی نہ رکھا۔اس کی ایک نمایاں مثال ہندوؤں کا خاندانی نظام ہے۔اس میں عورت کے لیے ارادے اور عمل کی کوئی آزادی نہیں ۔تمدن اور معیشت میں اس کا کوئی حق نہیں ۔وہ لڑکی ہے تو لونڈی ہے۔بیوی ہے تو لونڈی ہے۔ماں ہے تو لونڈی ہے۔بیوہ ہے تو لونڈی سے بھی بدتر زندہ در گور ہے۔اس کے حصہ میں صرف فرائض

ہی فرائض ہیں، حقوق کے خانہ میں ایک عظیم الشان صفر کے سوا کچھ نہیں۔

اس نظام معاشرت میں عورت کو ابتدا ہی سے ایک بے زبان جانور بنانے کی کوشش کی جاتی ہے تا کہ اس میں سرے سے اپنی خودی کا کوئی شعور پیدا ہی نہ ہو۔ بلاشبہ اس طریقہ سے خاندان کی بنیادوں کو بہت مضبوط کر دیا گیا اور عورت کی بغاوت کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔ لیکن جماعت کے پورے نصف حصہ کو ذلیل اور پست کر کے اس نظام معاشرت نے در حقیقت اپنی تعمیر میں خرابی کی ایک صورت اور بڑی ہی خطرناک صورت پیدا کر دی جس کے نتائج اب خود ہندو بھی محسوس کر رہے ہیں۔

ایک دوسری جماعت نے عورت کے مرتبے کو بلند کرنے کی کوشش کی اور اس کو ارادہ عمل کی آزادی بخشی تو اس میں اتنا غلو کیا کہ خاندان کا شیرازہ ہی درہم برہم کر دیا۔ بیوی ہو تو آزاد۔ بیٹی ہے تو آزاد۔ بیٹا ہے تو آزاد۔ خاندان کا در حقیقت کوئی سر دھر نہیں۔ کسی کو کسی پر اقتدار نہیں۔ بیوی سے شوہر نہیں پوچھ سکتا کہ تو نے رات کہاں بسر کی۔۔ بیٹی سے باپ نہیں پوچھ سکتا کہ تو کس سے ملتی ہے او کہاں جاتی ہے۔ زوجین در حقیقت دو برابر کے دوست ہیں جو مساوی شرائط کے ساتھ مل کر ایک گھر بناتے ہیں، اور اولاد کی حیثیت اسایسوسی ا یشن میں محض چھوٹے ارکان کی سی ہے۔ مزاج اور طبائع کی ایک ادنیٰ موافقت اس بنے ہوئے گھر کو ہر وقت بگاڑ سکتی ہے، کیونکہ اطاعت کا ضروری عنصر، جو ہر نظم کو برقرار رکھنے کے لیے ناگریز ہے، اس جماعت میں سرے سے موجود ہی نہیں۔

یہ مغربی معاشرت ہے، وہی مغربی معاشرت جس کے علمبر داروں کو اصول تمدن و عمران میں پیغمبری کا دعویٰ ہے۔ ان کی پیغمبری کا صحیح حال آپ کو دیکھنا ہو تو یورپ اور امریکہ کی کسی عدالت نکاح و طلاق یا کسی عدالت جرائم اطفال (Juvenilecourt) کی روداد اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ ابھی حال میں انگلستان کے ہوم آفس سے جرائم کے جو اعداد و شمار شائع ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سن لڑکوں اور لڑکیوں میں جرائم کی تعداد روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے، اور اس کی خاص وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ خاندان کا ڈسپلن بہت کمزور ہو گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو)

قانون اسلام کی شان اعتدال

بے اعتدالی اور افراط و تفریط کی اس دنیا میں صرف ایک نظام تمدن ایسا ہے جس میں غایت درجہ کا اعتدال و توازن پایا جاتا ہے جس میں فطرت کے ایک ایک پہلو، حتیٰ کہ نہایت خفی پہلو کی بھی رعایت کی گئی ہے۔ انسان کی جسمانی ساخت اور اس کی حیوانی حیثیت اور اس کی انسانی سرشت، اور اس کی نفسی خصوصیات، اور اس کے فطری داعیات کے متعلق نہایت مکمل اور تفصیلی علم سے کام لیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک ایک چیز کی تخلیق سے فطرت کا جو مقصد ہے اس کو تمام و کمالی اس طریقہ

سے پورا کیا گیا ہے۔ کہ کسی دوسرے مقصد حتی کہ چھوٹے سے چھوٹے مقصد کو بھی نقصان نہیں پہنچتا، اور بالاخر یہ سب مقاصد مل کر اس بڑے مقصد کی تکمیل میں مددگار ہوتے ہیں جو خود انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔

یہ اعتدال، یہ توازن، یہ تناسب اتنا مکمل ہے کہ کوئی انسان خود اپنی عقل اور کوشش سے اس کو پیدا کر ہی نہیں سکتا۔ کہ وضع کیا ہوا قانون کیا ہو اور اس میں کسی جگہ بھی یک رخی ظاہر نہ ہو، ناممکن، قطعی ناممکن؟ خود وضع کرنا تو در کنار، حقیقت یہ ہے کہ معمولی انسان تو اس معتدل و متوازن اور انتہائی حکیمانہ قانون کی حکمتوں کو پوری طرح سمجھ بھی نہیں سکتا جب تک کہ وہ غیر معمولی سلامت طبع نہ رکھتا ہو اور اس پر سالہا سال تک علوم اور تجربات کا اکتساب نہ کرے اور پھر غور و خوض نہ کرتا ہو۔

میں اس قانون کی تعریف اس لیے نہیں کرتا ہوں کہ میں اسلام؛ پر ایمان لایا ہوں بلکہ در اصل میں اسلام پر ایمان لایا ہی اس لیے ہوں کہ مجھے اس میں کمال درجہ کا توازن اور تناسب اور قوانین فطرت کے ساتھ تطابق نظر آتا ہے، جسے دیکھ کر میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یقیناً اس قانون کا واضع وہی ہے جو زمین و آسمان کا فاطر اور غیب و ظاہر کا عالم ہے اور حق یہ ہے، کہ مختلف سمتوں میں بہک جانے والے بنی آدم کو عدل و توسط کا محکم طریقہ وہی تو بتا سکتا ہے۔

قل اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشہادۃ انت تحکم بین عبادت فیمان کانوافیہ یختلفون۔

(الزمر:۴٦) خدایا! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، حاضر: غائب کے جاننے والے، تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔؛؛

اسلامی نظام معاشرت

اساسی نظریات

یہ بات اسلام کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ اپنے قانون کی حکمت پر بھی خود ہی روشنی ڈالتا ہے۔ معاشرت میں عورت اور مرد کے تعلقات کو منضبط کرنے کے لیے جو قانون اسلام میں پایا جاتا ہے اس کے متعلق خود اسلام ہی نے ہم کو بتا دیا ہے کہ اس قانون کی بنیاد کن اصول و حکمت اور کن حقائق فطرت پر ہے۔

زوجیت کا اساسی مفہوم

اس سلسلہ میں سب پہلی حقیقت کی پردہ کشائی کی گئی ہے، یہ ہے۔

ومن کل شیء خلقنا زوجین (الذاریات:۴۹)

اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کیے۔

اس آیت میں قانون ازدواجی (Law,Sex) کی ہمہ گیری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔کارگاہ عالم کا انجنیری کا یہ راز کھول رہا ہے کہ اس نے کائنات کی یہ ساری مشین قاعدہ زوجیت پر بنائی ہے۔یعنی اس مشین کے تمام کل پرزے جوڑوں (Pairs) کی شکل میں بنائے گئے ہیں اور اس جہان خلق میں جتنی کاریگری تم دیکھتے ہو وہ سب جوڑوں کی تزویج کا کرشمہ ہے۔

اب اس پر غور کیجیے کہ زوجیب کیا شے ہے۔زوجیت میں اصل یہ ہے کہ ایک شے میں فعل ہو اور دوسری شے میں قبول و انفعال۔ایک شے میں تاثیر ہو اور دوسری شے میں تاثر۔ایک شے میں عاقدیت ہو اور دوسری شے میں منعقدیت۔یہی عقد وانعقاد، اور فعل وانفعالی، اور تاثیر وتاثر اور فاعلیت وقابلیت کا تعلق دو چیزوں کے درمیان زوجیب کا تعلق ہے۔

اس تعلق سے تمام ترکیبات واقع ہوتی ہیں اور انہی ترکیبات سے عالم خلق کا سارا کارخانہ چلتا ہے۔

کائنات میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب اپنے اپنے طبقہ میں زوج زوج اور جوڑا جوڑا پیدا ہوئی ہیں، اور ہر دو زوجین کے درمیان اصلی واساسی حیثیت سے زوجیت کا یہی تعلق پایا جاتا ہے کہ ایک فاعل ہے اور دوسرا قابل ومنفعل۔اگرچہ مخلوقات کے ہر طبقے میں اس تعلق کی کیفیت مختلف ہوتی ہے۔مثلاً ایک تزویج وہ ہے جو بسائط اور عناصر میں ہوتی ہے، ایک وہ جو مرکبات غیر نامیہ میں ہوتی ہے۔ایک وہ جو اجسام نامیہ میں ہوتی ہے۔ایک وہ جو انواع حیوانی میں ہوتی ہے۔

یہ سب تزویجیں اپنی نوعیت اور کیفیت اور فطرت مقاصد کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

لیکن اصل زوجیت ان سب میں وہی ایک ہے۔ہر نوع میں، خواہ وہ کسی طبقہ کی ہو، فطرت کے اصل مقصد یعنی وقوع ترکیب اور حصول ہیئت ترکیبی کے لیے ناگزیر ہے کہ زوجین میں سے ایک میں قوت فعل ہو دوسرے میں قوت انفعال۔

انسان کی حیوانی فطرت اور اس کے مقتضیات اب ایک قدم اور آگے بڑھیے، عورت اور مرد کا وجود محض ایک مادی وجود ہی نہیں ہے بلکہ وہ ایک حیوانی وجود بھی ہے۔اس حیثیت سے ان کا زوج ہونا کس چیز کا مقتضی ہے؟ قرآن کہتا ہے۔

جعل لکم من انفسکم ازواجا ومن الانعام ازواجا یذروکم فیہ۔(الشوری:)

اللہ نے تمہارے لیے خود تمھیں میں سے جوڑے بنانے اور جانوروں میں سے بھی جوڑے بنائے۔اس طریقہ سے وہ تم کو روئے زمین پر پھیلاتا ہے۔

نساءکم حرث لکم۔(بقرہ:۲۲۳)

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔

فطرت انسان اور اس کے مقتضیات

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، طبیعت حیوانیہ، خلقت انسانی کی تہ میں زمین اور بنیاد کے طور پر ہے، اور اسی زمین پر انسانیت کی عمارت قائم کی گئی ہے۔ انسان کے انفرادی وجود اور اس کی نوع ہستی، دونوں کو باقی رکھنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں سے ہر ایک کی خواہش اور ہر ایک کے حصول کی استعداد اللہ تعالی نے اس کی حیوانی سرشت میں رکھ دی ہے اور فطرت الہی کا منشا یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان خواہشات میں سے کسی خواہش کو پورا نہ ہونے دیا جائے یا ان استعدادات میں سے کسی استعداد کو فنا کر دیا جائے۔

کیونکہ یہ سب چیزیں بھی بہر حال ضروری ہیں اور ان کے بغیر انسان اپنی ان خواہشات کو پورا کرنے اور ان استعدادات سے کام لینے میں نرا حیوانی طریقہ اختیار کرے بلکہ اس کی انسان سرشت جن امور کی مقتضی ہے اور ان میں فوق الحیوانی امور کے لب دکھی ہے، ان کے لحاظ سے اس کا طریقہ انسانی ہونا چاہیے۔

اس غرض کے لیے اللہ تعالی نے حدود شرعی مقرر فرمائی ہیں تا کہ انسان کے افعال کو ایک ضابطہ کا پابند بنایا جائے۔ اس کے ساتھ یہ تنبیہ بھی کر دی گئی ہے کہ اگر افراد یا تفریط کا طریقہ اختیار کر کے ان حدود سے تجاوز کرو گے تو اپنے آپ کو خود تباہ کر لو گے۔

ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلمتم نفسہ (الطلاق ۱۰)

جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا پس اس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا

اب دیکھیے کہ صنفی معاملات میں قرآن مجید انسانی فطرت کی کن خصوصات اور کن مقتضیات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۱۔ دونوں صنفوں کے درمیان جس قسم کا تعلق انسانی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے اس کی تشریح یہ ہے۔

خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم ومودۃ ورحمۃ۔ (الروم :۲۱)

اللہ نے تمہارے لیے خود تمہیں میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان مودت اور رحمت رکھ دی ہے۔

من لباس لکم لباس لھن۔ (بقرہ:۱۸۷)

وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو

اس سے پہلے جس آیت میں انسان اور حیوان دونوں کے جوڑے بنانے کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا وہاں تخلیق زوجین کا مقصد صرف بقائے نسل بتایا گیا تھا۔ اب حیوان سے الگ کر کے انسان کی یہ خصوصیت بتائی گئی ہے کہ اس میں زوجیت کا ایک بالاتر مقصد بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کا تعلق محض شہوانی تعلق نہ ہو بلکہ محبت اور انس کا تعلق ہو، دل کے لگاؤ اور روحوں

کے اتصال کا تعلق ہو، وہ ایک دوسرے کے راز دار اور شریک رنج وراحت ہوں، ان کے درمیان ایسی معیت اور دائمی وابستگی ہو جیسی لباس اور جسم میں ہوتی ہے۔ دونوں صنفوں کا یہی تعلق انسانی تمدن کی عمارت کا سنگ بنیاد ہے۔
جیسا کہ ہم بتفصیل بیان کر چکے ہیں۔ اس کے ساتھ لتسکنو الیھا سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا کہ عورت کی ذات میں مرد کے

لیے سرمایۂ سکون وراحت ہے، اور عورت کی فطری خدمت یہی ہے کہ وہ اس جدو جہد اور ہنگامۂ عمل کی مشقتوں بھری دنیا میں سکون وراحت کا ایک گوشہ مہیا کرے۔ یہ انسان کی خانگی زندگی ہے، جس کی اہمیت کو ہماری منفعتوں کی کاطرح اہل مغرب نے نظر انداز کر دیا ہے، حالانکہ تمدن وعمران کے شعبوں میں جو اہمیت دوسرے شعبوں کی ہے وہی اس شعبے کی بھی ہے اور تمدنی زندگی کے لیے یہ بھی اتنا ضروری ہے جتنے دوسرے شعبے ضروری ہیں۔
۲۔ یہ صنفی تعلق صرف زوجین کی باہمی محبت ہی کا مقتضی نہیں بلکہ اس امر کا بھی مقتضی ہے کہ اس تعلق سے جو اولاد پیدا ہو اس کے ساتھ بھی ایک گہرا روحانی تعلق ہو، فطرت الٰہی نے اس کے لیے انسان کی، اور خصوصاً عورت کی جسمانی ساخت اور حمل ورضاعت کی طبیعی صورت ہی میں ایسا انتظام کر دیا ہے کہ اس کی رگ رگ اور ریشے ریشے میں اولاد کی محبت پیوست ہو جاتی ہے، چنانچہ قرآن مجید کہتا ہے۔ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین۔ (لقمان:۱۴)
اس کی ماں نے اس کو جھٹکے پر جھٹکے اٹھا کر پیٹ میں رکھا۔ پھر وہ دو سال کے بعد ماں کی چھاتی سے جدا ہوا:
حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کوھا وحملہ فصالہ ثلثون شھرا (الاحقاف:۱۵)
اس ماں نے اس کو تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا، تکلیف کے ساتھ جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑائی میں تیس مہینے صرف ہوئے۔

ایسا ہی حال مرد کا ہے، اگرچہ اولاد کی محبت میں وہ عورت سے کمتر ہے۔
زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین۔ (آل عمران:۱۴)
لوگوں کے لیے خوش آئند ہے مرغوب چیزوں کی محبت، جیسے عورتیں، اولاد اور.....
یہی فطری محبت انسان اور انسان کے درمیان نسبی اور صہری رشتے قائم کرتی ہے، پھر ان رشتوں سے خاندان اور خاندانوں سے قبائل اور قومیں بنتی ہیں، اور ان کے تعلقات سے تمدن وجود میں آتا ہے:
وھوالذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا۔ (الفرقان:۵۴)
اور وہ خدا ہی ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کی پھر اس کو نسب اور شادی بیاہ کا رشتہ بنایا۔

یاایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثیٰ وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ (الحجرات:۱۳)

لوگو! ہم نے تم کو مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، پھر تمہارے قبیلے بنا دیے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

پس ارحام اور انساب اور مصاہرت کے رشتے دراصل انسانی تمدن کے ابتدائی اور طبیعی موسسات ہیں اور ان کے قیام کا انحصار اس پر ہے کہ اولاد اپنے معلوم و معروف ماں باپ سے ہو اور انساب محفوظ ہوں۔

۳۔ انسانی فطرت کا اقتضاء یہ بھی کہ وہ اپنی محنتوں کے نتائج اور اپنی گاڑھی کمائی میں سے اگر کچھ چھوڑے تو اپنی اولاد اور اپنے عزیزوں کے لیے چھوڑے جن کے ساتھ وہ تمام عمر خونی اور رحمی رشتوں بندھا رہا ہے۔

واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ۔ (الانفال:۷۵)

اور اللہ کے قانون میں رشتہ دار ایک دوسرے کی وراثت کے زیادہ حقدار ہیں۔

وما جعل ادعیاءکم ابناءکم۔ (الاحزاب:۴)

جن کو تم منہ بولا بیٹا بنا لیتے ہو ان کو خدا نے تمہارا بیٹا نہیں بنایا ہے؟

پس تقسیم میراث کے لیے بھی تحفظ انساب کی ضرورت ہے۔

۴۔ انسان کی فطرت میں حیا کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے۔ اس کے جسم کے بعض حصے ایسے بھی ہیں جن کے چھپانے کی خواہش خدا نے اس کی زوجیت میں پیدا کی ہے۔ یہی جبلی خواہش ہے جس نے ابتدا سے انسان کو کسی نہ کسی نوع کا لباس اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اس باب میں قرآن قطعیت کے ساتھ جدید نظریہ کی تردید کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسانی جسم کے جن حصوں میں مرد اور عورت کے لیے صنفی جاذبیت ہے۔ ان کے اظہار میں شرم کرنا اور ان ان کو چھپانے کی کوشش کرنا انسانی فطرت کا اقتضا ہے۔ البتہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ وہ ان کو کھول دے۔

فوسوس لھما الشیطٰن لیبدی لھما ماوری عنھما من سواٰتھما..... (الاعراف:۲۰)

پھر شیطان نے آدم اور ان کی بیوی کو بہکایا تاکہ ان کے جسم میں سے جو ان سے چھپایا گیا تھا ان پر ظاہر کر دے۔

فلما ذاقا الشجرۃ بدت لھما سواٰتھما وطفقا یخصفان علیھما من ورق الجنۃ۔ (الاعراف:۲۲)

پس جب انھوں نے اس شجر کو چکھا تو ان پر ان کے جسم کے پوشیدہ حصے کھل گئے اور وہ ان کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔

پھر قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے لباس اس لیے اتارا ہے کہ وہ تمہارے یے ستر پوشی کا ذریعہ بھی ہو اور زینت کا ذریعہ بھی۔ مگر محض ستر چھپا لینا کافی نہیں۔ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ تمہارے دلوں میں تقویٰ بھی ہو۔

قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا ولباس التقویٰ ذلک خیر۔(الاعراف:۲۶)

یہ اسلامی نظام معاشرت کے اساسی تصورت ہیں۔ ان تصورات کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب اس نظام معاشرت کی تفصیلی صورت ملاحظہ کیجے جو ان تصورات کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔اس مطالعہ کے دوران میں آپ کو گہری نظر سے اس امر کا تجسس کرنا چاہیے کہ اسلام جن نظریات کو اپنے قانون کی اساس قرار دیتا ہے ان کو عملی جزئیات وتفصیلات میں نافذ کرتے ہوئے کہاں تک یکسانی،ہمواری اور منطقی ربط مطابقت قائم رکھتا ہے۔انسان کے بنائے ہوئے جتنے قوانین ہم نے دیکھے ہیں ان سب کی یہ مشترک اور نمایاں کمزوری ہے کہ ان کے اساسی نظریات اور عملی تفصیلات کے درمیان پورا منطقی ربط قائم نہیں رہتا۔

اصول اور فروع میں صریح تناقض پایا جاتا ہے۔کلیات جو بیان کیے جاتے ہیں ان کا مزاج کچھ اور ہوتا ہے،اور علمدرآمد کے لیے جو جزئیات مقرر کیے جاتے ہیں ان کا مزاج کوئی اور صورت اختیار کر لیتا ہے۔فکر وتعقل کے آسمانوں پر چڑھ کر ایک نظریہ پیش کردیا جاتا ہے،مگر جب عالم بالا سے اتر کر واقعات اور عمل کی دنیا میں آدمی اپنے نظریہ عمل کو جائز بنانے کی کوشش کرتا ہے تو یہاں عملی مسائل میں وہ کچھ ایسا کھویا جاتا ہے کہ اسے خود اپنا نظریہ یاد نہیں رہتا۔انسانی ساخت قوانین میں سے کوئی ایک قانون بھی اس کمزوری سے خالی نہیں پایا گیا۔اب آپ دیکھیں،اور خوردبین لگا کر انتہائی نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھیں کہ یہ قانون جو ریگستان عرب کے ایک ان پڑھ انسان نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے،جس کے مرتب کرنے میں اس نے کسی مجلس قانون ساز اور کسی سلکٹ کمیٹی سے مشورہ تک نہیں لیا،اس میں بھی کہیں کوئی منطقی بے ربطی اور کسی تناقض کی جھلک پائی جاتی ہے۔

عورت کا حق

اس طرح اسلام نے بما فضل اللہ بعضھم علی بعض کو ایک فطری حقیقت تسلیم کرنے کے ساتھ ہی للرجال علیھن درجۃ....کی بھی ٹھیک ٹھیک تعیین کردی ہے۔عورت اور مرد میں حیاتیات اور نفسیات کے اعتبار سے جو فرق ہے اس کو وہ عینہ قبول کرتا ہے،جتنا فرق ہے اسے جوں کا توں برقرار رکھتا ہے،اور جیسا فرق ہے اس کے لحاظ سے ان کے مراتب اور وظائف مقرر کرتا ہے۔

اس کے بعد ایک اہم سوال عورت کے حقوق کا ہے۔ان حقوق کی تعیین میں اسلام نے تین باتوں کو خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے۔

۔ایک یہ کہ مرد کو جو داوکمانہ اختیارات محض خاندان کے نظم کی خاطر دیے گئے ہیں ان سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ ظلم نہ کر سکے

،اور ایسا ہو کہ تابع ومتبوع کا تعلق عموماً لونڈی اور آقا کا تعلق بن جائے۔

.دوسرے یہ کہ عورت کو ایسے تمام مواقع بہم پہنچائے جائیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ نظام معاشرت کے حدود میں اپنی فطری صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکے اور تعمیر تمدن میں اپنے حصے کا کام بہتر سے بہتر انجام دے سکے۔

۔تیسرے یہ کہ عورت کے لیے ترقی اور کامیابی کے بلند سے بلند درجوں تک پہنچنا ممکن ہو، مگر اس کی ترقی اور کامیابی جو کچھ بھی ہو عورت ہونے کی حیثیت سے ہو۔ مرد بننا تو اس کا حق ہے، نہ مردانہ زندگی میں وہ کامیاب ہو سکتی ہے۔

مذکورہ بالا تینوں امور کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھ کر اسلام نے عورت کو وسیع تمدنی و معاشی حقوق دیے ہیں، اور عزت و شرف کے جو بلند مراتب عطا کیے ہیں، اور ان حقوق و مراتب کی حفاظت کے لیے اپنی اخلاقی اور قانونی ہدایات میں جیسی پائیدار ضمانتیں مہیا کی ہیں، ان کی نظیر دنیا کے کسی قدیم وجدید نظام معاشرت میں نہیں ملتی۔

معاشی حقوق

سب سے اہم اور ضروری چیز جس کی بدولت تمدن میں انسان کی منزلت تمام ہوتی ہے اور جس کے ذریعہ سے وہ اپنی منزلت کو برقرار رکھتا ہے، وہ اس کی معاشی حیثیت کی مضبوطی ہے۔ اسلام کے سوا تمام قوانین نے عورت کو معاشی حیثیت سے کمزور کیا ہے اور یہی معاشی بے بسی معاشرت میں عورت کی غلامی کا سب سے بڑا سبب بنی ہے۔ یورپ نے اس حالت کو بدلنا چاہا مگر اسی طرح کہ عورت کو ایک کمانے والا فرد بنا دیا۔ یہ ایک دوسری عظیم تر خرابی کا باعث بن گیا۔ اسلام بیچ کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

وہ عورت کو وراثت کے نہایت وسیع حقوق دیتا ہے۔ باپ سے، شوہر سے، اولاد سے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے اس کو وراثت ملتی ہے۔ نیز شوہر سے اس کو مہر بھی ملتا ہے اور ان تمام ذرائع سے جو کچھ مال اس کو پہنچتا ہے اس میں ملکیت اور قبض و تصرف کے پورے حقوق اسے دیے گئے ہیں جن میں مداخلت کا اختیار نہ اس کے باپ کو حاصل ہے، نہ شوہر کو، نہ کسی اور کو۔ مزید برآں اگر وہ کسی تجارت میں روپیہ لگا کر، یا خود محنت کر کے کچھ کمائے تو اس کی مالک بھی کلیتہ وہی ہے۔

اور ان سب کے باوجود اس کا نفقہ ہر حال میں اس کے شوہر پر واجب ہے۔ بیوی خواہ کتنی ہی مالدار ہو، اس کا شوہر اس کے نفقہ سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اس طرح اسلام میں عورت کی معاشی حیثیت اتنی مستحکم ہو گئی ہے کہ بسا اوقات وہ مرد سے زیادہ بہتر حالت میں ہوتی ہے۔

تمدنی حقوق

۱۔عورت کوشوہر کے انتخاب کا پورا حق دیا گیا ہے۔اس کی مرضی کے خلاف یا اس کی رضامندی کے بغیر کوئی شخص اس کا نکاح نہیں کرسکتا۔اور اگر وہ خود اپنی مرضی سے کسی مسلم کے ساتھ نکاح کر لے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔البتہ اگر اس کی نظر انتخاب کسی ایسے شخص پر پڑے جو اس کے خاندان کے مرتبے سے گرا ہوا ہو تو صرف اس صورت میں اس کے اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

۲۔ایک ناپسندیدہ یا ظالم یا ناکارہ شوہر کے مقابلہ میں عورت کو فسخ وتفریق کے وسیع حقوق دیے گئے ہیں۔

۳۔شوہر کو بیوی پر جو اختیارات اسلام نے عطا کیے ہیں ان کے استعمال میں حسن سلوک اور فیاضانہ برتاؤ کی ہدایت کی گئی ہے۔قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ دعاشروھن بالمعروف....

عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو۔

اور ولاتنسوا الفضل بینکم

آپس کے تعلقات میں فیاضی کو نہ بھول جاؤ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خیرکم خیرکم لنساءوا لطفھم باھلہ....

تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ لطف ومہربانی کا سلوک کرنے والے ہیں۔

یہ محض اخلاقی ہدایت ہی نہیں ہے۔اگر شوہر اپنے اختیارات کے استعمال میں ظلم سے کام لے تو عورت کو قانون سے مدد لینے کا حق حاصل ہے۔

۴۔بیوی اور مطلقہ عورتوں اور ایسی تمام عورتوں کو جن کے نکاح از روئے قانون فسخ کیے گئے ہوں، یا جن کو حکم تفریق کے ذریعہ سے شوہر سے جدا کیا گیا ہو، نکاح ثانی کا غیر مشروط دیا حق گیا ہے، اور اس امر کی تصریح کردی گئی ہے کہ ان پر شوہر سابق یا اس کے کسی رشتہ دار کا کوئی حق باقی نہیں۔یہ وہ حق ہے جو آج تک یورپ اور امریکہ کے بیشتر ممالک میں بھی عورت کو نہیں ملا ہے۔

۵۔دیوانی اور فوجداری کے قوانین میں عورت اور مرد کے درمیان کامل مساوات قائم کی گئی ہے۔جان و مال اور عزت کے تحفظ میں اسلامی قانون عورت اور مرد کے درمیان کسی قسم کا امتیاز نہیں رکھتا۔

عورتوں کی تعلیم

عورتوں کو دینی اور دنیوی علوم سیکھنے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ انکی تعلیم و تربیت کی اس قدر ضروری قرار دیا گیا ہے جس قدر مردوں کی تعلیم و تربیت ضروری ہے۔ نبی ﷺ سے دین و اخلاق کی تعلیم جس طرح مرد حاصل کرتے تھے اسی طرح عورتیں کرتی تھیں۔ آپ نے ان کے لیے اوقات معین فرما دیے تھے جن میں وہ آپ سے علم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتی تھیں تفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اشراف تو در کنار، نبی ﷺ نے لونڈیوں تک کو علم اور ادب سکھانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ حضور کا ارشاد ہے کہ:

ایما رجل کانت عندہ ولیدۃ فعلمھا فاحسن تعلمھا وادبھا فاحسن تادیبھا ثم اعتقھا وتزوجھا فلہ اجران۔ (بخاری، کتاب النکاح)

جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کو خوب تعلیم دے اور عمدہ تہذیب و شائستگی سکھائے پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کر لے اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔

پس جہاں تک نفس تعلیم و تربیت کا تعلق ہے اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا ہے۔ البتہ نوعیت میں فرق ضروری ہے۔ اسلامی نظر سے عورت کی صحیح تعلیم و تربیت وہ ہے جو اس کو ایک بہترین بیوی، بہترین ماں اور بہترین گھر والی بنائے۔ اس کا دائرہ عمل گھر ہے۔

اس لیے خصوصیت کے ساتھ اس کو ان علوم کی تعلیم دی جانی چاہیے جو اس دائرہ میں اسے زیادہ مفید بنا سکتے ہوں۔ مزید برآں وہ علوم بھی اس کے لیے ضروری ہیں جو انسان بنانے والے اور اس کے اخلاق کو سنوارنے والے اور اس کی نظر کو وسیع کرنے والے ہیں۔ ایسے علوم اور ایسی تربیت سے آراستہ ہونا ہر مسلمان عورت کے لیے لازم ہے اس کے بعد اگر کوئی عورت غیر معمولی عقلی و ذہنی استعداد رکھتی ہو، اور ان علوم کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی اعلی تعلیم بھی حاصل کرنا چاہے تو اسلام اس کی راہ میں مزاحم نہیں ہے، بشرطیکہ وہ ان حدود سے تجاوز نہ کرے جو شریعت نے عورتوں کے لیے مقرر کیے ہیں۔

خلقت میں مساوی ہونا اور ذمہ داریاں

قرآن حکیم نے ان کھوکھلے عقائد کو رد کیا ہے اور زور دے کر کہا ہے کہ اصل خلقت میں مرد و عورت برابر ہیں نہ تو مرد ہی اعلی عنصر سے پیدا ہوئے اور نہ عورت گھٹیا عنصر بلکہ ایک ہی عنصر یعنی مٹی سے اور ایک نفس سے پیدا ہوئے ہیں چنانچہ خدا وند متعال فرماتا ہے: ﴿یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء﴾

(سورۃ النساء ۴:۱)

"اے لوگوں اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے جوڑا خلق کیا اور ان دو سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے"۔

یوں قرآن کریم نے اصل پیدائش میں عورت کو مرد کے برابر قرار دیکر اسکی شان بڑھادی اور اسے انسانی عزت فراہم کی۔ نیز قرآن ذمہ داری کے لحاظ سے بھی مرد اور عورت کو مساوی سمجھتا ہے۔

فرماتا ہے:

﴿من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیاۃ طیبۃ ..... ﴾

"جو بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت درحالیکہ وہ مومن ہو پس ہم ضرور اسے پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔ (سورہ نحل ۹۷:۱۶)

لیکن مرد اور عورت کے پیدائش، شرافت اور ذمہ داری میں برابر ہونے کے باوجود ان کے درمیان طبیعی اختلاف موجود ہے جو انکے حقوق وفرائض کے اختلاف کا سبب بنتا ہے لھذا عدل کا تقاضا یہ ہے کہ مرد اور اسکے فرائض کے درمیان مساوات ہو نہ مرد اور عورت کے حقوق وفرائض کے درمیان، وراثت میں مرد کو ترجیح دینا عدالت کے خلاف نہیں بلکہ عین عدالت ہے مرد کے اوپر شادی کے آغاز ہی میں مہر ہے اور پھر آخر تک اسکے اوپر نان ونفقہ واجب ہے اسی قرآن نے عورت پر حجاب کو واجب کرکے اسکی آزادی کو محدود نہیں کیا بلکہ خود اسے اور معاشرے میں اسکے احترام کو محفوظ کیا ہے قرآن چاہتا ہے کہ جب عورت معاشرے میں نکلے تو مردوں کے جذبات کو برانگیختہ نہ کرے لذا اپنی حفاظت کرے اور دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے۔

اور قرآن نے عورت کو فکر وعمل کا حق بھی دیا ہے اور اسے ممکن حقوق دیئے ہیں لہذا عورت کو حق ہے کہ مالک نے، ھبہ کرے، رہن رکھے، بیچے خریدے وغیرہ وغیرہ اسی طرح اسے حق تعلیم بھی حاصل ہے پر عورت اعلی علمی مرتبے تک پہنچ جائے اور قرآن نے عورت پر ظلم وزیادتی کو بھی ناحق قرار دیا ہے۔

قرآن ہمارے لئے فرعون کی بیوی آسیہ کی مثال پیش کرتا ہے جس نے ظلم وستم کے باوجود اپنے عقیدہ توحید کی حفاظت کی اور قابل تقلید نمونہ ٹھہریں۔

خدا فرماتا ہے: ﴿وضرب اللہ مثلا للذین آمنوا، امراۃ فرعون اذا قالت رب ابن عندک بیتا فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظالمین ﴾

"اور اللہ نے مومنین کے لئے مثال بیان کی ہے فرعون کی بیوی کی جب اس نے کہا میرے پروردگار میرے لئے اپنے

ہاں جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اسکے عمل سے نجات اور مجھے ظالم قوم سے نجات بخش"۔(سورہ تحریم ۶۶:۱۱)
'یہ ایسا قطعی موقف ہے جس میں کوئی لچک نہیں ہے اور یہ مومن آل فرعون کے نرم اور متواضع موقف سے مختلف ہے۔
یوں قرآن نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے اگر عورت ایمان اور فکر سلیم رکھتی ہو تو کس قدر مضبوط اور پختہ ارادے کی مالک ہو سکتی ہے اور اسکے برعکس نوح کی بیوی کی مثال ذکر کی ہے جو راہ ہدایت سے بھٹک کر جذبات و خواہشات کا شکار ہو گئی۔اور سنت نبویہ نے بھی عورت کے ماں یا بیوی کی حیثیت والے حقوق کو خاص اہمیت دی ہے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں:

﴿مازال جبرئیل یوصینی بالمراۃ حتی ظننت انہ لا ینبغی طلاقھا الا من فاحشۃ مبینۃ﴾

"جبرئیل مجھے مسلسل عورت کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ اسے طلاق دینا جائز نہیں ہے مگر کھلی بے حیائی کے بعد"(بحار ج ۱۰۳ص ۲۵۳)

اور پھر شوہر پر عورت کے تین بنیادی حقوق حقوق بیان کئے گئے ہیں اسے وافر خوراک مہیا کرنا،اسکے شایان شان لباس دینا اور اسکے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

حدیث میں ہے:

﴿حق المراۃ علی زوجھا:ان یسد جوعھا وان یستر عورتھا،ولا یقبح لھا وجھا﴾

"عورت کا شوہر پر حق ہے کہ اسکی بھوک کا سدباب کرے اسکے جسم کو ڈھانپے اور اسکے ساتھ ترش روئی سے پیش نہ آئے"۔(بحار ج ۱۰۳ص ۲۵۴)

دیکھئے اس حدیث نے بیوی کے حقوق کو لباس خوراک جیسی مادی ضروریات تک محدود نہیں کیا بلکہ اسکے ساتھ ساتھ اسے حسن سلوک کا حق بھی دیا ہے اور عورت شریک حیات ہے لھذا اسکے ساتھ وسیلہ خدمت جیسا سلوک کرنا یا تحکمانہ رویہ اپنانا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔

اور پیغمبر ﷺ نے عورت کے ساتھ انسانی سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ اگر شوہر اسکی رائے کو قبول نہ کرنا چاہتا ہو تب بھی اس سے مشورہ کرے اور عقل و شرع دونوں پر زور دیتے ہیں۔

عورت کا ایک اور معنوی حق جو اسکے مادی حقوق کی تکمیل کرتا ہے یہ ہے کہ اس کا احترام کرے اسکی قدردانی کرے،اس سے بات کرتے وقت مہذب جملوں کا انتخاب کرے،گھر کے اندر اطمینان کی فضا قائم کرے اور محبت کی شمع روشن کرے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں:

﴿قول الرجل للمراۃ:انی احبک ،لا یذھب من قلبھا ابدا﴾(وسائل الشیعۃ ۱۴:۱۰/۹باب ۳از ابواب مقدمات نکاح)

"مرد کا عورت سے یہ کہہ کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں یہ عورت کے دل سے کبھی نہیں جاتا۔"

امام ؑ زین العابدین ؑ اوپر ذکر کئے گئے حقوق کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿واما حق زوجتک ، فان تعلم ان اللہ عزوجل جعلھا لک سکنا وانسا ، فتعلم ان ذلک نعمۃ من اللہ عزوجل علیک ، فتکرمھا ، وترفق بھا ، وان کان حقک علیھا اوجب ، فان لھا علیک ان ترحمھا ؛ لانھا اسیرتک ، وتطعمھا وتکسوھا ، واذا جھلت عفوت عنھا﴾ (وسائل الشیعہ ۶:۱۳۴)

"بہر حال بیوی کا حق تو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالی نے اسے تمہارے لئے باعث انس وسکون بنایا ہے اور وہ تم پر اللہ کی ایک نعمت ہے اسکا احترام کرو اور اسکے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اگر چہ تمہارا حق اس پر زیادہ ضروری ہے لیکن عورت کا بھی حق ہے کہ تم اس پر رحم کرو کیونکہ وہ تمہاری مطیع وپابند ہے، اسے لباس وطعام فراہم کرو اور اگر کسی جہالت کا ارتکاب کرے تو اسے معاف کرو' اور عورت کا احترام کرنا، اسکی معمولی لغزشوں کو معاف کردینا ہی رشتہ زوجیت کو برقرار رکھنے کی واحد ضمانت ہے اور یہی اسکے لئے مثالی راستہ ہے اور ان چیزوں کا خیال رکھے بغیر خاندانی عمارت ریت کے گھروندے کی طرح بے ثبات ہے اور اسی وجہ سے طلاق کے اکثر واقعات کا سبب معمولی ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک قاضی نے میاں بیوی کے چالیس ہزار اختلافی واقعات کو نمٹانے کے بعد کہا تھا "میاں بیوی کے دل میں ہر قسم کی بدبختی دونوں کا کردار ہوتا ہے"۔

اگر میاں بیوی صبر کا دامن تھامے رکھیں اور لاشعوری طور پر سرزد ہونے والی غلطیوں سے چشم پوشی کرلیں تو ازدواجی زندگی کو برباد ہونے سے بچایا جا سکتا ہے۔ امام ؑ زین العابدین اپنے رسالہ حقوق میں اس پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿واما حق رعیتک بملک النکاح، فان تعلم ان اللہ جعلھا سکنا ومستراحا وانسا وواقیۃ، وکذلک کل واحد منکما یجب ان یحمد اللہ علی صاحبہ. ویعلم ان ذلک نعمۃ منہ علیہ، وجب ان یحسن صحبۃ نعمۃ اللہ ویکرمھا ویرفق بھا، وان کان حقک علیھا اغلظ و طاعتک بھا الزم ، فیما احببت وکرھت مالم تکن معصیۃ فان لھا حق الرحمۃ والموانسۃ ولا قوۃ الا باللہ ﴾ (میزان الحکمۃ ۱:۱۵۷)

"نکاح کے ذریعے تمہاری رایہ بننے والی کا حق تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالی نے اسے تمہارے لئے سکون، استراحت، انس اور اطمینان کا ذریعہ بنایا ہے لھذا تم میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی کے حصول پر خدائے تعالی کی حمد کرنی چاہئے اور باور کرنا چاہئے کہ یہ اللہ تالی کی طرف سے اس پر ایک نعمت ہے پس اللہ کی نعمت کے ساتھ حسن سلوک کرنا

چاہئے، اسکی عزت اور قدر دانی کرنی چاہئے اور اسکے ساتھ اچھا رویہ اپنانا چاہئے کہ اگر چہ اس پر تمہارا حق زیادہ ہے اور پسند میں معصیت الٰہی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے لئے تمہاری اطاعت کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کا بھی انس وشفقت کا حق ہے اور اللہ کے سوا کوئی صاحب قدرت نہیں ہے"۔

ان سطروں میں غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ رشتہ ازدواج ایک عظیم نعمت ہے اور اس پر ہمیں شکر خداوندی کرنا چاہئے اور اسکے ساتھ نرمی اور حقیقی صداقت کا رویہ اپنا کر شکر کا عملی ثبوت فراہم کیا جانا چاہئے۔

اور اگر اسکے ساتھ ترش روئی سے پیش آئے اور ہر وقت اسے جھڑکتا رہے تو آہستہ محبت ومودت کی رگیں کٹتی چلی جائیں گی اور آخر کار یہ تیز چھری کی دھار کی طرح ازواج کے اس مقدس رشتہ کو کاٹ دے گی۔

امام ؑ صادق ؑ اس روش کو بیان کرتے ہیں:

"جس کے ذریعہ شوہر اپنی بیوی کو خوش رکھ سکتا ہے اور محبت کی رسی کو ٹوٹنے سے بچا سکتا ہے فرماتے ہیں:

﴿لاغنی بالزوج عن ثلاثۃ اشیاء فیما بینہ وبین زوجتہ، وھی: الموافقۃ: لیجلب بھا موافقتھا ومحبتھا وھواھا، وحسن خلقہ ومعھا و استعمالہ استمالۃ قلبھا بالھیئۃ الحسنۃ فی عینھا۔ وتوسعتہ علیھا﴾ (بحار الانوار ۷۸:۲۳۷ تحف العقول:۲۳۸)

"شوہر کے لئے اپنے اور بیوی کے معاملات میں تین چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے ہم آہنگی تا کہ اسکے ذریعے بیوی کی محبت اور دلی جھکاؤ کو حاصل کر سکے، اسکے ساتھ حسن اخلاق سے؛ پیش آنا اور اپنے اعلی میلان اس طرح استعمال کرنا جو اسے اچھا لگے اور اس پر کھلے دل سے خرچ کرنا"۔

اس چیز پر تنبیہ کرنا ضروری ہے کہ یہ فرامین ہوا میں بکھرے ہوئے خالی الفاظ نہیں ہے کہ جنہیں آئمہ ؑ نصیحت کرتے وقت زبان پر جاری کرتے تھے بلکہ انہوں نے عملی طور پر انجام دیکر بتایا ہے اور انکے یہاں علم وعمل میں کوئی جدائی نہیں ہے۔

حسن بن جہم روایت کرتا ہے کہ میں امام ؑ ابوالحسین ؑ کو خضاب لگائے ہوئے دیکھا تو عرض کیا آپ پر قربان ہو جاؤں آپ نے خضاب لگایا ہے:

﴿فقال: نعم، ان التھیۃ مما یزید فی عفۃ النساء، ولقد ترک النساء العفۃ بترک ازواجھن التھیۃ الیسرک ان تراھا علی ماتراک علیہ اذا کنت علی غیر تھیۃ؟ قلت: لا، قال: فھو ذاک﴾

"تو فرمایا ہاں ایسی چیزوں کو اہمیت دینے سے عورت کی پاکدامنی میں اضافہ ہوتا ہے اور شوہروں کے ان چیزوں کو ترک کردینے کی وجہ سے بیویاں اپنی عفت ترک کر دیتی ہیں کیا تجھے اچھا لگے گا کہ اگر تو تیار نہ ہو تو وہ بھی تیار نہ ہو اور گندی ہو

میں نے کہا نہیں فرمایا: وہ بھی ایسے ہی ہے۔ (وسائل الشیعہ ۱۴: ۱۸۳ ر باب ۱۴۱ از ابواب مقدمات النکاح وآداب)

تو امام ؑ درک کر چکے تھے کہ ازدواجی زندگی کا مرکزی نقطہ دلی میلان ہے لہذا بیوی کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے اسکے قلبی میلان کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

کیونکہ عدم توافق ازدواجی زندگی میں رخنہ اندازی کا ایک بڑا سبب ہے صحیح ہے کہ اسلام میں شادی محض جنسی شہوت کو سیر کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کا ہدف ایسی صالح اولاد کا پیدا کرنا ہے جسکی وجہ سے زندگی مستمر رہے ورنہ جنسی خواہشات کا سیر کرنا اسکے لئے ایک ذریعہ ہے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ بیوی کے حق میں کوتاہی کرے بلکہ شریعت اسلامی چار ماہ سے زیادہ عرصے تک مباشرت نہ کرنے کو جائز قرار نہیں دیتی۔

شوہر کے حقوق

کشتی ازدواج کو کامیابی کے ساحل تک پہنچانے کیلئے اسکے ناخدا کو پورے پورے حقوق دینا ضروری ہیں اور شاید خدائے تعالی کی طرف سے شوہر کو عطا کیا گیا پہلا حق حاکم ہونا ہے فرماتا ہے:

﴿الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم﴾

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں کیونکہ خدا نے بعض آدمیوں (مردوں) کو بعض آدمیوں (عورتوں) پر فضیلت دی ہے اور مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے"۔ (سورۃ النساء ۴: ۳۴)

اور مرد کو یہ حق حاکیت اسکی پیدائشی بالا دستی اور اخراجات برداشت کرنے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے لیکن مرد کے ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کلی طور پر عورت پر مسلط ہوتا کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر اس کے ساتھ بے جا سختی کرنے لگے کیونکہ یہ چیز عورت کے حسن سلوک والے حق سے متصادم ہے کہ جسے قرآن نے صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے:

﴿وعاشروھن بالمعروف﴾ (النساء ۴: ۱۹)

"اور انکے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گزارو"۔

بلاشک اسلام نے عقلی اور شرعی لحاظ سے جائز تمام کاموں میں بیوی کو شوہر کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے لیکن اسلام اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ حاکیت کو بیوی کو ذلیل کرنے اور اسکی ہتک حرمت کے لئے ہتھیار کے طور پر استعمال کرے۔

صحیح ہے کہ عورت پر سب سے زیادہ حق شوہر کا ہے لیکن اس حق کی صحیح تشریح کرنی چاہئے اور اسکی ایسی تشریح نہیں کرنی چاہئے کہ جس کا نتیجہ بیوی کو ذلیل کرنا ہو۔ عورت ایک نرم و نازک پھول ہے ہر قسم کی سختی اور درشتی سے یہ مرجھا جاتا ہے اور اسے ایک ایسی باڑ کی ضرورت ہے جو آندھیوں سے محفوظ رکھے تا کہ یہ خوشبو تازہ رہے اور مہکنے کے موسم میں بے رونق نہ ہو

جائے وہ بازوہ مرد ہے جس میں قربانی کی قوت ہے اور ہمہ وقت اسکے لئے تیار رہتا ہے۔

شوہر کادوسرا حق یہ ہے کہ وہ جب چاہے بیوی اسے آپنے پر قدرت دے سوائے ان استثناء طبیعی حالات کے جوحوا کی ہر بیٹی پر آتے ہیں۔

پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں:

"بہترین بیوی وہ ہے جو بچے پیدا کرے۔ محبت کرے اپنے گھر میں عزیر اور شوہر کی فرمانبردار ہو، نیز شوہر کے سامنے پاکدامن ہو، شوہر کی بات سنتی ہو اور اسکی اطاعت کرتی ہو اور جب شوہر کے ساتھ تنہاء ہو تو وہ جو چاہئے اسے دے دے"۔ (مستدرک الوسائل ابواب مقدمات النکاح باب ۵،۱۴: ۱۶۱/۱۰)

نیز فرماتے ہیں: ﴿خیر نسائکم التی اذا دخلت مع زوجھا خلعت درع الحیاء﴾

"بہترین بیوی وہ ہے جو شوہر کے ساتھ ہو تو حیا کی چادر اتار دے"۔ (مستدرک الوسائل ابواب مقدمات النکاح باب ۵، ۱۴: ۶/۱۶)

اور دیگر ایسی احادیث ہیں جن میں بیوی کو شوہر کے بستر سے الگ ہونے سے منع کیا گیا ہے اور ایسا کرنے پر دنیا ہی میں اسے اس کا بدلہ ملتا ہے اور وہ جب تک شوہر کی پاس نہیں آجاتی فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

نیز بیوی کے لئے ضروری ہے کہ شوہر کا احترام کرے اور عہد عشق و محبت میں اسکے ساتھ پوری طرح شریک رہے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں:

﴿لوامرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المراۃ ان تسجد لزوجھا﴾ (وسائل الشیعہ ابواب مقدمات النکاح باب ۸۱، ۱۴: ۱/۱۱۵)

"اگر میں کسی کو کسی دوسرے کا سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو اپنے شوہر کا سجدہ کرنے کا حکم ضرور دیتا"۔

پیغمبر ﷺ کے ان فرامین کی روشنی میں بیوی کے لئے ضروری ہے کہ شوہر کے ساتھ بہت لطیف اور نرم رویہ رکھے اور ایسے ایسے الفاظ سے مخاطب کرے جو اسکے دل میں اتر کر اسکے چہرے پر رونق بکھیر دیں بالخصوص جب وہ سارے دن کے کام کاج سے تھکا ماندا واپس آتا ہے تو بیوی کو اس کا یوں استقبال کرنا چاہئے کہ اس کا چہرہ ہشاس بشاش ہو جائے اور اس پر اپنی سب خدمات نچھاور کر دینی چاہئے، یوں عورت شوہر کی خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے کہ:

﴿فطوبی لامراۃ یرضی عنھا زوجھا﴾

"اس عورت کے لئے خوشخبری ہے جس کا شوہر اس سے راضی ہو"۔ (بحار الانوار ج ۱۰۳ ص ۱۴۶)

اور اس سلسلے میں امام باقرؑ فرماتے ہیں:

﴿لا شفیع للمراۃ انجح عند ربھا من رضا زوجھا، ولما ماتت فاطمۃ قام علیھا امیر المومنینؑ وقال: اللھم انی راض عن ابنۃ نبیک اللھم انھا قد اوحشت، فانسھا......﴾ (بحار الانوار ۱۰۳:۲۵۷)

"بیوی کے لئے پروردگار کے یہاں شوہر کی خوشنودی سے بڑھ کر کوئی سفارش نہیں ہے اور جب حضرت فاطمہؑ دنیا سے رخصت ہوئیں تو حضرت علیؑ نے آپکے پاس کھڑے ہو کر فرمایا تھا 'میرے اللہ میں تیرے نبی ﷺ کی بیٹی سے راضی ہوں میرے اللہ یہ وحشت زدہ ہے اسے انس عطا فرما"۔

گذشتہ بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ شوہر کو حاکمیت اور تمکین و تسلط کا حق حاصل ہے اس سے بھی بڑھکر چونکہ شوہر کے ہاتھ میں گھر کی قیادت ہے لھذا جائز حد تک اسے حق اطاعت بھی حاصل ہے پس بیوی اسکی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں جا سکتی ہے حدیث میں آیا ہے:

﴿ولا تخرج من بیتہ باذنہ فان فعلت لعنتھا ملائکۃ السماوات وملائکۃ الارض، وملائکۃ الرضا وملائکۃ الغضب......﴾

"بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتی اور اگر ایسا کرے تو زمین و آسمان اور رضا و غضب کے سب فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں"۔ (مستدرک الوسائل: ابواب مقدمات النکاح باب ۶۰، ۱۴:۲۳۷/۱)

کیونکہ عورت ایک ایسی قیمتی شئی ہے جسے پر امن جگہ کی ضرورت ہے اور وہ جگہ گھر ہے جو اسکی حفاظت کر سکتا ہے۔ قرآن عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہے:

﴿وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی﴾ (الاحزاب ۳۳:۳۳)

"اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور پہلے زمانہ جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ اور سنگھار نہ دکھاتی پھرو"

اسکے علاوہ شوہر کے دیگر حقوق بھی ہیں جیسے اسکی عزت کی حفاظت کرنا اسکی عدم موجودگی میں سکے اموال کا خیال رکھنا اسکے راز کو افشا نہ کرنا اور بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر مستحب روزہ بھی نہیں رکھ سکتی۔

عام طور پر از دواجی زندگی کے پھلنے پھولنے کے لئے باہمی رضا، احترام اور خدمت کی ضرورت ہے جیسے پھول کو کھلے رہنے کے لئے روشنی، پانی اور ہوا کی ضرورت ہوتی ہو۔

اس نکتے کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا فقط ذمہ داری کو ادا کرنا نہیں ہے بلکہ اس پر عظیم ثواب بھی ہے۔

پس اگر مرد اپنی بیوی کو پانی پلائے تو اسے اس کا بھی اجر ملے گا۔ (بحار الانوار ج ۱۰۳ ص ۲۲۵)

اور جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرے اللہ تعالی اسکی عمر میں اضافہ کرتا ہے۔ (امام ؑ صادق ؑ کے فرمان کا اقتباس بحار الانوار ج ۱۰۳ ص ۲۲۵)

اور اسکے مقابلے میں جو عورت سات دن تک اپنے شوہر کی خدمت کرے اللہ تعالی اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیتا ہے اور جنت کے آٹھ دروازے کھول دیتا ہے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (امام ؑ علی ؑ کے فرمان کا اقتباس (وسائل الشیعہ ابواب مقدمات النکاح باب ۸۹، ۱۴: ۱۲۳/۲)

اور جو عورت شوہر کے گھر کی ایک چیز کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھے مرتب کرنے کی خاطر، اللہ تعالی اسکی طرف نظر رحمت سے دیکھتا ہے اور جسکی طرف اللہ نظر رحمت کرے اسے عذاب نہیں دیتا۔ (امام ؑ صادق ؑ کے فرمان کا اقتباس بحار الانوار ج ۱۰۳ ص ۲۵۱) نیز اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ انسان کے بنائے گئے قوانین انسان کے بنائے ہوئے قوانین میں کسی بھی شخص کے لئے حیلے، رشوت، دھونس و دھمکی اور زبردستی وغیرہ کے ذریعے حقوق سے بچ نکلنا ممکن ہوتا ہے۔

لیکن قوانین الہیہ تو ان کے نافذ کرنے کے لئے نہ فقط خارجی اسباب موجود ہیں جیسے عدالتیں وغیرہ بلکہ داخلی اسباب بھی ہیں جیسے عذاب الہی اور خدا کی ناراضگی یہ عوامل انسان کو ان حقوق کے ادا کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور ہر مسلمان دوسروں کے حقوق ادا کرکے خدائے متعال کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور قرآن کریم دوسروں پر ظلم کو آخر کار اپنے پر ظلم شمار کرتا ہے۔ جیسا کی ارشاد خداوندی ہے:

﴿ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ﴾ (البقرۃ ۲: ۲۳۱)

"خبردار نقصان پہنچانے کی غرض سے انہیں (بیویوں) نہ روکنا ان پر ظلم کرو کہ جو ایسا کریگا وہ خود اپنے نفس پر ظلم کریگا"۔

یوں ایک دینی ماحول حقوق و فرائض کی ادائیگی سے مانع ہر قسم کے شیطانی امر کو لگام دینے کا ذریعہ ہے لیکن قانون ساز انسان کے یہاں اپنے افکار کو لگام دینے کے فقط دو داخلی عوامل ہیں ضمیر اور اخلاق اور یہ بھی اکثر اوقات مختلف وجوہات کی بنا پر سیدھے راستے سے منحرف ہو جاتے ہیں، اسکے یہاں معیار بدل جاتے ہیں اور برائی نیکی بن جاتی ہے اور نیک بدی۔

اس کے علاوہ اسلام میں اجتماعی اور عبادتی پہلوؤں کے درمیان بہت گہرا تعلق ہے لہذا دوسروں کے حقوق کی پروا نہ کرکے اجتماعی پہلو میں ہر قسم کی سستی عبادت والے پر بھی منفی اثر ڈالتی ہے حدیث نبوی میں اسکی یوں وضاحت کی گئی

ہے:

﴿من کان لہ امراۃ تو ذیہ، لم یقبل اللہ صلاتھا، ولا حسنۃ من عملھا حتی تعینہ وترضیہ وان صامت الدھر......وعلی الرجال مثل ذلک الوزر، اذا کان لھا موذیا ظلما﴾ (وسائل الشیعہ ابواب مقدمات النکاح ۱۴: ۱۱۶/۱۔ باب ۸۲)

"جو بیوی اپنے شوہر کو اذیت دے اللہ تعالیٰ اس وقت تک اسکی نماز اور کسی دوسری نیکی کو قبول نہیں کرتا جبتک وہ اسکی مدد نہ کرے اور اسے راضی نہ کرے چاہے ساری زندگی روزے رکھتی رہے اور اگر مرد اس پر ظلم کرے اور اسے اذیت دے تو اس پر بھی ایسا ہی بوجھ ہوگا"۔

خلاصہ یہ کہ میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں جن میں کسی قسم کی غفلت خاندان پر مہلک اثرات ڈالتی ہے اور انہیں ادا کرنا اجتماعی وحدت فراہم کرتا ہے۔

خلاصہ

اس بحث سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

۱۔مکتب اسلام نے دیگر تمام مکاتب سے پہلے حقوق انسانی کو کماحقہ اہمیت دی ہے چنانچہ پیغمبر ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر انسانوں کے درمیاں مساوات کا اعلان کیا امیر المومنین ؑ نے اپنے عہد حکومت میں مالک اشتر کو تاریخی دستاویز تحریر کی اور امام ؑ زین العابدین ؑ نے پہلی صدی ہجری میں حقوق کے بارے میں ایک جامع رسالہ رقم فرمایا۔

ان سب کا مقصد ایسے پر امن معاشرے کا قیام تھا جسکی بنیاد حق وعدالت پر ہو۔

۲۔قرآن کریم نے معاشرے کے اجتماعی پہلو کو اتنی ہی اہمیت دی ہے جتنی کسی انسان کے اپنے رب کے ساتھ تعلق کو اسی لئے افراد کو اوپر ایسے بنیادی حقوق عائد کردیئے ہیں جنکا تعلق ان کے وجود اور عزت کے ساتھ ہے۔

مثال کے طور پر حیات، امن سے استفادہ کرنا، عزت، تعلیم، فکر اور اظہار رائے جیسے حقوق جو انسان کی انسانیت اور حریت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔

۳۔مکتب اہل بیت ؑ کمزور لوگوں کے مادی اور معنوی (جیسے عزت واحترام) حقوق ادا کرنے پر بہت زور دیتا ہے۔

۴۔مکتب اہل بیت ؑ نے اخلاق حقوق ادا کرنے پر بھی بڑا زور دیا ہے جیسے استاد، شاگرد، ساتھی اور ناصح کے حقوق اور یہ ایسے حقوق ہیں کہ جن سے دیگر مکاتب نے تجاہل برتا ہے یا انہیں خاص اہمیت نہیں دی ہے۔

۵۔اسلام نے معاشرے کے اندر خاندانی تعلق کے بعد ہمسائگی کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے چنانچہ جبرئیل نے پیغمبر ﷺ کو پڑوسی کے حقوق کے بارے میں مسلسل وصیتیں کیں، اہل بیت علیھم السلام کی کثیر احادیث پڑوسی کے حقوق کے

بارے میں ہیں کہ اور امام زین العابدین ؑ کے رسالہ حقوق میں خاص طور پر۔

اور حسن جوار کے بارے میں آئمہ ؑ کی دقیق نظر کے بارے میں ہم بھی پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ وہ فقط اذیت کا روکنا نہیں ہے بلکہ اذیت پر صبر کرنا بھی ہے اور آئمہ ؑ نے اسے عملی کر کے دیکھایا ہے۔

اور دوسری بحث میں ہم نے تفصیل کے ساتھ خاندانی حقوق کا ذکر کیا اور اس سے مندرجہ ذیل نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔

۱۔ اسلام خاندان کے افراد کے درمیان قائم شدہ تعلق اور اجتماعی رشتے کو مضبوط کرنے کا خواہشمند ہے چنانچہ والدین کا حق ہے کہ انکے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور ان کا حق اللہ تعالی کے حق کے بعد دوسرے درجے میں رکھا گیا ہے۔

۲۔ آئمہ ؑ نے حقوق والدین کو بیانکرنے کے لئے کئی محوروں پر کام لیا چنانچہ اس سلسلے میں وارد ہونے والی قرآن کی آیات کی تفسیر کی۔ اولاد کے لئے والدین کے سامنے اخلاقی فضا برقرار کی، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی شرعی حدود کو بیان کیا اور اس کو سب سے بڑا فریضہ قرار دیا اور اسکے فلسفہ کے طور پر دوام نسل اور صلہ رحمی کا قطع نہ کرنا ذکر کیا، والدین کی نافرمانی کے دنیوی اور اخروی منفی اثرات بیان کیا اور اس بارے میں اپنی عملی روش کو بہترین نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔

۳۔ اسلام نے بچے کی ولادت سے پہلے اور بعد کے حقوق کو بیان کیا ہے لھذا لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے سے ممانعت کر کے انہیں حق وجود کی ضمانت دی، شادی کرنے اور باپ بننے کی ترغیب دلائی اور غیر شادی شدہ رہنے اور رہبانیت اختیار کرنے سے منع کیا اور پھر صالح اولاد پیدا کرنے کے لئے شوہر کو صالح بیوی انتخاب کرنے کا حکم دیا اور بیٹے کے باپ کی طرف منسوب ہونے کے حق کو محفوظ کرنے کے لئے ماں پر تمام رذائل سے دور رہنا لازم قرار دیا اسی طرح اسلام نے بچے کو ولادت کے بعد کے حقوق کی بھی ضمانت دی ہے جیسے زندہ رہنے کا حق چنانچہ اسلام کسی صورت میں اور کسی بھی ذریعے سے انکی زندی ختم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

۴۔ اسلام نے اولاد کو یہ حق دیا ہے کہ ان کے درمیان عدل و مساوات قائم کی جائے اور لڑکے اور لڑکی کے درمیان امتیاز نہ کیا جائے اور آئمہ ؑ کی سیرت بھی اسکی گواہ ہے چنانچہ انہوں نے ہمیشہ لڑکے کے مقابلے میں لڑکی کو کم اہمیت دینے کی فکر کو ختم کرنے کیلئے کام کیا۔

۵۔ بچے کی تربیت میں اسلام نے دیگر مکاتب پر سبقت کرتے ہوئے ہر مرحلہ میں تربیت کی روش کو اختیار کیا اور بچے کی عمر کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ہر مرحلے میں بچے کی طاقت کے مطابق اسکی خاص قسم کی تربیت کرنے کا حکم دیا۔

۶۔ لڑکے اور لڑکی کے درمیان وراثت کے فرق والے شبہ کا آئمہ ؑ نے یوں جواب دیا کہ یہ فرق عین عدل ہے کیونکہ لڑکی

پر نہ جہاد ہے اور نہ نان ونفقہ بلکہ اس کا اپنا خرچ بھی مرد کے ذمے ہے۔

۷۔ آئمہ ؑ نے اولاد کو وصیت کرنے کو آنے والی نسلوں تک اپنے روشن افکار اور کامیاب تجارب کے منتقل کرنیکا ایک مستقل ذریعہ قرار دیا۔

اور تیسری بحث جو میاں بیوی کے باہمی حقوق کے بارے میں تھی اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

ا۔ اسلام نے بڑی وقت کے ساتھ میاں بیوی کے عقد اور عقد اور باہمی عہد سے پیدا ہونے والے حقوق وفرائض کو بیان کیا ہے۔

۲۔ بیوی جو اصل خلقت اور ذمہ داری کے لحاظ سے مرد کے مساوی ہے بعض بنیادی حقوق کی مالک ہے ان میں سے بعض مادی ہیں جو معشیت سے متعلق ہیں اور بعض معنوی ہیں جو حسن معاشرت سے متعلق ہیں۔

۳۔ شوہر کے بھی بیوی پر حقوق ہیں اور سب سے بڑا حق حاکمیت والا ہے لیکن اسلام اسے بیوی کو ذلیل کرنے کا ذریعہ بنانے کو پسند نہیں کرتا اور اجازت نہیں دیتا کہ حاکیت کے بل بوتے پر بیوی کے مقام کو پست کرے اواس کے حقوق کی پائمالی کرے نیز شوہر کا حق ہے کہ بیوی اسکی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اور اسے آپنے آپ پر کامل تسلط اور تمکین دے۔

اور آخر میں ہم نتیجہ کے طور پر یہ بات عرض کرنا چاہتے ہیں کہ قوانین الٰہی انسان کے بنائے ہوئے قوانین کی نسبت حقوق کی پاسداری کی ضمانت زیادہ دیتے ہیں کیونکہ انسان کے بنائے ہوئے قوانین سے انسان بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے لیکن الٰہی قوانین میں افراد کو کنٹرول کرنے کیلئے دخلی عوامل ہیں جسے عذاب الٰہی اور خدا کی ناراضگی اور خارجی عوامل ہیں جیسے سزا کے قوانین۔

نیز ہم نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ اسلام اجتماعی اور عبادی پہلوؤں کے درمیان گہرے ارتباط کا قائل ہے اور اجتماعی پہلو میں ہر قسم کی غفلت عبادی پہلو پر منفی اثر ڈالتی ہے۔

خدا کی امانت ہے اور ان کی تربیت کے لئے کوشش کرنا چاہئے اور ان سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہئے اولیائے اسلام لڑکیوں سے زیادہ محبت کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ رسول ﷺ اور تمام ائمہ علیہم السلام کی حدیث میں لڑکیوں کے بارے میں زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

عن حذیفہ الیمانی قال: قال رسول ﷺ خیر اولادکم البنات (مکارم الاخلاق ص ۲۱۹)

حذیحہ یمانی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا لڑکیاں تمہاری بہترین اولاد ہیں:

وعنہ قال ابنات حسنات والبنون نعمۃ، فالحسنات یثاب علیھا والنعمۃ یسال عنھا (ایضاص ۲۲۰)

امام صادق ؑ فرماتے ہیں: لڑکیاں حسنات ونیکیاں ہیں اور لڑکے نعمت ہیں، نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور نعمت کے بارے میں بازپرس کی جاتی ہے۔

وبشر النبی بابنۃ فنظر فی وجوہ اصحابہ فرای الکراھیۃ فیھم۔ فقال:

مالکم؟ ریحانۃ اشمھا ورزقھا علی اللہ۔

رسول کو یہ بشارت دی گئی کہ آپ کے یہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے، یہ خبر سن کر اصحاب کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوگیا؟ لڑکی ایک پھول ہے جس کو ہم سونگھتے ہیں اور اس کے رزق کی ذمہ داری خدا پر ہے۔ قال رسول اللہ نعم الولد البنات المخدرات، من کانت عندہ واحدۃ جعلھا اللہ سترا لہ من النار ومن کانت عندہ اثنتان ادخلہ اللہ بھما الجنۃ وان کن ثلاثا او مثلھن من الاخوات وضع عنہ الجھاد والصدقۃ۔

بہترین اولاد وہ لڑکیاں جو پردہ کرتی ہیں، جس کے یہاں ایک لڑکی ہوتی ہے خدا اسے اس کے ماں باپ کے لئے جہنم سے بچنے کا ذریعہ و پردہ بنا دیتا ہے اور جس کے یہاں دو لڑکیاں ہوتی ہیں، ان لڑکیوں کے ذریعہ خدا اس کو جنت میں داخل کرتا ہے اور جس کے یہاں تین لڑکیاں یا بہنیں ہوتی ہیں اس سے خدا صدقہ و جہاد کا حکم اٹھا لیتا ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص بازار جائے اور اپنے عیال کے لئے کوئی تحفہ خریدے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو محتاج کو صدقہ دیتا ہے اور دیکھو بیٹیوں کو بیٹوں پر مقدم کرنا چاہئے کیونکہ جس نے بیٹی کو خوش کیا گویا اس نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے کسی غلام کو آزاد کیا۔ (مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۶۱۵)

بچوں کی تربیت اس طرح کرو کہ جس سے تمہاری عزت ہو

بچوں کے حق کے سلسلہ میں امام زین العابدین ؑ اس طرح فرماتے ہیں: فاعمل فی امرہ عمل المتزین بحسن اثرہ فی عاجل الدنیا، اپنے بچہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ تمہاری تربیت کی وجہ سے دنیا میں اس کا حسن دوبالا ہو جائے اور اس کو اس طرح

حق کی تعریف

حق اور حقوق، انسانی معاشروں کے درمیان نہایت اہم تھی اور آج ہے کیونکہ اس کا تعلق براہ راست انسان کی زندگی سے ہے، انسان مدنی الطبع ہونے کی وجہ سے یہ بحث وجود میں آئی ہے، صاحبانِ علم عرصۂ دراز سے حقوق سے بحث کرتے چلے آئے ہیں امام علیؑ نے آغاز اسلام سے اس موضوع کو مورد توجہ قرار دیا خصوصاً حقوقِ والدین، یہ موضوع اسلام کے نورانی اور انسان ساز مکتب میں خاص توجہ کا مرکز رہا ہے، چنانچہ مولا علیؑ کی نظر میں حق کی یوں تعریف ہے:

حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں؛ دو آدمیوں میں ایک کا حق دوسرے پر اس وقت ہوتا ہے جب دوسرے کا حق اس پر ہوتا ہے اور دوسرے کا حق اس پر اس وقت ہوتا ہے جب اس کا حق دوسرے پر ہو، پھر اگر کوئی ایسا ہے کہ اس کا حق دوسروں پر ہو لیکن اس پر کسی کا حق نہیں ہے تو یہ صرف خدا سے مخصوص ہے اس کی مخلوق کا یہ مرتبہ نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر اقتدار رکھتا ہے اس نے جہاں بھی احکام جاری کیے ہیں عدل وانصاف کے ساتھ جاری کیے ہیں (۱)

ایک اور مقام پر حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

ایک حق فرزند کا باپ پر ہوتا ہے اور ایک حق باپ کا فرزند پر ہوتا ہے۔ باپ کا فرزند پر یہ حق ہے کہ وہ سوائے اللہ کی معصیت کے ہر بات میں اس کی اطاعت اور فرزند کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا تجویز کرے، اچھے اخلاق وآداب سے آراستہ کرے اور قرآن کی اسے تعلیم دے۔ (۲)

حقوق والدین سے پہلے بہتر ہے کہ حق کی تعریف کی جائے تا کہ حق اپنے تمام جوانب سے مشخص ہو،

حق کی تعریف: لغت میں حق کے متعدد معانی بیان ہوئے ہیں لیکن ہم یہاں ان میں سے انہیں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو اہم ہیں

۱۔ حق خدا اور پیدا کرنے والے کے معنی میں استعمال ہوا ہے در اصل حق کے معنی مطابقت اور موافقت رکھنا ہے جو سب معانی میں اس معنی کی رعایت ہوئی ہے جیسے حق خدا کہ اس نے ساری مخلوق کو حکمت کے مطابق پیدا کیا ہے فذلکم اللہ ربکم الحق (۳)

۲۔ حق مخلوق اس لحاظ سے کہ مخلوق کو حکمت کے مطابق خلق کیا ہے وما خلق اللہ ذالک الا بالحق (۴)

۳۔ حق واقع کے مطابق اعتقاد رکھنا (فھدی اللہ الذین... من الحق (۵)

۴۔ حق اس قول وفعل کے معنی میں استعمال ہوا ہے کہ شائستہ اور ناپا تلا ہو ولقد حق القول علی اکثرھم (۶)

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ جن معانی میں حق مستعمل ہوا ہے ان کی تحقیق سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اصل حق کے معنی

ثبوت کے ہیں اور حق کے تمام معانی کی بازگشت ثبوت کی طرف ہوتی ہے(۷) بنابریں حق عبارت ہے ہر ثابت امر سے خواہ وہ واقعی ہو یا نسبی ہو

اصطلاح میں حق کی تعریف

فرانس کے معاشرہ شناس لرمی نیہ نے اس طرح تعریف کی ہے: حق بشر کے روابط کی ہم آہنگی اوران کا توازن ہے(۸) بعض نے حق کی اس طرح تعریف کی ہے: حق ایک فطری اور طبیعی یا قراردادی واعتباری واقعیت وحقیقت ہے کہ جو اپنے مالک کو اس کی نگہبانی کرنے کیلیئے طاقت دیتی ہے جیسے حق حیات، حق والدین... جب حق کی تعریف روشن ہوگئی تو اب حقوق والدین علیؑ کی نظر میں بیان کرتے ہیں:

ماں کا مقام

ماں زندگی کا مرکز وصبر وقرار ہے، ماں ایک چمن ہے جس میں مسلسل بہار ہے، ماں لطف ہے، سکون ہے، شفقت ہے پیار ہے۔ ماں ایک عظیم نعمت پروردگار ہے۔

ماں ایک درس گاہ ہے عقل وشعور کی۔ ماں ایک کہکشاں ہے محبت کے نور کی،

(رفعت رضوی)

اسلام نے عورت کو ماں کی حیثیت سے ایک مقدس رحمت کا سایہ اور قابل تعظیم وتکریم ہستی قرار دیا ہے،

خلیل جبران کہتا ہے: انسانیت کی زبان پر سب سے زیادہ اور پیارا لفظ "ماں" ہے اور سب سے زیادہ حسین پکار میری ماں ہے یہ ایک ایسا لفظ ہے جس سے امید ومحبت کا اظہار ہوتا ہے اتنا دلکش اور پُر خلوص لفظ جو دل کی گہرائیوں سے تعلق رکھتا ہے ماں کے نام میں ہی ممتا کا ایثار اور نرم دلی کا جذبہ موجود ہوتا ہے کیونکہ "م" سے ممتا "الف" سے ایثار اور "نون" سے نرم دلی ہوتا ہے۔

سید رضیؒ وسید مرتضیؒ کو ماں ہی نے علم وکمال کے ان مراتب تک پہنچایا کہ نہج البلاغہ جیسی ادب کی پہلی کتاب کے مصنف قرار پائے، یا شیخ مفیدؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت زہراءؑ نے اپنے دو فرزند حسنؑ وحسینؑ کو میرے پاس لائی ہے کہ انہیں تعلیم دو۔ صبح دیکھتا ہے کہ سید مرتضی وسید رضی کی والدہ گرامی ان کو میرے پاس پڑھانے کے لئے لائی ہے، کس قدر عظمت والی بیوی ہے کہ جس کی شفارش حضرت زہراء مرضیہ= نے کی۔ اور ایسی عظیم مائیں کتنی خوش نصیب ہیں جو اپنی اولاد کو بہترین تعلیم وتربیت سے آراستہ کرکے باوقار اور باعزت طریقے سے زندگی گزارنے کے آداب سکھاتی ہیں اوران کو اس قابل بناتی ہیں کہ وہ معاشرہ میں ایک سعادت مند اولاد کہلائیں۔ ماں انسان کو انسان

بنانے کے لئے ہوتی ہیں اگر ماں متقی پرہیز گاراور اعلیٰ کردار کی مالک ہے تو اولاد پر اس کے اچھے اثرات مترتب ہوتے ہیں، اکثر دیکھا گیا ہے کہ خاندانوں کی تباہی و بربادی اور بے راہ روی کی اصل وجہ ماؤں کی لاپرواہی اور بے توجہی ہوتی ہے جس سے محروم ہوکر اولاد بہک کر بے راہ روی اختیار کر لیتی ہے۔

انسان کو تزکیہ نفس تقوی اور پرہیز گاری کی تعلیم دینے کے لئے ماں کا کردار بہت اہمیت رکھتا ہے بچہ کے لئے ماں کی گود سے بہتر کوئی مدرسہ، کوئی تربیت گاہ یا کوئی تعلیم جگہ نہیں ہوسکتی، جہاں اس کی نشو ونما کے ساتھ ساتھ اس کے کردار سازی کا اہتمام بھی کرتی ہے۔ ماں کا اصل کردار یہ ہوتا ہے کہ اپنی گود کے مدرسہ سے معاشرے کو لڑکوں اور لڑکیوں کے ایسے نمونے پیش کرے جو تقدس و تقوی کے معیار پر پورے اتر کر قوم کے لئے مفید ثابت ہوں۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: "ماں کے قدموں کے نیچے جنت کا چمن سجا کر عورت کی عظمت و حرمت کے پھول کھلائے"

حضرت امیر کائنات عورتوں کو پھول سے تشبیہ دے کر ماں کی عظمت کو چار چاند لگادئے اور ہمیں ماں جیسی عظیم ہستی کی قدر و منزلت کا درس دیا کہ ماں ہی کی آغوش میں دنیا کے تمام انبیاء و اولیاء، صلحاء اور اماموں نے پرورش پائی ہے۔اس لئے پیغمبر اسلامؐ نے اپنی لخت جگر بیٹی حضرت فاطمہ زہراء = کے سلوک و روش کو دیکھ کر فرمایا: "ام ابیھا" تو اپنے باپ کی بھی ماں ہے۔ یہ ان ماؤں ہی کی عظمت و بلندی کردار کا نتیجہ ہے کہ جن کی کوکھ سے بڑے بڑے عظیم الشان امامؑ ، مذہبی رہنما، علماء، فضلاء، مدبر، طبیب و ادیب وغیرہ وجود میں آئے اور یہ سب ماں ہی کا دودھ پی کر بام عروج پر پہنچے ہیں۔

نپولین کہتا تھا تم مجھے اچھی ماں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا اس لئے کہ اسے یہ علم تھا کہ اچھی ماؤں سے اچھی قومیں بنتی ہیں میں ان ماؤں کو سلام کرتی ہوں جنھوں نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنے کردار کو زہد و تقوی کے زیور سے سجا کر صاحب کردار اولاد کے ایسے ایسے نمونے پیش کئے ہیں جنھوں نے دنیا میں نام پیدا کیا۔

چڑھ کے پروان تیری گود سے انسان نکلا تو نے جس پھول کو سینچا وہ گلستان نکلا

اسلام نے دنیا کی تمام عورتوں میں سے سب سے زیادی فضیلت اور عظمت چار عورتوں کو دی ہے۔

(۱) جناب مریم بنت عمران

(۲) عاسیہ بنت مزاحم

(۳) جناب خدیجہ بنت خویلد

(۴) جگر گوشہ رسول جناب فاطمہؑ بنت محمد ﷺ

حضرت مریم کی فضیلت حضرت عیسیٰ کی وجہ سے ہے، کیونکہ حضرت مریم کو ان کی والدہ ہونے کا شرف حاصل تھا، جناب آسیہ کی عظمت و فضیلت جناب موسیٰ کی حفاظت پرورش کرنے کے حوالے سے ہے، جناب خدیجہ محسنہ اسلام کی فضیلت و عظمت دو وجہ سے تھی، جناب سرور کائنات کی بیوی کہ جو سب سے پہلے
رسول سلام ﷺ پر ایمان لائیں اور دوسری فضیلت کہ وہ ماں حضرت زہراء = ہیں۔ اور حضرت فاطمۃ الزہراء = طیبہ و طاہرہ و صدیقہ و معصومہ میں وہ سب فضائل تھے جو ان مذکورہ (ماؤں) میں ہیں وہ سب فضائل ہر ایک میں علیحدہ علیحدہ تھے اور بی بی زہراء = ایسی عظیم بیوی کے مقام پر فائز کہ اس جیسی ہمسر جو حضرت علی - کو ملی کسی اور کو نہ ملی، بیٹی کے اعتبار سے اتنا بڑا مقام کہ باپ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے فاطمہ میرا ٹکڑا ہے اور میں نبی ہوں تو یہ نبوت کا ٹکڑا ہے، ماں کے اعتبار سے حسنین شریفین کی ماں کہ علامہ اقبال نے حضرت فاطمہ ؑ کی عظمت و فضیلت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:
ماں کی عظمت پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن اس مقالے میں صفحات کے تعین کا لحاظ کرتے ہوئے عورت کے چار مقام میں ان ہی دو (بیوی اور ماں) پر اکتفا کرتی ہوں انشاءاللہ آیندہ کسی موقعے پر عورت کا مقام بیٹی اور بہن کے اعتبار سے کچھ تحریر کروں گی اس مقالے میں تو ایک ماں کا مقام پورے طور پر نہ لکھ سکی، یہاں پر مختلف دانشوروں کے نظریات ماں کے بارے میں تحریر کرتی ہوں کہ تنہا اسلام اور پیغمبر اسلام اور مولائے کائنات نے ماں کے مقام کو بیان نہیں فرمایا بلکہ ہمارے باقی ائمہ ؑ نے بھی اپنے زمانے میں ارشادات بیان فرمائے،
امام ؑ صادق ؑ نے جب ایک غیر مسلم کو اسلام سے آگاہ فرمایا اور اسے تاکید سے فرمایا دیکھو تمہارے مذہب میں ماں باپ کا جو بھی مقام ہے بہرحال اسلام لانے کے بعد اب تم اپنی ماں سے اس طرح اچھی رفتار اور اچھے سلوک سے پیش آو کہ انہیں یہ محسوس ہو کہ اسلام میں ماں باپ کا کیسا مقام ہے یہ آدمی جب اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا شروع کیا تو بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ بیٹا جب تمہارے اسلام میں ہمارے متعلق اس قدر سفارش کی ہے تو ہمیں لے چلو جب اپنے ماں باپ کو امام ؑ کی خدمت اقدس میں لے آیا تو فوراً انھوں نے اسلام قبول کیا۔
قرآن میں ہے "وقضی ربک الا تعبد الا اللہ وبالوالدین احسانا" جہاں بھی قرآن میں خدا نے اپنی عبادت کا تذکرہ فرمایا وہاں پر والدین سے احسان اور اچھے برتاؤ کی تاکید فرمائی۔
ایران کا بہت بڑا شاعر فردوسی ماں کے متعلق لکھتا ہے:
"اگر مجھ سے ماں چھین لی جائے تو میں پاگل ہو جاؤں، محبت کی ترجمانی کرنے والا اگر کوئی ہے تو وہ ماں اور صرف ماں

ہے، مجھے پھول اور ماں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا (نادر شاہ)

ہماری ماں نے ہمیں زندہ رہنے کے لئے اور آزادی سے زندگی گزارنے کا سبق دیا ہے (مولانا شوکت علی) ماں ہی خدا کی سب سے اچھی مخلوق ہے (لیاقت علی خان)

مدت تک اٹھائے رہی کہ اتنی مدت تک کوئی کسی کو نہیں اٹھاتا ہے یہی چیز قرآن مجید کے دو، سوروں میں پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان ہوئی ہے سورۂ احقاف میں ارشاد ہے:

اور ہم نے انسان کو یہ وصیت کردی ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ اس کی ماں رنج وتکلیف کے ساتھ اس سے حاملہ ہوئی اور رنج و تکلیف کے ساتھ اسے پیدا کیا اور اس کے حمل ودودھ بڑھائی کی مدت تیس (دوسال چھ ماہ) ماہ ہے یہاں تک کہ جب وہ چالیس سال کا ہوگیا تو کہنے لگا: اے میرے پروردگار مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکرادا کروں کہ جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہیں اور میں نیک وصالح عمل کروں جس سے تو مجھ سے خوش ہو جائے اور میری اولاد کو صالح و نیک قرار دے میں تیری طرف پلٹ رہا ہوں اور میں مسلمان وتسلیم شدہ ہوں (۱۱)۔

سورۂ لقمان میں اس طرح ہوا ہے: وصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین ان شکر لی والوالدیک الی المصیر ۔(۱۲)

ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں وصیت کردی ہے: اس کی ماں نے اس زحمتوں کے ساتھ اس کے حمل کو رکھا۔ اور اس کی شیرخوارگی کا زمانہ دوسال ہے اور اسے ہم نے یہ وصیت بھی کردی ہے کہ وہ میرا اور اپنے والدین کا شکرادا کرے کہ تم سب کو میری ہی طرف آنا ہے دودھ پلانے کا زمانہ ماں کیلئے سختی اور مشقت کا زمانہ ہے۔ انعقاد نطفہ کے وقت سے ماں کی حالت دیگرگوں رہتی ہے یکے بعد دیگرے اس پر تکلیفیں پڑتی رہتی، یہ بے آرامی اور مشکلیں کیوں پیش آتی ہیں؟ ڈاکٹر کہتے ہیں: یہ اس لیے پیش آتی ہیں کہ ماں اپنے بدن کی انرجی بچہ کو دیتی ہے۔

بچہ حمل کے دوران

جیسے جیسے جنین بڑھتا ہے اسی لحاظ سے وہ ماں سے زیادہ طاقت وقوت کو حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ ماں کی ہڈیوں اور اس کے اعصاب کو متأثر ہے بعض دفعہ وہ سونے اور کھانے سے بھی محروم ہو جاتی ہے حمل کے آخری زمانہ میں تو اس کے لئے چلنا اور اٹھنا بیٹھنا بھی دشوار ہو جاتا ہے، لیکن وہ عنقریب پیدا ہونے والے بچہ کی محبت وعشق کی وجہ سے ساری زحمتوں کو برداشت کرلیتی ہے۔ وضع حمل، پیدائش کا وقت ماں کے لئے سخت ترین وقت ہوتا ہے یہاں تک کہ کبھی وہ بچہ کے لئے

اپنی جان تک دے دیتی ہے،اس زمانہ میں اس کے سپرد بڑی امانت ہوتی ہےایک مسافراس کے ذمہ ہوتا ہے کہ جس کو منزل مقصود تک پہنچانا ہے لہذا اس زمانہ میں ماں کو اس امانت کی حفاظت کے لئے تمام اقدامات کرنا چاہئیں ،اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے اور کھانے، پینے میں حفظان صحت کے اصول کی رعایت کرنا چاہئے۔

وہ جس مسافر کو اٹھائے ہوئے ہے اس کے سفر کی مدت دو چار ماہ نہیں ہ بلکہ نو مہینے ہیں، جس طرح مسافر سوار ہوتے ہی منزل مقصور پر نہیں پہنچتا ہے یا دس بارہ کیومیٹر کا فاصل طے کرنے سے منزل پر نہیں پہنچتا ہے بلکہ اس وقت اس کا منزل پر پہنچنا تسلیم کیا جاتا ہے کہ جب وہ سلامتی وحفاظت کے ساتھ منزل مقصود پر اتر جاتا ہے، ماں کا مسافر بھی ہر لحظہ خطرہ سے دوچار رہتا ہے اور اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ رہتا ہے لہذا جب وہ پیدا ہو جاتا ہے تو ماں آرام کی سانس لیتی ہے کہ اس نے مسافر کو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ جنین کے اندر چار ماہ دس دن کے بعد روح پڑ جاتی ہے۔ وہ ماں کے پیٹ میں حرکت کرتا ہے تو ماں کو شدید درد محسوس ہوتا ہے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ خدا کا شکر ادا کرتی ہے کہ الحمد للہ میرا بچہ زندہ ہے اور خدا نے اپنی پیدائش کی ہوئی اس میں ڈال دی ہے۔

اس طویل وسخت مدت کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ وہ اسے پے در پے کمزور کرتا ہے، پھر دوسرا سخت زمانہ شروع ہوتا ہے اور وہ ہے دودھ پلانے اور رات دن اسکی حفاظت کرنے کا زمانہ یہ وہ زمانہ ہے جس میں ماں کو بچہ کی ساری ضرورتوں کو پورا کرنا ہے، یہ زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں بچہ بول نہیں سکتا وہ اپنے لئے مناسب جگہ انتخاب نہیں کرسکتا وہ رو سکتا ہے لیکن کچھ نہیں کرسکتا اس کے رونے ہی سے ماں اسکی ہر ضرورت کو سمجھ لیتی ہے اس زمانہ مین سخت ترین یہ کو صاف، ستھرا رکھنا ہے،اس زمانہ میں بچہ کو جو بیماریاں لگ سکتی ہے، ماں ان کا مقابلہ نہایت ہی صبر وشکیبائی کے ساتھ کرتی ہے۔

ماں، باپ میں سے کس کا زیادہ حصہ ہے؟

سورۂ احقاف وسورۂ لقمان میں وصینا الانسان بوالدیہ کے ذریعہ انسان کو ماں باپ کے بارے میں وصیت کی گئی ہے بچہ پر دونوں کا حق ہے لیکن دونوں میں سے کس کا حق زیادہ ہے؟ اس سلسلہ میں قرآن کی آیتوں نے حمل اور دودھ پلانے کے زمانہ کی زحمتوں کے لحاظ سے ماں کو زیادہ حصہ دیا ہے۔

جب رحم میں نطفہ قرار پاتا ہے اور بچہ کے اولین خلیے وجود آتے ہیں تو ان میں ماں اور باپ دونوں مساوی طور پر شریک ہوتے ہیں اور یہ میں دونوں کا حصہ برابر ہوتا ہے۔ لیکن حمل کے دوران اور رحم میں بچہ کو غذا رسانی اور بچہ کے بدن کی ساخت میں ماں کا زیادہ حصہ ہوتا ہے۔

الکسیس کارل لکھتا ہے:

ان اولین خلیوں میں کہ جن سے بعد میں سارے خلئے وجود پذیر ہونگے ان میں ماں ،باپ ایک حد تک دونوں ہی شریک ہیں لیکن ماں ،نصف خلیوں کی شریک ہونے کے علاوہ اس مرکزی خلیہ کے اطراف میں پر وٹو پلاسم ،مادۂ اولی کو بھی پُر کرتی ہے اس طرح بچہ کے وجود میں لانے میں اس کا فریضہ باپ سے زیادہ اہم ہے تولید مثل میں باپ کا فریضہ بہت مختصر ہے لیکن عورت کا فرض تقریبا نو ماہ میں پورا ہوتا ہے اس مدت میں بچہ ماں کے خون سے غذا حاصل کرتا ہے۔(۱۳)

موسیٰ بن عمران نے تین بار خدا سے التجا کی کہ مجھے نصیحت فرمایئے! ہر دفعہ یہی ندا آئی میں تمہیں اپنے بارے میں تاکید و نصیحت کرتا ہوں پھر عرض کی پھر! ارشاد ہوا تمہارے والد کے بارے میں پھر عرض کی: اس کے بعد فرمایا: میں تمہیں تمہاری ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں میں تمہیں تمہاری ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں میں تمہیں تمہاری ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں۔

ایک شخص رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی! اے اللہ کے رسول ﷺ میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ عرض کی پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ عرض کی: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ اس کے بعد عرض کی: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: اپنے والد کے ساتھ۔

مذکورہ دونوں روایتوں سے اس سوال کا جواب مل جاتا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ ماں کا حق زیادہ ہے یا باپ کا؟

جواب یہ ہے کہ ماں کے تین حصے ہیں اور باپ کا ایک حصہ ہے۔ کیونکہ ماں، حمل، دودھ پلانے اور پروان چڑھانے کے زمانہ میں زحمت اٹھاتی ہے اگر چہ باپ، ماں اور بچے دونوں کا خرچ برداشت کرتا ہے اور اس کی زندگی کی ضرورت کو پورا کرتا ہے، لیکن وہ لحہ بھر میں بچہ کو ماں کے حوالہ کر کے الگ ہو جاتا ہے اس کے بعد اسے ماں ہی پروان چڑھاتی ہے۔

جنین پر ماں کے حالات کا اثر

ماں کے جسمانی اور اسکی غذا و خوراک کے آثار بچہ پر مترتب ہوتے ہیں اسی طرف ماں کے اخلاق وخیالات بھی بچہ پر اثر انداز ہوتے ہا اگر کوئی ماں حمل کے زمانہ میں بہت زیادہ ڈرتی ہے اور اس حالت سے اس کے بدن پر نفسیانی اثر ہوتا ہے کے رنگ کا فق ہو جانا تو اس سے بچہ کو بھی شدید صدمہ پہنچتا ہے۔

اعجاز خورا کیھانامی کتاب میں مرقوم ہے:

اگر حمل کے زمانہ میں کوئی عورت اتنی ڈرتی ہے کہ اس کا رنگ بدل جاتا ہے اور وہ کانپنے لگتی ہے تو اس کے نوزاد کے بدن پر ایک قسم کے داغ پڑ جاتے ہیں، جنہیں چاند گہن کا اثر کہتے ہیں۔(۱۴) مختصر یہ کہ ماں کا غم وغصہ ،غیظ وغضب ،بد بینی ،بد خواہی ،کینہ وزی اور حسد بلکہ اس کے سارے پسندیدہ اور بر صفات بہ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

ماں ہمیشہ بچہ کی خدمت میں

ماں بچہ کی پیدائش ہی سے تمام وقت اسکی خدمت مین گزراتی ہے اگر کبھی ماں لحہ بھر کے لئے بھی اس غافل ہو جائے تو اس کی جان کے لالے پڑ جائیں رات دن اسکی نگہداشت کی وجہ سے ماں کا آران وچین چھن جاتا ہے لیکن مادری محبت و سرشت کی وجہ سے یہ ساری تلخیاں اس کے لئے شہد جیسی شیرین بن جاتی ہیں ۔

"فلا تقل لھما اف" (سورہ بنی اسرائیل ۲۳) ماں باپ کو اف تک نہ کہو کیونکہ ان کے لئے ہمیشہ یہ دعا کیا کرو "رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا" میرے رب میرے ماں باپ پر رحم فرما کہ جس طرح انہوں نے بچپنے میں مجھ پر رحم فرمایا،

ماں کا حق

امام ؑ ماں کے حق کے متعلق ارشا فرماتے ہیں:

تمہارے اوپر تمہاری ماں کا حق یہ ہے کہ تم کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ تمہیں ایک مدت تک (پیٹ میں) اس طرح اٹھائے رہی کہ اس طرح کوئی کسی کو نہیں اٹھاتا ہے (یعنی نو ماہ تک تمہارے حمل کو اپنے شکم میں رکھا) اواپنے میوۂ دل دودھ سے تمہیں خوراک دی کہ اس طرح کوئی کسی کو خوراک نہیں دیتا ہے اپنے کان، آنکھ، ہاتھ، پیر، بال کھال سے تمہیں خوراک دی کہ اس طرح کوئی کسی کو نہیں دیتا ہے۔

اپنے کان، آنکھ، ہاتھ، پیر، بال، کھال بلکہ اپنے تمام اعضاءو جوراح کے ساتھ خوشی خوشی تمہارا بوجھ اٹھائے پھرتی رہی۔ اگر چہ اس کی وجہ سے مسلسل زحمتوں اور تکلیفوں اور مشقتوں میں مبتلا رہی، یہاں تک کہ دست قدرت نے تمہیں اس سے جدا کر دیا اور تمہیں زمین پر اتار دیا تو اس نے تمہیں شکم سیر کیا خود بھوکی رہی تمہیں لباس پہنایا خود عریاں رہی، تمہیں سیراب کیا خود پیاسی رہی، خود دھوپ کی شدت میں رہی تمہیں سایہ میں رکھا اس کی بے چینیوں میں تم نے آرام پایا خود بیدار رہی تمہیں سلایا اس کا پیٹ تمہارا مسکن، اس کا گھر تمہاری حفاظت کا محل تھا اس کے پستان تمہارے دودھ پینے کیلئے چشمہ اور اس کا نفس تمہارا نگہبان تھا تمہارے لئے اس نے سردی وگرمی کو برداشت کیا اس کی ان زحمتوں اور تکلیفوں کا شکریہ ادا کرو لیکن تم خدا کی مدد توفیق کے بغیر اپنی ماں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔

لفظ ام یعنی جڑ، بنیاد، ستون حدیث میں بیان ہوا ہے: شراب سے پرہیز کرو کہ ام الخبائث ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ام مشترک معنوی ہے اس کے جامع معنی اصل اور پایہ ہی ہیں (۹)

لیکن حقیقی ماں کے معنی میں یہ اتنی شہرت پا چکا ہے کہ اب یہ وہم ہونے لگا کہ اس کے حقیقی معنی ماں ہی ہیں اور دوسرے معنی میں مجازاً استعمال ہوتا ہے۔ (۱۰)

ماں کے حقوق

امام زین العابدین ؑ حمل کے زمانہ سے ماں کے حقوق کو موضوع بحث قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ماں تمہیں اتنی

آخر میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ حضرت زہراء = و بی بی زینب کے نقش قدم پر چلیں، اچھی نیک بیوی اور اچھی ماں بننے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ماں

عورت کا مقام ماں کے اعتبار سے اس قدر عظمت و منزلت کا مالک ہے کہ جب میں ایران تعلیم حاصل کرنے کیلئے آرہی تھی تو سورج غروب ہو رہا تھا شام کے سائے ڈھل رہے تھے پرندے اپنے گھروں کو جا رہے تھے اور میں گھر سے روانہ ہو رہی تھی اس موقع پر ایک ایسی عظیم شخصیت جس کے دل میں محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اسکی لہروں اور موجوں کے دل میں اضطراب تھا چند لمحوں کے بعد ہونے والی جدائی کے سبب آنکھوں میں آیا ہوا تھا ساون تھما ہوا تھا دروازے کی دہلیز پر آسمان کی طرف ہاتھوں کو بلند کیئے ہوئے دعاؤں کے ساتھ الوداع کہہ رہی تھی آسمان نے جب محبت کے عجیب منظر کو دیکھا تو وہ نہ رہ سکا بلکہ آنسوں بہانے لگا اور آفرین کے طور پر رحمت برسانے لگا۔

یہ کون تھی کہ جس کے صبر کو دیکھ کر آسمان بھی خاموش نہ رہ سکا فضائیں لڑکھڑانے لگیں شہر میں سناٹا چھا گیا یہ وہ ہے جس نے راتوں کو جاگ کر زحمت اٹھا کر مجھے پروان چڑھایا جس کا نام لیں تو دونوں ہونٹ محبت سے ایک دوسرے کو چومتے ہیں اور جس کے دل سے نکلی ہوئی دعا پتھروں کو پاش پاش کر دیتی ہے اسلام نے جس کے قدموں کے نیچے جنت کو قرار دیا ہے یہ ماں ہے جو اپنے خون جگر کے ذریعہ انسانی نسل کی پرورش کر کے اسے پروان چڑھاتی ہے۔

ماں باپ کے بارے میں قرآن میں جہاں پر خدا نے اپنی پرستش کا ذکر فرمایا اسکے فوراً بعد فرمایا و بالوالدین احسانا وقضی ربک ان لاتعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما اوکلاھما فلاتقل لھما اف لا تنھر ھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھا کما ربیانی صغیرا: (سورۂ بنی اسرائیل ایت ۲۳، ۲۴) میں ارشاد فرمایا:

تیرے رب کا فیصلہ ہے کہ اسکے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اگر کوئی ان میں سے ایک یا

دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور کسی بات پر خفا ہوں تو خبردار ان کے جواب میں اف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور جو کچھ کہنا سننا بہت ادب سے کہا کرو اور ان کے سامنے عاجزی و انکساری کے ساتھ جھکنا اور انکے حق میں دعا کرو اے پالنے والے جس طرح انہوں نے مجھے بچپنے میں پالا و پروان چڑھایا رحم و کرم سے نواز۔

ماں اولاد کیلئے جنت فردوس کا سایہ دار شجر و درخت ہے ماں وہ عظیم نعمت ہے جس کی مثال ہے نہ نظیر نہ بدل ہے نہ جواب ایثار و خلوص کی بلندیوں کا نام ماں ہے مہر و وفا کی انتہا گہرائیوں کا نام ماں ہے۔

ماں کی مامتا میں پھولوں کی نکہت و مسکراہٹ ہے ماں انسانیت کی تربیت کا پہلا مدرسہ ہے ماں تھذیب و تمدن اور اسلامی معاشرہ کے ارتقاء کا راز ہے ماں کی مامتا مرکز تجلیات اور سر چشمہ حیات ہے۔ ماں اولاد سے کچھ نہیں چاہتی بلکہ اپنا سب کچھ اولاد پر نثار کر دیتی ہے ایک فلاسفر کا کہنا ہے دینا کی تمام رعنائیاں سارا حسن و جمال ساری کی ساری لطافت و دلکشی اور تمام خوبصورتی چھین لی جائے اور صرف ماں کا وجود قائم رہے حسن و جمال اور رعنائی میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوگی۔

ماں کی محبت

محبت ،انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے،انسان کے ساتھ ساتھ محبت طلبی بھی پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ کھانے پانی کے بعد انسان کو محبت کی ضرورت ہوتی ہے ماہرین نفسیات نے محبت کو شدید ترین روحی ہیجان قرار دیا ہے ۔صرف بچپنے میں ہی انسان کو محبت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ عمر کے ہر موڑ پر کسی نا کسی صورت میں انسان کو محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔

محبت طلبی اور شفقت جوئی کے جلوہ کو بچوں کے اندر دیکھا جا سکتا ہے اگر ان سے محبت میں کمی آجاتی ہے تو وہ ماں باپ سے لپٹ جاتے ہیں اور اگر کسی بچہ سے زیادہ محبت ہو جاتی ہے تو دوسرے بچے اس سے حسد کرنے لگتے ہیں بڑی عورتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سوتن سے گلہ مندرہتی ہیں اور جوان دلوں کو موہ لینا چاہتے ہیں یا ان پر اپنا قبضہ جمانا چاہتے ہیں۔

بعض ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ بچوں کو ایک خاص ضرورت ہوتی ہے اور یہ ضرورت ماں کے بدن کی گرمی و حرارت، اس کی لوریوں اور اس کے پیار و محبت سے پوری ہوتی ہے اور اگر اس کی اس ضروریات کو پورا نہ کیا جائے تو اس کا اس کے جسم و روح پر بہت برا اثر ہوگا۔ ایک مشہور انسان شناس اس نظریہ سے متأثر تھا وہ اپنی تقریر میں کہتا تھا:

نوزاد بچوں کو پیدائش کے بعد ان کی ماؤں کے پہلو میں لٹایا جائے انہیں پرورش گاہ میں نہیں بھیجنا چاہئے کیونکہ پرورش گاہ

میں ان کو ماں کی گرمی وحرارت نہیں ملے گی جس کی ان کو ضرورت ہوتی ہے۔

ماں کی فداکاری

ماں بچہ کے وجود کو اپنے وجود پر مقدم کرتی ہے اور کبھی بچہ پر قربان ہوجاتی ہے، وہ اپنی آنکھ میں پڑنے والے خار کی تکلیف برداشت کرلیتی ہے لیکن بچہ کے رونے کو برداشت نہیں کرتی ہے۔ امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: وہ اسے سیراب کرتی ہے خود پیاسی رہتی ہے اسے کپڑا اڑھاتی ہے خواہ خود کو نہ چھپا سکے۔ (۱۵)

جنت ماں کے قدموں کے نیچے

ماں کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جنت، ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ جبکہ دوسری جگہ یہ فرمایا ہے کہ جنت ان مجاہدوں کی تلواروں کے نیچے ہے جو راہ حق میں جہاد کرتے ہیں ماں کے حق کے سلسلہ میں رسول ﷺ سے جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

موسی بن عمران نے تین بار خدا سے التجا کی کہ مجھے نصیحت فرمایئے! ہر دفعہ یہی ندا آئی میں تمہیں اپنے بارے میں تاکید و نصیحت کرتا ہوں پھر عرض کی پھر! ارشاد ہوا تمہارے والد کے بارے میں پھر عرض کی: اس کے بعد فرمایا: میں تمہیں تمہاری ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں میں تمہیں تمہاری ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں میں تمہیں تمہاری ماں کے بارے میں تاکید کرتا ہوں۔

ایک شخص رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی! اے اللہ کے رسول ﷺ میں کسی کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ عرض کی پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ عرض کی: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ اس کے بعد عرض کی: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: اپنے والد کے ساتھ۔

مذکورہ دونوں روایتوں سے اس سوال کا جواب مل جاتا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ ماں کا حق زیادہ ہے یا باپ کا؟

جواب یہ ہے کہ ماں کے تین حصے ہیں اور باپ کا ایک حصہ ہے۔ کیونکہ ماں، حمل، دودھ پلانے اور پروان چڑھانے کے زمانہ میں زحمت اٹھاتی ہے اگر چہ باپ، ماں اور بچے دونوں کا خرچ برداشت کرتا ہے اور اس کی زندگی کی ضرورت کو پورا کرتا ہے، لیکن وہ لحہ بھر میں بچہ کو ماں کے حوالہ کرکے الگ ہوجاتا ہے اس کے بعد اسے ماں ہی پروان چڑھاتی ہے۔

ماں کی خدمت یا جہاد

ایک جوان جو کہ جہاد پر جانا چاہتا تھا اور اس کی ماں اسے منع کرتی تھی اپنی والدہ کے ساتھ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں کی خدمت کرو تمہارا وہی ثواب ہے جو جہاد کرنے والوں کا ہے۔ (۱۶)

باپ کا حق

امام زین العابدین ؑ باپ کے حق کے متعلق فرماتے ہیں: تمہارے باپ کا یہ ہے کہ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تمہاری اصل وبنیاد ہے اور تم اس کی شاخ وفرع ہو اگر وہ نہ ہوتے تو تمہارا وجود نہ ہوتا پس جب تم اپنے اندر کوئی ایسی چیز دیکھو کہ جو تمہیں خود پسندی میں مبتلا کر دے تو اس وقت تم یہ خیال کرو کہ اس نعمت کا سبب تمہارا باپ ہے اور اس پر خدا کا شکر بجالاؤ...(۱۷)

ایک اور موضوع کہ جس کی طرف امام ؑ نے اشارہ فرمایا: یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اور کمال کی طرف بڑھنے لگتا ہے تو ممکن ہے اس وقت باپ کی مادی ترقی موقوف ہوگئی ہو یا عنقریب موقوف ہو جائے گی اس مادی حرکت میں باپ رو بہ زوال ہے اور بیٹا رو بہ کمال۔ باپ دن بدن کمزوری وناتوانی محسوس کر رہا ہے اور بیٹا طاقت، تازگی اور فرحت محسوس کرتا ہے اور خود کو باپ سے زیادہ قوی سمجھتا ہے یہاں اسے غرور ہو جائے اور خود کو باپ سے برتر وبلند سمجھنے لگے اور باپ کے احترام کے فریضہ کو پورا نہ کرے۔

امام ؑ بیٹے کو یہ بات سمجھاتے ہیں جب تمہارے اندر کوئی ایسا احساس بیدار ہو اور خدانخواستہ خود پسندی میں مبتلا ہو جاؤ تو اس وقت یہ سوچنا کہ تمہارا جو بھی کمال وہنر ہے اس کا سبب تمہارا باپ ہے تمہارا اپنا کچھ بھی نہیں۔ اگر تم نے یہ بات سوچ لی تو تم عجب وخود پسندی سے نجات پا جاؤ گے۔ اس حق میں امام زین العابدین ؑ نے تیسرا موضوع یہ بیان فرمایا: کہ نعمت کی معرفت اور شکر کی حس بیدار کرنے کیلئے نعمت کا شکر ضروری ہے جب بچہ اس بات کی طرف متوجہ ہوگا تو اپنے فریضہ کو سمجھے گا کہ اس نے خدا کے مقرر کردہ تمام وحقوق کو انجام دے دیا اور والدین کے عاق کرنے سے جو نقصان پہنچ سکتا تھا اس سے نجات حاصل کر لی۔ ماں کے حق میں دو آیات پیش کی تھیں اب باپ کے حق کے متعلق چند احادیث بیان کرتے ہیں تا کہ ان احادیث کی روشنی میں باپ کا رتبہ واضح ہو جائے۔

۱۔ محمد بن یحیٰ نے احمد بن عیسیٰ سے... اور انہوں نے ابو ولاد سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے امام صادق ؑ سے اس آیت ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو کے بارے میں سوال کیا کہ یہ احسان کیا ہے؟ امام ؑ نے فرمایا:

ماں باپ کے ساتھ رہنےاور زندگی گزارنے میں جہاں تک ہوسکے نیکی کرواور انہیں اس چیز کے مانگنے کی زحمت نہ دو کہ جس کی ان کو ضرورت ہے خواہ وہ مستغنی اور بے نیاز ہی ہوں اور قرآن کی دوسری آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب تک تم اپنی محبوب چیزوں کو خرچ نہیں کروگے نیکی تک نہیں پہنچ سکتے۔

لیکن خدا کا یہ قول کہ انہیں اف تک نہ کہو جب وہ دونوں یا ان میں سے ایک بوڑھے ہوجائیں تو انہیں جھڑکو نہیں یعنی اگر وہ تمہیں ماریں تو بھی اف نہ کروان سے نرم لہجہ میں بات کروان کے سامنے اپنے شانوں کو جھکا دو یعنی ان سے محبت والفت کی نظر سے دیکھوان کی اواز پر اپنی اواز کو بلند نہ کرواور نہ ان کے ہاتھ اٹھانے پر اپنے ہاتھ اٹھاؤ اور ان کے آگے آگے نہ چلو یعنی انہیں کسی بھی لحاظ سے رنج نہ پہنچاؤ (۱۸) ۲۔اصول کا میں دوسری روایت اس طرح ہے ابن محبوب نے خالد بن نافع سے اس نے مروان سے اس نے کہا میں نے امام صادق ؑ سے سنا کہ فرماتے ہیں: ایک آدمی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کی مجھے کوئی نصیحت ووصیت فرمایئے آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کا شریک نہ قرار دو.....اور والدین کی اطاعت کرواور ان کے ساتھ نیکی کرو خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ...(۱۹)

۳۔اسی طرح امام کاظم ؑ سے روایت ہے ایک آدمی نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ بیٹے پر باپ کا کیا حق ہے؟ فرمایا: باپ کا نام نہ لے راستہ چلنے میں اس پر سبقت نہ کرے اس کے سامنے نہ بیٹھے اور ایسے کام نہ کرے کہ جس سے باپ کو برا کہا جائے بنا بریں بیٹے پر فرض ہے کہ وہ ماں باپ کا احترام کرتا ہے۔

۴۔محمد بن یحی نے چند واسطوں سے ابراہیم بن شعیب سے روایت کی ہے کہ میں نے امام صادق ؑ سے عرض کی: میرے والد بوڑھے ہوگئے ہیں اور اتنے کمزور ہیں کہ ضروریات کیلیئے بھی مجھے لے جانا پڑتا ہے کیا میرے لیے یہ کام درست ہے؟ آپ ؑ نے فرمایا: اگر تم ایسا کام کرسکتے ہو تو اسے ضرور انجام دو،اپنے ہاتھ سے انہیں کھانا کھلاو کہ اس کی جزا میں تمہیں قیامت میں جنت کا باغ ملے گا(۲۰)

مزکورہ احادیث سے اسلام کا عقیدہ رکھنے والے اور رسول خدا اور ائمہ کی پیروی کرنے والی اولاد کا فریضہ معین ہوگیا کہ ان کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے اوپر ماں باپ کا بہت بڑا حق ہے انہیں ماں باپ کا حق شناس ہونا چاہیے اور ان سے لاپرواہی اور ان کو ناراض کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے خواہ ماں باپ اپنے فریضے کو بخوبی انجام نہ دیں امام صادق ؑ فرماتے ہیں: من نظر الی ابویہ مافت وھما ظالمان لہ لم یقبل اللہ لہ صلاۃ(۲۱)

جو شخص اپنے والدین کو غیظ وغضب کی نگاہ سے دیکھتا ہے اگر چہ انہوں نے اپنی اولاد کے حقوق پورے نہ کیے ہوں تو بھی خدا اس کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ ماں باپ نے اپنے بیٹے پر ظلم بھی کیا ہو تو بھی بیٹے کو اس

سے چشم پوشی کرنا چاہیے۔

بھائی کا حق

اما حق اخیک فتعلم انہ یدک التی تبسطھا وظھرک الذی تلتجی الیہ وعزک الذی تعتمد علیہ وقوتک التی تصول بھا، فلا تتخذہ سلاحا علی معصیۃ اللہ ولا عدۃ للظلم بحق اللہ، ولا تدع نصرتہ علی نفسہ ومعونتہ علی عدوہ والحول بینہ وبین شیاطینہ وتادیۃ النصحۃ الیہ و الاقبال علیہ وفی اللہ، فان انقادلربہ واحسن الاجابۃ لہ والا فلیکن اللہ آثر عندک واکرم علیک منہ۔

تمہارے بھائی کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ تمہارا ہاتھ ہے اور تمہارے لئے پشت پناہ ہے کہ جہاں تم پناہ گزیں ہوتے ہو وہ تمہاری عزت ہے کہ جس پر تم اعتماد کرتے ہو اور وہ تمہاری قوت ہے کہ جس کے ذریعہ تم حملہ کرتے ہو پس اسے خدا کی معصیت و نافرمانی کا ذریعہ و حربہ نہ بناؤ اور اس کے وسیلہ سے خدا کی مخلوق پر ظلم نہ کرو تم اس کے حق میں اس کی مدد کرو اور اس کے دشمن کے خلاف اسکی نصرت کروا سکے اور شیطان کے درمیان حائل ہو جاؤ اور اسے نصیحت کرنے میں پورا حق ادا کرو اور اسے خدا کی طرف بلاؤ پھر اگر وہ اپنے پروردگار کا مطیع ہو جائے اور اس کے حکم کو تسلیم کرے تو فبہا، ورنہ تمہارے نزدیک خدا کو مقدم ہونا چاہئے اور اسے تمہارے لئے عظیم ہونا چاہئے۔

امام زین العابدین ؑ نے بھائی کے حق کے سلسلہ میں تین چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

۱۔ بھائی ایک بازو ہے اور پشت پناہ ہے لہذا اسے گناہ و معصیت کا آلۂ کار نہ بناؤ۔

۲۔ دشمن کے خلاف اسکی مدد کرو۔

۳۔ اسے شیطان کے تسلط سے نجات دلاؤ اسے خدا کی طرف بلاؤ اور اگر وہ اسے قبول نہ کرے تو تم خدا کے حکم کا پاس و لحاظ کرو نہ سرکش بھائی کا۔

اسلام میں اخوت کی قسمیں

اسلام وقرآن کے اہم مسائل میں سے اخوت و برادری بھی ہے، اخوت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ حقیقی اور سگا بھائی یہ دو انسانوں کا نزدیک ترین رشتہ سمجھا جاتا ہے اور ایک دوسرے سے میراث لینے کا باعث ہوتا ہے اور اسلامی فقہ کی میراث میں یہ دوسرے طبقہ میں ہے۔

۲۔ برادر ایمانی، حقیقت یہ ہے کہ ایمان واسلام نے سارے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے یہ اسلام ہی ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کے اتحاد و وحدت کا باعث بن گیا ہے۔

"اخ" کے معنی لغت میں بھائی اور مصاحب ورفیق کے ہیں اسکی اصل "اخو" ہے "اخ" اس شخص کو کہتے ہیں جو ماں، باپ

یاان میں سے کسی ایک میں دوسروں کا شریک ہوتا ہے، مفردات ہیں دودھ شریک کو بھائی کہا گیا ہے، اب وام کی طرح اخ بھی کثیرالاستعمال ہے مفردات میں اس کے اصلی معنی بیان کرنے کے بعد تحریر کیا ہے: جو بھی کسی دوسرے کے ساتھ قبیلہ، دین، صنعت، معاملے اور مودت ومحبت میں شریک ہوتا ہے اسے اخ قرآن مجید میں حقیقی ومجازی دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے۔

دائرۃ المعارف میں فرید وجدی تحریر کرتے ہیں: کہتے ہیں: اخوان اخ کی جمع ہے جس کے معنی رفیق وساتھی ہیں یعنی اگر اخ کے معنی حقیقی بھائی ہے تو اس کی جمع اخوۃ اور اگر اس کے معنی دوست ہیں تو اس کی جمع اخوان ہے لیکن وجدی کی یہ بات صحیح نہیں لگتی کیونکہ قرآن مجید میں اخوانھن استعمال ہوا ہے اور اس سے حقیقی بھائی مراد ہیں قرآن کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اخوہ، اخوان کے درمیان یہ فرق ہے کہ اخوان حقیقی اور غیر حقیقی دونوں بھائیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اخوہ صرف حقیقی بھائی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے: سورۂ یوسف میں ارشاد ہے: لاتقصص رؤیاک علی اخوتک اور سورۂ نساء میں ارشاد ہے: فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس مگر دوسری آیت، انما المومنون، اخوۃ کی رو سے برادر ایمانی حقیقی بھائی ہیں۔

اسلامی اخوت کی اہمیت

قرآن مجید کہتا ہے: انما المومنین اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔ (حجرات: ۱۰)

مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو اللہ سے ڈرو شاید تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیت ایک عمیق و پر معنی نعرہ کو بیان کر رہی ہے اسلام نے مسلمانوں کے درمیان رشتہ برقرار کرنے پر اتنا زور دیا ہے کہ انہیں ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا یا حقیقت یہ ہے کہ اسلام سارے مسلمانوں کو ایک خاندان قرار دیتا ہے اور اس چیز کو حج کے عبادی وسیاسی مراسم میں دیکھا جا سکتا ہے کبھی ایک کو دوسرکو بھائی سمجھتے ہیں اگر چہ کوئی مغرب سے اور کوئی مشرق سے آتا ہے یہ تھا قرآن کا بیان اب رسول ﷺ کے کلام پر توجہ فرمائیں فرماتے ہیں:

المسلم اخوالمسلم لایظلمہ ولایخذلہ ولایسلمہ (محجۃ البیضاء ج ۳ ص ۳۳۲) مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کا ساتھ چھوڑتا ہے اور نہ اسے حوادث کے حوالے کرتا ہے۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں:

مثل الاخوین مثل الیدین، تغسل احدا ھما الاخری۔ (ایضا)

دو دینی بھائیوں کی مثال دونوں ہاتھوں کی سی ہے کہ ایک دوسری کو دھوتا ہے۔

رسول نے برادران اسلام کوایک پیکر کے دو ہاتھوں کی مانند فرض کیا ہے یہ بہترین مثال ہے کہ سارے مسلمان ایک پیکر اور اس کے افراد اس پیکر کے ہاتھ ہیں۔

مومن، مومن کا بھائی

امام صادق ؑ اس موضوع کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں:

عن ابی عبداللہ: المومن اخوالمومن عینہ ودلیلہ ولا یخونہ ولا یظلمہ ولا یغشہ ولا یعدہ عدۃ فیخلفہ (اصول کافی ج۲ ص۱۶۶)

مومن مومن کا بھائی ہے وہ اسے آنکھ کی مانند راستہ دکھاتا ہے وہ ہرگز اس سے خیانت نہیں کرتا ہے اور نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے دھوکا دیتا ہے اور نہ اس سے وعدہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے امام صادق ؑ سے سنا کہ فرماتے ہیں: مومن، مومن کا بھائی ہے سب ایک بدن کے اعضاء کی مانند ہیں اگر ان میں سے کسی میں درد ہوتا ہے تو سارے اعضاء بے چین ہو جاتے ہیں۔ ان کی روحوں کا سرچشمہ ایک ہے اور مومن کی روح خدا سے ایسے ہی متصل ہے جیسے سورج سے شعائیں متصل ہوتی ہیں۔ (اصول کافی ج۲ ص۱۶۶)

اخوت بہت بڑی نعمت ہے

قرآن مجید نے سورۂ آل عمران میں اخوت کی نعمت کا ذکر کیا ہے: ارشاد ہے:

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا (آل عمران: ۱۰۳)

تم سب اللہ کی رسی (قرآن واہل بیت کے دامن) کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ اندازی سے پرہیز کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس وقت خدا نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال دی تھی پس اس کی نعمت کے سبب تم بھائی بھائی بن گئے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ عرب کے دو بڑے قبیلے اوس وخزرج کے درمیان بہت پرانی دشمنی تھی رسول ﷺ نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ان کے درمیان صلح کرادی تھی اور انہیں ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا۔ لیکن اس کے بعد ان کے درمیان کبھی کبھی ٹھن جاتی تھی اور رسول ﷺ ان میں جھگڑا نہیں ہونے دیتے تھے۔

رسول نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اگر کسی کو کسی سے محبت ہے تو اسے چاہئے کہ اس سے محبوب کو مطلع کرے کیونکہ اس سے محبت واکوت میں دوام واستحکام پیدا ہوتا ہے۔ قال: احب احدکم اخاہ فلیخبرہ۔ (محجۃ البیضاء ج۳ ص۳۲۱)

جب تم میں سے کوئی کسی مسلمان سے محبت کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اس محبت سے اسے مطلع کرے۔

موٴمن سے ملاقات کرنے کا ثواب

کافی میں ایک باب "باب زیارۃ الاخوان" ہے اس باب میں موٴمن سے ملاقات کرنے کے ثواب سے متعلق بہت سی حدیثیں نقل کی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

امام صادق ؑ فرماتے ہیں: جو شخص کسی موٴمن سے خدا کے واسطے ملاقات کرتا ہے خدا اس سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندہ سے ملاقات کی ہے تمہارا اجر و ثواب میرے اوپر ہے تمہارے اس عمل کا ثواب میں جنت کے علاوہ پسند نہیں کرتا ہوں۔ (ایضاً: ص ۱۷۷)

ایک روایت امام باقر ؑ سے منقول ہے:

ابو حمزہ نے امام محمد باقر ؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب مسلمان اپنے بھائی سے ملاقات کے لئے اپنے گھر سے نکلتا ہے اور اس ملاقات سے اس کا مقصد خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے تو خداوند عالم اس پر ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کر دیتا ہے جو اسکے پیچھے پیچھے ندا دیتے ہوئے چلتے ہیں تم خوش نصیب ہو جنت مبارک ہو یہاں تک کہ وہ اپنے گھر لوٹ آتا ہے اسلام ایسے ہی حکم دیتا ہے کہ جن سے مسلمانوں کے اتحاد ہم آہنگی کی حکایت ہوتی ہے اور اسلام نہیں دستور کے زیر سایہ موٴمنوں کی زندگی کو خوشگوار بناتا ہے۔

برادران اور ان کے فرائض حضرت علی ؑ کی نظر میں:

حضرت علی ؑ فرماتے ہیں، بھائی دو قسم کے ہوتے ہیں معتمد اور قابل بھروسہ بھائی دوسرے ظاہری اور دکھاوے کے بھائی معتمد اور بھروسے کے قابل بھائی انسان کے دست و بازو اور اس کے وبال و پر ہوتے ہیں اگر تمہیں ایسا بھائی مل جائے تو اس پر پیسہ خرچ کرو اور ہاتھ سے اسکی مدد کرو اور جس سے اس کی دوستی ہو تم بھی اس سے دوستی کرو اور جس سے اسکی دشمنی ہو تم بھی اس کے دشمن بن جاؤ اس کے راز کو محفوظ رکھو اور اسکی خامیوں کو چھپاؤ اور اس کی اچھائی کو ظاہر کرو جان لو کہ ایسا بھائی ہیرے سے بھی زیادہ کمیاب ہے۔

رہے ظاہری اور دکھاوے کے بھائی تو ان سے فائدہ اٹھاؤ، ان سے صاحب سلامت رکھو اور تعلقات قطع نہ کرو لیکن ان کے ضمیر سے اس زیادہ کی توقع نہ رکھو جس طرح وہ خندہ پیشانی اور شیرین بیانی سے تمہارے ساتھ پیش آئیں اسی طرح تم اس کے ساتھ پیش آؤ۔ (مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۶۱)

اس حدیث میں حضرت علی ؑ نے یہ فرمایا ہے کہ سچے دوستوں کے لئے جان و مال بھی قربان کر دو ان کی مدد کرو اور ان

کے ساتھ احسان ونیکی کرو اور ظاہری دوستوں سے بظاہر ٹھیک طریقہ سے ملو کہ وہ بھی انسان کی روزمرہ کی زندگی میں کام آتے ہیں۔

بھائیوں ے ساتھ انصاف سے کام لو

قال علیؑ: مع الانصاف تدوم الاخوۃ (ایضا ص ۳۰۸)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: انصاف اور منصفانہ برتاؤ سے برادرانہ روابط میں استحکام ودوام پیدا ہوتا ہے:

جب حضرت محمد ﷺ ساتھ سال کے ہوگئے تو آپ نے اپنی رضاعی ماں حلیمہ سے فرمایا: میرے بھائی کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: بیٹے وہ ان بکریوں کو چراگاہ لے گئے ہین جو خدا نے تمہارے طفیل میں ہمیں عطا کی ہیں۔ آپ نے فرمایا: اماں آپ نے میرے حق میں انصاف نہیں کیا حلیمہ نے کہا: بیٹے کیسے فرمایا: میں سایہ میں رہوں اور میرے بھائی شدید دھوپ میں اور پھر میں ان کا دودھ بھی نوش کروں۔

حضرت رسول ﷺ خدا فرماتے ہیں:

سید الاعمال ثلاثۃ: انصاف النفس من نفسک، ومواساۃ الاخ فی اللہ، وذکرک اللہ تعالیٰ فی کل حال۔ (مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۳۰۸)

بڑے اعمال تین ہیں: اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرنا اور لوجہ اللہ بھائی کی مدد کرنا اور ہر حال میں خدا کو یاد کرنا۔

بھائی امام صادقؑ کی نظر میں

الاخوان ثلاثۃ: فواحد کالغذاء الذی یحتاج الیہ کل وقت فھو العاقل، والثانی فی معنی الداء وھو الاحمق، والثالث فی معنی الدواء فھو اللبیب۔ (تحف العقول ص ۲۳۹)

امام صادقؑ فرماتے ہیں: بھائی تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک تو غذا کی مانند ہیں کہ جن کی انسان کو ہر وقت ضرورت ہوتی ہے یہ عقل مند ہیں، دوسرے مرض کے مثل ہیں یہ بیوقوف واحمق لوگ ہیں تیسرے دوا کی مانند ہیں، یہ نہایت ہی ذہین وزیرک افراد ہیں۔

رسول کی نظر میں بھائی کے تیس حقوق

قال رسول اللہ للمسلم علی اخیہ ثلاثون حقا۔ (بحار الانوار ج ۷۴ ص ۲۳۴)

رسول فرماتے ہیں: مسلمان کے اپنے بھائی پر تیس حقوق ہیں کہ جن سے وہ ہی طریقوں سے بری الذمہ ہوسکتا ہے یا تو ان حقوق کو ادا کرے یا وہ اس سے معاف کردے۔

۱۔اس کی لغزشوں کو معاف کر دے

۲۔پریشانی کے زمانہ میں اس پر مہربان رہے

۳۔اس کے رازو اسرار کو چھپائے

۴۔اسکی کوتاہیوں کی تلافی کرے

۵۔اس کے عذر کو قبول کرے

۶۔اسے برا کہنے والوں کی تردیدی کرے

۷۔ہمیشہ اس کا خیر خواہ رہے

۸۔اسکی دوستی کی حفاظت کرے

۹۔اس سے کئے گئے عہد کا لحاظ رکھے

۱۰۔مریض ہو تو اس کی عیادت کرے

۱۱۔مر جائے تو اس کی تشیع جناہ میں شریک ہو

۱۲۔اس کی دعوت کو قبول کرے

۱۳۔اس کے تحفہ کو قبول کرے

۱۴۔اس کی عطا کی عطا کی اسے جزادے

۱۵۔اسکی نعمت کا شکر ادا کرے

۱۶۔اس کی مدد کرنے کیلئے کوشش کرے

۱۷۔اس کے ناموس کی حفاظت کرے

۱۸۔اس کی حاجت کو پورا کرے

۱۹۔اسکی خواہش کے لئے سفارش کرے

۲۰۔اگر اس چھینک آئے تو یرحمک اللہ کہے

۲۱۔اسکی گمشدہ چیز کی طرف اس کی راہنمائی کرے

۲۲۔اسکی سلام کا جواب دے

۲۳۔اس کی بات کو صحیح سمجھے

۲۴۔اس کے انعام کی تعریف کرے اور سے اچھا سمجھے

۲۵۔اس کی قسم کی تصدیق کرے

۲۶۔اس کے دوست کو دوست سمجھے

۲۷۔اس سے دشمنی نہ کرے

۲۸۔اس کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ظلم کے وقت اس کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے باز رکھےاور مظلوم کی حالت میں اسکی مدد یہ ہے کہ ظالم سے اس کا حق لینے میں اس کی کمک کرے

۲۹۔مشکلوں اور حوادث میں اسے تنہا چھوڑے

۳۰۔ جو اچھی چیز اپنے لئے پسند کرے وہی اس کے لئے پسند کرے اور جس برائی کو اپنے لئے پسند نہ کرے اسے اس کے لئے بھی پسند نہ کرے۔

اولاد کا حق

اما حق ولدک فتعلم انہ منکو مضاف الیک فی عاجل الدنیا بخیرہ و شرہ وانک مسئول عما ولیتہ من الادب والدلالۃ علی ربہ والمعونۃ لہ علی طاعتہ فیک وفی نفسہ فمثاب علی ذلک ومعاقب، فاعمل فی امرہ عمل المتزین بحسن اثرہ علیہ فی عاجل الدنیا، المعذر الی ربہ فیما بینک وبینہ بحسن القیام علیہ والاخذ لہ منہ، ولاقوۃ الاباللہ۔

تمہارے اوپر بیٹے کا یہ حق ہے تم یہ جان لو کہ وہ تمہارا ہی ہے دنیا میں تمہیں سے وابستہ ہےاور اس کا خیر وشر بھی تمہاری ہی طرف منسوب ہوتا ہےاور یہ ذمہ داری تمہاری ہے کہ اسے ادب سکھاؤ، اسکے پرودگار کی طرف اس کی راہنمائی کرو اور اسکی طاعت میں اسکی مدد کرو اگر تم اس ذمہ داری کو پورا کرو گے تو ثواب پاؤ گے اور اگر اس کی انجادہی میں کوتاہی کرو گے تو سزا پاؤ گے۔ پس اس کے لئے اس طرح نیک عمل کرو کہ اس کا حسن وجمال دنیا میں آشکار ہو جائے اور اسکی جو بہترین سرپرستی تم نے کی ہےاور جو نتیجہ تم نے حاصل کیا ہے وہ خدا کی بارگاہ میں تمہارے اور اس کے درمیان اک عذر ہو جائے۔

امام زین العابدین ؑ نے اولاد کے حقوق سے متعلق اس حصہ میں جو نکات بیان فرمائے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔باپ کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اولاد اسی کی ہےاور دنیا وآخرت میں اس کا خیر وشر بھی اسی سے منسوب ہوتا ہے۔

۲۔اس کی تعلیم تربیت اور خدا کی طرف اس کی راہنمائی کرنے کی ذمہ داری بھی اسی پر عائد ہوتی ہے۔

۳۔اولاد کے عمل کے آثار سے غفلت نہیں برتنا چاہئے کیونکہ اس کی نیکی کا ثواب اور اس کی بدکاری کا عذاب ملے گا۔

۴۔اس کے کمال وترقی کے لئے اتنی کوشش کرنا چاہئے کہ جس سے خدا کی بارگاہ میں بیٹے کے سلسلہ میں عذر قابل قبول ہو جائے۔

امام زین العابدین ؑ نے پہلے ماں باپ کے حقوق بیان فرمائے اور والدین کے سلسلہ میں جو اولاد کا فریضہ ہے اسے واضح کیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک کے دوسرے پر برابر کے کیا حقوق ہیں۔والدین پر اولاد کے جو حقوق ہیں انہیں مذکورہ حصہ میں بیان کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بچے کی شخصیت کی بنیاد اسی وقت سے پڑتی ہے جب مرد وعورت خلقت کی سنت کے مطابق شادی کرتے ہیں اور یہ بات وہ جانتے ہیں کہ ان کے وجود کے درخت کا پھل وہ اولاد ہیں جو پیدا ہونگی اور معاشرہ کا حصہ بنیں گی۔اولاد کی شخصیت کا اک رخ وہ اخلاق وعادات ہیں جو ماں باپ سے میراث کے طور پر اولاد میں منتقل ہوتے ہیں،حقیقت یہ ہے کہ اولاد ماں باپ کے اخلاق وافکار کا آئینہ ہیں،یہ وہ موروثی صفات ہیں جو قانون تخلیق کے مطابق بعد والی نسل کو پہلی نسل سے میراث میں ملتے ہیں،یہ قانون انسانوں ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ نباتات و باعث حقارت واہانت ہوتا ہے لہذا اسلام نے تاکید کی کہ اپنے بچوں کے اچھے نام رکھو کہ ان کی شخصیتوں پر نام کا اچھا اثر ہوگا اور یہ نام انہیں اہانت وحقارت کے احساس سے محفوظ رکھے گا۔

والدین کے دوسرے فرض کی طرف امام زین العابدین ؑ نے اس طرح اشارہ فرمایا ہے:

وانک مسئول عما ولیتہ من حسن الادب والدلالۃ علی ربہ باپ بچے کی اچھی تربیت اور اسے خدا سے آشنا کرنے کا ذمہ دار ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ روایات میں بچوں کی اچھی تربیت کرنے کے بارے میں کیا احکام وارد ہوئے ہیں۔

بچے کی تربیت میں محبت کا اثر

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس طرح اسے بدن وجسم کے لئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اسے روح اور نفسیات کے لئے بھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے،جسم کو ماں کے دودھ اور خدا کی پیدا کی ہوئی ان چیزوں سے غذا ملتی ہے جو اس کے جسم کے مطابق ہیں لیکن روحی غذا ضروری تعلیم اور اس کی صحیح دیکھ بھال ہے کہ اس فریضہ کو اسکے والدین پورا کرتے ہیں،بچہ کو غذا بھی چاہئے اور محبت بھی،محبت اس کی روح کی غذا ہے۔

رسول ﷺ فرماتے ہیں:

احبوا الصبیان ورحموھم فاذا وعدتموھم ففوا لھم فانھم لایرون الا انکم ترزقونھم۔(مکارم الاخلاق ص ۲۱۹)

بچوں سے محبت کرو اور ان سے پیار والفت کرو اور اگر ان سے کوئی وعدہ کرو تو اسے پورا کرو کیونکہ بچے یہ سمجھتے ہیں کہ تم ہی

ان کے رزاق ہو۔

اس حدیث میں تربیت کے دو اہم موضوعات کی طرف اشارہ ہوا ہے: ا۔بچوں سے محبت کرنا۔

۲۔ان سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرنا تا کہ ان کے اندر بچپنے ہی سے وعدہ خلافی اور پیمان شکنی کی فکر پیدا نہ ہو۔

ان پر محبت ظاہر کرنے کے بہت سے طریقے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تک وہ بچے ہیں ان کا منھ چومو! انہیں پیار کرو۔ رسول ﷺ فرماتے ہیں:

قبلوا اولادکم فان لکم لکل قبلۃ درجۃ فی الجنۃ مابین کل درجتین خمسمأۃ عام۔(حمان ص ۲۲۰)

اپنے بچوں کا بوسہ لو کیونکہ ہر بوسہ کے عوض خداوند عالم تمہارے لئے ایک درجہ قرار دیتا ہے۔

اور ہر درجے کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔

اس سے متعلق حضرت علیؑ بن ابی طالب فرماتے ہیں:

قبلۃ الولد رحمۃ وقبلۃ المراۃ شھوۃ، وقبلۃ الوالدین عبادۃ، وقبلۃ الرجل اخاہ دین۔(ایضا)

بچہ کا بوسہ لینا رحمت ہے اور عورت کا بوسہ لینا شہوت ہے۔ ماں باپ کو چومنا عبادت ہے اور اپنے بھائی کو چومنا دین ہے۔

غیر والدین کے لئے بوسہ لے کر اظہار محبت کرنے کا ایک مخصوص زمانہ ہوتا ہے، اس زمانہ کے ختم ہوتے ہی اس سے بوسہ لیکر اظہار محبت کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں:

اذا بلغت الجاریۃ ست سنین فلا تقبلھا، والغلام لا تقبلہ المراۃ اذا جاوز سبع سنین۔(مکارم الاخلاق ص ۲۲۳)

جب لڑکی چھ سال کی ہو جائے تو مرد کو اس کا منھ نہیں چومنا چاہئے۔

اور جب لڑکا سات سال کا ہو جائے تو عورت کو اس کا منھ نہیں چومنا چاہئے۔

رسول ﷺ، حسنؑ و حسینؑ سے محبت رکھتے تھے اور ان کا بوسہ لیتے تھے، ایک روز اقرع بن حابس رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، آنحضرت ﷺ اپنے نواسوں کا بوسہ لے رہے تھے، اس نے کہا: میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے ان میں سے کبھی کسی کا منھ نہیں چوما ہے آپ نے فرمایا: اگر خدا نے تمہارے دل سے محبت کو چھین لیا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔

اس گفتگو کے ذریعہ رسول ﷺ یہ سبق دینا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی اولاد سے اظہار محبت نہیں کرتا ہے تو وہ سنگدل ہے۔

محبت میں افراط

اسلام جہاں والدین کے اوپر یہ فرض کرتا ہے کہ وہ اپنے بچوں سے محبت کریں وہاں انہیں محبت میں افراط کرنے سے بھی منع کرتا ہے اور ان کی زیادہ محبت کے نقصان کو بھی بیان کرتا ہے، امام محمد باقر ؑ فرماتے ہیں:

بدترین والدین وہ ہیں جو اپنی اولاد کے ساتھ نیکی ومحبت کرنے میں افراط سے کام لیتے ہیں اور بدترین اولاد وہ ہیں جو اپنے فرائض کی انجام دہی ہیں کوتاہی کی وجہ سے باپ کو ناراض کرتے ہیں۔

اولاد سے زیادہ محبت کی وجہ سے جو بدبختی وناکامی ہوتی ہے اس کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہوا ہے۔ بچہ سے زیادہ کرنا اس کو خودپسند میں مبتلا کر دیتا ہے اور اسے خود رائے بنا دیتا ہے حضرت علی ؑ فرماتے ہیں: شرالامور الرضاعن النفس (شرح غررالحکم ج ۴ ص ۱۷۳) خودپسندی اور خود سے راضی ہونا بدترین حالت ہے۔

لڑکیاں بہترین اولاد ہیں

خداوند عالم ماں، باپ کو جو اولاد عطا کرتا ہے انہیں ان کی قدر کرنا چاہئے اور انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ان کے پاس پروان چڑھاؤ کہ وہ اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں عزت وسربلندی کی زندگی بسر کرے اور تمہارے لئے بھی باعث فخر ہو۔

اس بات کو ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ اولاد سے زیادہ محبت کرنا اس کی خودپسندی کا باعث ہوتا ہے اور زیادہ محبت کا ایک ناقابل تلافی نقصان یہ ہوتا ہے کہ بچے کے اندر کبھی خوداعتمادی پیدا نہیں ہوسکے گی بچہ کے اندر خوداعتمادی اور مستقل مزاجی کا احساس پیدا کریں تاکہ وہ مشکلوں کا مقابلہ کرسکے۔ یہ چیز ہمیں لقمان کی نصیحتوں میں نظر آتی ہے۔ امام صادق ؑ فرماتے ہیں:

عن الصادق ؑ قال قال لقمان یابنی ان تادبت صغیرا انتفعت بہ کبیرا ومن عنی بالادب اھتم بہ ومن اھتم بہ تکلف علمہ ومن تکلف علمہ اشتد لہ طلبہ ومن اشتد لہ طلبہ ادرک بہ منفعتہ۔

امام صادق ؑ فرماتے ہیں: لقمان نے کہا: بیٹے! اگر تم نے بچپنے میں ادب سیکھ لیا تو اس سے بزرگی میں استفادہ کروگے اور جو ادب سیکھنا چاہتا ہے وہ اس سلسلہ میں جانفشانی کرتا ہے اور جو اب سیکھنے کے لئے ہمت وجانفشانی کرتا ہے وہ تربیت سے متعلق علوم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جو طلب علم کے لئے سنجیدگی سے کوشش کرتا ہے وہ اپنے مقصد کو حاصل کر لیتا ہے اور اس کے فوائد اسی کو نصیب ہوتے ہیں۔

بنی الزم نفسک التؤدہ فی امورک وصبر علی مؤنات الاخوان نفسک فان اردت ان تجمع عزالدنیا فاقطع طمعک مما فی ایدی الناس فانما بلغ الانبیاء والصدیقون مابلغوا بقطع طمعھم۔ (کودک (گفتار فلسفی) ج ۲ ص ۲۹۳۔۲۹۴)

پیارے بیٹے! ہمیشہ اپنی نجی ذمہ داریوں اور ذاتی کاموں کی انجام دہی کو اپنے اوپر لازم کرلو اور جو مصائب وشدائد لوگوں کی طرف سے تمہارے اوپر پڑتے ہیں ان کو برداشت کرنے کے لئے خود کو آمادہ رکھو اگر تم دنیا کی عظیم عزت وسرفرازی حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان چیز کی امید نہ رکھو جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے کیونکہ انبیاء وصدیقین جس بلندی وعظمت پر فائز ہوئے ہیں وہ لوگوں سے امید قطع کرنے ہی کے باعث ہوئے ہیں۔

جناب لقمان نے اپنے فرزند کو جو وصیت کی ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے اندر روح اعتماد کی پرورش کرو اور جو چیز لوگوں کے پاس ہے اس کی طمع نہ کرو ہر باپ کو یہی کرنا چاہئے جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کی ہے۔

ولاد کا حق

اما حق ولدک فتعلم انہ منک ومضاف الیک فی عاجل الدنیا بخیرہ وشرہ وانک مسئول عما ولیتہ من الادب والدلالۃ علی ربہ والمعونۃ لہ علی طاعتہ فیک وفی نفسہ فمثاب علی ذلک ومعاقب، فاعمل فی امرہ عمل المتزین بحسن اثرہ علیہ فی عاجل الدنیا، المعذر الی ربہ فیما بینک وبینہ بحسن القیام علیہ والاخذ لہ منہ، ولا قوۃ الا باللہ۔

تمہارے اوپر بیٹے کا یہ حق ہے تم یہ جان لو کہ وہ تمہارا ہی ہے دنیا میں تمہیں سے وابستہ ہے اور اس کا خیر وشر بھی تمہاری ہی طرف منسوب ہوتا ہے اور یہ ذمہ داری تمہاری ہے کہ اسے ادب سکھاؤ، اسکے پروردگار کی طرف اس کی راہنمائی کرو اور اسکی طاعت میں اسکی مدد کرو اگر تم اس ذمہ داری کو پورا کرو گے تو ثواب پاؤ گے اور اگر اس کی انجام دہی میں کوتاہی کرو گے تو سزا پاؤ گے۔ پس اس کے لئے اس طرح نیک عمل کرو کہ اس کا حسن وجمال دنیا میں آشکار ہو جائے اور اسکی جو بہترین سرپرستی تم نے کی ہے اور جو نتیجہ تم نے حاصل کیا ہے وہ خدا کی بارگاہ میں تمہارے اور اس کے درمیان اک عذر ہو جائے۔

امام زین العابدین ؑ نے اولاد کے حقوق سے متعلق اس حصہ میں جو نکات بیان فرمائے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ باپ کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اولاد اسی کی ہے اور دنیا وآخرت میں اس کا خیر وشر بھی اسی سے منسوب ہوتا ہے۔

۲۔ اس کی تعلیم تربیت اور خدا کی طرف اس کی راہنمائی کرنے کی ذمہ داری بھی اسی پر عائد ہوتی ہے۔

۳۔ اولاد کے عمل کے آثار سے غفلت نہیں برتنا چاہئے کیونکہ اس کی نیکی کا ثواب اور اس کی بدکاری کا عذاب ملے گا۔

۴۔ اس کے کمال وترقی کے لئے اتنی کوشش کرنا چاہئے کہ جس سے خدا کی بارگاہ میں بیٹے کے سلسلہ میں عذر قابل قبول ہو جائے۔

امام زین العابدین ؑ نے پہلے ماں باپ کے حقوق بیان فرمائے اور والدین کے سلسلہ میں جو اولاد کا فریضہ ہے اسے

واضح کیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک کے دوسرے پر برابر کے کیا حقوق ہیں۔ والدین پر اولاد کے جو حقوق ہیں انہیں مذکورہ حصہ میں بیان کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بچے کی شخصیت کی بنیاد اسی وقت سے پڑتی ہے جب مرد و عورت خلقت کی سنت کے مطابق شادی کرتے ہیں اور یہ بات وہ جانتے ہیں کہ ان کے وجود کے درخت کا پھل وہ اولاد ہیں جو پیدا ہونگی اور معاشرہ کا حصہ بنیں گی۔ اولاد کی شخصیت کا اک رخ وہ اخلاق و عادات ہیں جو ماں باپ سے میراث کے طور پر اولاد میں منتقل ہوتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اولاد ماں باپ کے اخلاق و افکار کا آئینہ ہیں، یہ وہ موروثی صفات ہیں جو قانون تخلیق کے مطابق بعد والی نسل کو پہلی نسل سے میراث میں ملتے ہیں، یہ قانون انسانوں ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ نباتات و احیوانات میں بھی جاری ہے، یہ ایک وسیع موضوع ہے جس کے لئے مفصل بحث درکار ہے اس کتاب میں اس تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

جب بچہ خدا کے حکم سے مادی دنیا میں آتا ہے اسی وقت دین اسلام والدین کے دوش پر بڑی ذمہ داریاں عائد کر دیتا ہے پہلے مرحلہ میں والدین کو چاہئے کہ ان ذمہ داریوں کو پہچانیں اور دوسرے مرحلہ میں ان کی انجام دہی کے لئے خدا سے توفیق طلب کریں اب ہم اختصار کے ساتھ ان ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہیں۔

کامیابی و سعادت کے حصول کے لئے والدین کو دو اصل کی طرف توجہ کرنا چاہئے: ۱۔ مفید استعداد اور صلاحیتوں کو زندہ کریں۔

۲۔ مضر اور نقصان دہ خواہشات اور رجحانات کو ختم کریں شائستہ اور لائق مربی وہ ہے کہ جو تدریجی طور پر بچے کی اندرونی استعدادوں کو علمی و عملی نگہداشتوں کے سہارے پروان چڑھائے اور اس کو عدل سے وجود میں لائے اور والدین سے وراثت میں ملنے والی نامطلوب صفات کا نشان تک مٹا دے۔

امام صادق ؑ فرماتے ہیں:

بیٹے کے لئے باپ پر تین چیزیں واجب ہیں اسے اس کی والدہ کے سپرد کرے اچھا نام رکھے اور اس کی تربیت میں کوشاں رہے۔

امام زین العابدین ؑ نے صحیفۂ سجادیہ میں بچوں سے متعلق دعا میں فرمایا ہے:

اور اے اللہ! ان کی تربیت و تادیب میں اور ان کو نیک بنانے میں میری مدد فرما۔

ان جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کی پرورش و تربیت بہت مشکل کام ہے اور اس کی انجام دہی کے لئے خدا ہی سے

توفیق مانگنا چاہئے۔

اولاد کے حقوق

جس دن بچہ پیدا ہوتا ہے اسی دن سے والدین پر اس کے حقوق عائد ہو جاتے ہیں پہلا موضوع اس کا نام رکھنے کے بارے میں احادیث میں بہت زیادہ زور دی گیا ہے ان احادیث میں سے بعض یہ ہیں:

قال النبی: من حق الولد علی الوالد ان یحسن اسمہ و یحسن ادبہ (مستدرک الوسائل ج ۲ ص ۶۱۸)

رسول ﷺ نے فرمایا: اولاد کا ماں باپ پر ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ ان کا اچھا نام رکھیں اور ان کی اچھی تربیت کریں۔

نبی ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنے بچوں کے نام انبیاء کے نام پر رکھو اور بہترین نام عبداللہ و عبدالرحمٰن ہے

رسول ﷺ نے فرمایا: والد پر، اولاد کے تین حق ہیں، ان کا اچھا نام رکھے ان کو لکھنا سکھائے اور جب بالغ ہو جائیں تو انکی شادی کرے۔

اس حدیث میں کتابت سکھانے اور شادی کرنے کے علاوہ ان کا اچھا نام رکھنے کی طرف بھی اشارہ ہوا ہے۔ اولاد کے حقوق کے بارے میں نہج البلاغہ کے کلمات حکمت میں حضرت علی ؑ اس طرح فرماتے ہیں:

باپ پر بیٹے کا یہ حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو اچھا ادب سکھائے اور اس کو قرآن کی تعلیم دے۔

اس حدیث میں بھی نام کے انتخاب کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

رسول ﷺ نے برے ناموں کو بدلا

رسول ﷺ نے لوگوں اور جگہوں کے برے ناموں کو بدلا اور ان کے اچھے نام رکھے اس سلسلہ میں درج ذیل نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

عن جعفر بن محمد عن ابیہ: ان رسول اللہ کان یغیر الاسماء القبیحۃ فی الرجال والبلدان۔ (کودک (گفتار فلسفی ج ۲ ص ۲۲۸؛ بہ نقل از قرب الاسناد ص ۴۵)

امام جعفر صادق ؑ نے اپنے والد سے اور انہوں نے رسول ﷺ سے روایت کی ہے کہ رسول ﷺ لوگوں اور شہروں کے برے ناموں کو بدل دیتے تھے۔

عن ابن عمر ان ابنۃ لعمر کانت یقال لھا عاصیۃ، فسماھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ جمیلۃ۔ (ایضا)

عمر کی ایک لڑکی تھی جس کا نام عاصیہ یعنی گناہگار تھا رسول ﷺ نے اس کا نام بدل کر جمیلہ رکھدیا تھا۔

عن ابی رافع ان زینت بنت ام سلمہ کان اسمھا برۃ، فقیل: تزکی نفسھا فسماھا رسول ﷺ زینب۔ (ایضا؛ بہ نقل از صحیح مسلم

ج۶ص۱۷۳)

ابو رافع سے روایت ہے کہ زینب بنت ام سلمہ کا نام برہ تھا یعنی نیک منش جس سے تکبر و غرور اور خود پسندی کی بو آتی تھی، بعض لوگوں کے بارے میں یہ کہتے تھے: اس نام کے ذریعہ وہ اپنی پاکیزگی کا اظہار کرنا چاہتی ہے رسول ﷺ نے بے حرمتی اور تحقیر سے بچانے کے لئے اس کا نام زینب رکھدیا۔

عن احمد بن ھیثم عن الرضا ؑ: قال قلت لہ: لم یسمی العرب اولادھم بکلب وفھد ونمر واشباہ ذلک؟ قال: کانت العرب اصحاب حرب وکانت تھول علی العدو باسماء اولادھم۔ (ھمان، بہ نقل از وسائل الشیعہ ج۵ص۱۱۵)

احمد بن ہیثم سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے امام رضا سے دریافت کیا: عرب اپنے بچوں کے نام کتوں، چیتوں وغیرہ کے نام پر کیوں رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا: عرب جنگجو اور لڑاکو تھے اس لئے اپنی اولاد کے یہ نام رکھتے تھے تا کہ جب ان کو آواز دیں تو دشمن کے دل میں خوف و ہراس پیدا ہو۔

برا نام حقارت و سرزنش کا سبب

خانہ بدوش عربوں کے ایک رئیس و سردار کا نام "جاریہ" تھا جاریہ کے بارے میں صاحب اقرب الموارد لکھتے ہیں کہ جاریہ افعی کی جنس میں سے اک سانپ ہے اور جاریہ ایک طاقتور صریح اللہجہ مرد تھا۔ وہ اور اس کا خاندان معاویہ سے ناراض تھا اور دل میں اس کی دشمنی رکھتا تھا اس بات کو معاویہ بھی تاڑ گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ بر سر عام اسکی توہین کرے اور اس کے نام کا مذاق اڑائے۔

اتفاقاً ایک دن جاریہ معاویہ کے روبرو ہوا معاویہ نے اس سے کہا: تم اور تمہارا قبیلہ تمہاری قوم والوں کے نزدیک کتنا پست ہے تمہارا نام سانپ رکھا ہے، جاریہ نے برجستہ جواب دیا: تم اور تمہارا خاندان تمہاری قوم والوں کی نظر میں کتنا پست و حقیر ہے کہ انہوں نے تمہارا نام کتیا رکھا۔

اس بات پر معاویہ کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگا: او بے ماں کے بچے چپ ہو جا۔ ل انہوں نئے جواب دیا: میری ماں ہے کدا کی قسم جن دلوں میں تمہاری دشمنی ہے وہ ہماری سینوں میں ہیں، معاویہ نے کھسیا کر کہا: خدا معاشرہ میں تم جیسے لوگوں کی کثرت نہ کرے۔ (کودک گفتار فلسفی ج۲ص۲۲۹ اس میں المستطرف ا ص۵۸ سے منقول ہے)

دوسرا نمونہ شریک بن اعور ہے یہ بھی اپنی قوم کا سردار، معاویہ کا ہم عصر، کریہہ المنظر تھا اور اس کا نام شرک تھا جو کہ انسان کے لئے بہت اچھا نام نہیں ہے اور اس کے باپ کا نام اعور تھا اور اعور اس شخص کو کہتے ہیں جس کی آنکھ میں عیب ہوتا ہے۔

جس زمانہ میں معاویہ کا عروج تھا شریک بن اعور معاویہ کے دربار میں پہنچا معاویہ نے کہا:

تمہارا نام شریک ہے اور خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ تم اعور کے بیٹے ہو لیکن اعور یعنی آنکھ کے عیب سے محفوظ ہو تم بدشکل ہو اور خوبصورت بدصورت سے اچھا ہوتا ہے پھر تمہارے خاندان والوں نے تمہیں اپنا سردار و رئیس کیسے بنالیا؟!

شریک نے جواب دیا خدا کی قسم تم معاویہ ہو اور معاویہ اس کتے کو کہتے ہیں جو عوعو کرتا ہے، تم نے عوعو کیا تو لوگوں نے تمہارا نام معاویہ رکھ دیا، تم حرب کے بیٹے ہو اور صلح وسلامتی حرب، یعنی جنگ، سے بہتر ہے، تم صخرہ، پتھر، کے بیٹے اور نرم زمین سنگلاخ سے بہتر ہوتی ہے پھر تم امیر المومنین کیسے بن گئے؟ اس کی ان باتوں نے معاویہ کو پانی پانی کر دیا تو معاویہ نے کہا: میرے دربار سے ابھی چلے جاؤ۔ (ثمرات الاوراق ص ۵۹)

جس طرح ٹیڑھا کبڑا بدن، ناقص اعضا اور کریہہ صورت باعث اہانت وحقارت ہوتی ہے اسی طرح برا نام ولقب بھی

فقہ کی رو سے بیٹے پر باپ کا حق

محقق اردبیلی فرماتے ہیں: عقل ونقل دونوں ہی والدین کی نافرمانی کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور آیات وروایات سے والدین کی اطاعت کا واجب ہونا سمجھ میں آتا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ فقہاء کا نظریہ یہ ہے کہ ماں باپ اپنے بچہ کو جنگ وجہاد سے روک سکتے ہیں بشرطیکہ جنگ پر جانے کیلئے امام کا حکم نہ ہو یا کافروں نے مسلمانوں کے شہروں پر حملہ نہ کیا ہو۔ (۲۲)

اسی طرح شہید قواعد میں فرماتے ہیں: جو بھی غیروں پر حرام وہی ماں باپ پر حرام ہے یا جو کچھ غیروں پر واجب ہے وہی ماں باپ پر واجب ہے لیکن کچھ چیزوں میں وہ منفرد ہیں:

۱۔ مباح سفر ماں باپ کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتے۔

۲۔ بچے پر ماں باپ کی اطاعت واجب ہے اگر چہ، مشتبہ ہو کیونکہ اطاعت واجب ہے اور شبہ چھوڑنا مستحب ہے۔

۳۔ اگر والدین اس کو کوئی کام کہیں اور نماز کا وقت بھی ہو گیا ہو تو نماز میں تاخیر کر کے ان کی اطاعت کرے۔ ۴۔ بعض اوقات ماں باپ بیٹے کو نماز جماعت میں شریک ہونے سے روک سکتے ہیں۔

۵۔ ماں باپ بیٹے کو جہاد پر جانے سے منع کر سکتے ہیں بشرطیکہ تعین نہ ہوا ہو (۲۳)

عورت کے چار مقام

کائنات میں انسانی تخلیق کے اعتبار سے جہاں مرد کے چار مقام ہیں باپ، بیٹا، بھائی، شوہر اسی طرح عورت کے بھی چار

مراحل ومقام ہیں۔

ماں، بیٹی، بہن، بیوی۔

عورت اگر بیوی ہے تو شوہر کی دلجوئی کرتی ہے اور خوشنودمیں ایثار ووفا کی دیوی ہے اگر ماں ہے تو اولاد کی مامتا اور پرورش میں اپنی زندگی کی تلخیوں اور خوشیوں کو اپنی اولاد پر نچھاور کرنے والی ہے۔ اگر بیٹی ہے تو اپنے ماں باپ کی خدمت اور حیا کو اپنا شعار بنالیتی ہے اور ماں باپ کے سایہ کو اپنے لیے رحمت وعطوفت سمجھتی ہے۔

اگر اپنے بھائی کی بہن ہے تو غیرت کا پیکر نظر آتی ہے اور ہمیشہ اپنے بھائیوں کیلئے ماں کی مامتا نظر آتی ہے۔ عورت کے چار مقامات کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے پہلے ایک مختصر خاکہ بیان کرتے ہیں۔

بیٹی

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت کے عرب معاشرہ میں بیٹی کا مقام اس قدر پست تھا کہ اسکے وجود کو ننگ وعار سمجھا جاتا رہا اور اگر کسی گھر میں پیدا ہوجاتی تو فوراً اسے ڈھیر کے نیچے دبا دیا جاتا رہا بلکہ بیٹی کو زندہ درگور کرنا عرب معاشرہ میں ایک معمول بن چکا تھا۔

اللہ تعالی نے اپنے عظیم الشان خاتم الانبیاء پیغمبر اکرم ﷺ کے ذریعہ سورہ نحل میں ارشاد فرمایا:

واذا بشر احدھم بالانثی ظل وجھہ مسودا وھو کظیم (سورۂ نحل ایت ۵۸)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی تو ان کے چہرے پر غم کے آثار نمودار ہوجاتے اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے لوگوں سے چھپتے چھپاتے:

پیغمبر اسلام نے عرب کے جاہل اور تاریک معاشرے کو اس بری رسم اور بھیانک برائی سے نجات دلائی اور اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا / کا احترام کیا اور جب سفر پر جاتے تو آخر میں اپنی بیٹی سے الوداع کرتے اور سفر سے واپسی پر پہلے اپنی بیٹی کے گھر جا کر عرب معاشرے کو یہ بتلایا کہ دیکھو بیٹی خدا کی رحمت ہے اور جب بیٹی حضرت ﷺ کے ہاں مین بھی انسانی عقل نمایاں ہو جس کی ذات انسانی ذات ہو اسکی ظاہری حالت بھی انسانوں جیسی ہو وہ انسانی آداب سے آراستہ ہو (صحیفہ نور ج ۳ ص ۱۲۲)

تشریف لاتیں تو انکے احترام کیلئے کھڑا ہوجایا کرتے تھے اور دنیا کو یہ بتایا کہ دیکھو میں رحمۃ للعالمین ہوں کہ میں بھی اپنی بیٹی کے رحمت کے سایہ میں آکر اپنے دل میں ایک تسکین محسوس کرتا ہوں تم بھی اگر میری رحمت اور اپنی بیٹی کی رحمت سے سرفراز ہونا چاہتے ہو تو اسے اس قدر پیار ومحبت کرو کہ میری رحمت تمہارے شامل حال ہو۔

ماسلام نے بیٹی کو رحمت کا مجسمہ بنا کر پیش کیا ہے بیٹیاں خاندان کا سکون اور مرکز زندگی ہوا کرتی ہیں ماں باپ کو چاہیئے ماپنی بیٹیوں کے ساتھ محبت و مہربانی سے پیش آئیں اس کے متعلق قرآن اور احادیث معصومین میں کافی سفارش وارد ہوئی ہے جو آیندہ ہم پیش کریں گے تا کہ عورت کے چار مقامات میں سے ہر ایک کے فرائض اور ذمہ داری سے آگاہ ہو کر عورت کے حقوق ادا کر سکیں۔

عاق والدین کے اسباب

انسان کی زندگی میں کچھ ایسے گناہ بھی ہوتے ہیں جس سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وقت آخر زبان پر کلمہ توحید تک نہیں جاری ہو پاتا لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ خدا کی جانب سے جزا اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی دعا ہمیشہ ملتی رہے تو والدین کی آنکھ بند ہونے بعد بھی ان کی خدمت کرتے رہو اور اگر آپ نے ایسا کیا کہ ان کی آنکھ بند ہوتے ہی اپنا ہاتھ روک دیا اور جیسے ہی آپ نے یہ سوچ کر اپنا ہاتھ روکا کہ اب تو دنیا سے جا چکے ہیں ویسے رحمت کے فرشتوں نے اپنا قلم بند کر دیا اور ادھر فرشتوں کا قلم رکا ادھر سلسلہ عذاب جاری ہوا ایسا نہیں ہے کہ اگر دنیا سے چلے گئے تو آپ بری الذمہ ہو گئے نہیں ان کی مغفرت کیلیئے دعا ان کی نجات کیلیئے امور خیر یہ انجام دو اور اگر ان کی نمازیں رہ گئیں ہیں تو ان کی قضا نماز و روزے رکھو تو بہتر ہے اگر نہیں رکھ سکتے تو اجرت پر دے کر رکھواؤ اور اگر ایسا نہ کیا تو گمراہی اور تباہی کی حد تک پہنچ جاؤ گے۔

حضرت امام باقر ؑ فرماتے ہیں: ایک نوجوان اپنے والد گرامی کی حیات میں ان کی بہت زیادہ خدمت کرتا تھا لیکن والد کی آنکھ بند ہونے بعد جب اس نے وصیت نامہ کا جملہ دیکھا تو اس میں تحریر تھا بیٹا ہمارے ذمہ قرض تھا جسے ہم ادا نہیں کر سکے لھذا ہماری طرف سے تم اس قرض کو ادا کر دو وہ خدمت گار بیٹا کہتا ہے کہ اس قرض کا مجھ سے کوئی ربط نہیں ہے وہ اگر چاہتے تو اپنے حیات میں ہی میں ادا کر دیتے یہاں تک کہ وہ ان کیلیئے طلب مغفرت تک نہیں کرتا خدا اس کیلیئے حکم دیتا ہے کہ اس کا نام عاق ہونے والوں میں لکھ دو اور ایک بیٹا اپنے والدین کی حیات میں ہی عاق ہے لیکن مرنے کے بعد وہ ان کا قرض ادا کرتا ہے اور ان کیلیئے دعائے مغفرت کرتا ہے تو اس کا نام ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے(۴۴)

اولاد میں سے بدترین اولاد وہ ہے کہ اپنے والدین کو اذیت دیتی ہے ایک آدمی کعبہ کے کنارے ابوذر ؓ سے کہا کہ علی ؑ کے چہرے کو بہت دیکھتے ہو ابوذر ؓ نے اس کو جواب دیا کہ میں نے رسول خداؐ کی خدمت میں تھا تو فرمایا: النظر الی وجہ علی بن ابی طالب عبادۃ، النظر الی الوالدین برافۃ ورحمۃ عبادۃ علی ؑ اور ماں باپ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت

ہے یہ بات واضح ہوگئی کہ کہ رسول ﷺ وعلیؑ اس امت کے باپ ہیں کہ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا: اناوعلی ابواھذہ الامۃ کہ میں اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں علیؑ یا رسول کو دیکھو عبادت ہے۔

اب بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ جس نے اپنے ماں باپ کو اذیت کی اس نے رسول وعلی کو اذیت کی جس نے والدین کو خوش رکھا اس نے ان کو خوش رکھا جس نے والدین کے ناموں کی بے حرمتی کی اس نے ان کے ناموں کی بے حرمتی کی اور رسول وآل رسول کی بے حرمتی کرنے والا دشمن خدا ہے اور دشمن خدا کیلیئے جہنم کے دہکتے ہوئے شعلے ہیں۔

ذرا غور کریں کہ ان روحانی والدین نے ہمیں کیا کیا نہیں دیا ایک آدمی امام صادقؑ کے پاس آیا اور عرض کرتا ہے کہ میرے والدین نے مجھے ایک گھر دیا تھا اب وہ واپس لینا چاہتے ہیں فرمایا: تیرے باپ نے یہ برا کیا ہے لیکن اگر وہ تم سے مکان کے سلسلہ میں لڑیں تو تم ان کی اواز پر اپنی اواز کو بلند نہ کرنا اور آہستہ آہستہ بات کرنا امامؑ نے ہمیں قدم قدم پر آگاہ کیا زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں کہ جس پر ہمارے رہبروں نے ہمیں درس نہ دیا ہو اور یہ پہلو والدین کی عظمت کو دلوں میں پیدا کرتا ہے، سورہ لقمان میں ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ میرا بھی شکر ادا کریں اور اپنے والدین کا بھی آخر کار میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اگر تمہارے والدین اس بات پر مجبور کریں کہ میرا شریک ٹھہراؤ جس کا تمہیں علم نہیں تو تم ان دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں ان کا اچھی طرح ساتھ دو اور ان کو اف تک نہ کہو۔ (۲۵)

احترام والدین میں یہاں تک لحاظ کیا گیا ہے کہ تیز نگاہ سے والدین کی طرف دیکھنا بھی گناہ ہے ان کی اواز پر اپنی اواز بلند کرنا بھی حرام ہے تم ان کو نام سے مت پکارو ورنہ عذاب الٰہی کے مرتکب ہو گے۔

احترام والدین بہت دلچسپ موضوع ہے لیکن بہت اختصار سے لکھ رہی ہوں کہ کہیں حجم مقالہ بڑھ نہ جائیں ورنہ اس موضوع پر آیات وروایات کثیر ہیں حقوق والدین پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بہت وعظ ونصیحت کی ہے. بہت سے پہلو ہیں کہ سب پر روشنی ڈالنا محال ہے ایک پہلو ان کے احترام کا ہے کہ اسلام اس بات کا حکم دیتا ہے کہ والدین کے احترام کو فراموش مت کرو حتی کہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حذیفہ یمانی رسول خدا کے ساتھ مشرکین سے ایک جگہ جنگ کر رہے تھے اچانک بیٹے کی تلوار کی زد میں حذیفہ کا باپ آگیا باپ جو ابھی مشرک تھا حذیفہ نے اپنے باپ کو قتل کرنا چاہا تھا کہ رسول اکرمﷺ کی اواز گونجی اے حذیفہ خبردار تمہارا باپ ہے اپنے باپ کو قتل نہ کرنا اس لیے کہ باپ کے قاتل کیلیئے میری شریعت میں کوئی جگہ نہیں حذیفہ نے کہا یا رسول اللہ میرا باپ تو مشرک ہے فرمایا: ہوا کرے ہے تو تیرا ہی باپ جب مشرک باپ کی حفاظت اسلام میں واجب ہے تو مسلمان باپ کا رتبہ کتنا بلند ہوگا۔ (۲۶)

بعض اوقات انسان ،زندگی میں اپنے والدین کا بہت فرمابردار ہوتا ہے لیکن جب وہ مر جاتے ہیں تو ان کا نافرمان بن جاتا ہے اور نہ ان کے فرائض ادا کرتا ہے اور نہ ان کے قرض ادا کرتا ہے اور نہ ہی ان کیلیئے استغفار کرتا ہے ایسے شخص کا انجام اللہ کے یہاں بہت سخت ہے پس دفتر عدل الٰہی میں وہ عاق لکھا جاتا ہے اور بعض انسان ماں باپ کی زندگی میں نافرمان ہوا کرتے ہیں اور ان کے مرنے کے بعد فرمابردار ہو جاتے ہیں اور ان کے ذمہ جتنے قرضے اور فرائض ہوتے ہیں وہ سارے ادا کرتے ہیں اور ان کیلیئے استغفار کرتے ہیں پس وہ دفتر عدل الٰہی میں اطاعت گزار والدین لکھے جاتے ہیں۔

احترام والدین کوئی بیان نہیں کر سکتا تاریخ میں ایسی ہزاروں مثالیں ہیں کہ جس میں والدین یا تو کافر یا تو مشرک تھے لیکن اسلام دونوں کے احترام کو ملحوظ رکھا ہے ذکریا ابن ابراہیم یہودی نے جب امام صادق ؑ کے دستِ حق پرست پر اسلام کو خندہ پیشانی اور کشادہ دلی کے ساتھ قبول کیا امام نے فرمایا:

تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے تو اس نے سر کو جھکا کر کہا میری ماں زندہ ہے مگر مولا وہ یہودیہ ہے امام نے فرمایا: اس طرح سے نہیں کہا جاتا ذکریا خدا سے ڈرو ماں باپ کے حق میں ایسے الفاظ مت کہو اور ماں کی پہلے سے زیادہ خدمت کرو امام کا حکم پا کر جب اس نے ان کی زیادہ خدمت کرنا شروع کی تو ماں نے کہا بیٹا لگتا ہے کہ تم دین یہودی کو چھوڑ دیا ہے کہا ہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں امام نے آپ کی خدمت کے متعلق بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے جب اس کی ماں نے یہ سنا کہا مجھے لے چلو میں بھی مسلمان ہونا چاہتی ہوں کہ جس مذہب میں بزرگوں کی خدمت کی اس قدر تاکید ہے اس کے بعد اس کی ماں خدمت امام میں حاضر ہو کر نعمت اسلام سے فیضیاب ہوئی (۲۷)

والسلام

آمنہ جعفری

حوالہ جات

۱۔خ ا۔۲۰۷

۲۔حکمت ۹۹ ۳ص ۹۲۱

۳۔یونس/۳۲)

۴۔یونس/۵

۵۔بقرہ/۲۱۳

٦۔یس/٧،مفردات راغب مادہ حق

٧۔منقول از معیار اللغۃ ص ۴١٩

٨۔تطبیق در حقوق جزائی عمومی اسلام ص ۴٢

٩۔نہایۃ ابن اثیر (ام)

١٠۔رسالہ حقوق ص ٣٢٧

١١۔سورہ احقاف/١۵

١٢۔لقمان:١۴

١٣۔ کووک (گفتار فلسفی) ج١ص ٩٦منقول از :انسان موجود ناشناختہ ص ٨۵۔٨٦

١۴۔ اعجاز خوراکیہا ص ١٧٢

١۵۔رسالہ حقوق ص ٢۵٢ ۔

١٦۔شرح رسالہ حقوق،قدرت اللہ مشایخی ص ٣٣٢

١٧۔رسالہ حقوق امام سجادؑ ص ٣٣٣

١٨۔اصول کافی ج ٢ص ١۵٧

١٩۔اصول کافی ج ٢ص ١۵٧

٢٠۔اصول کافی ج ٢ص ١٦٢)

٢١۔اصول کافی ج ٢ص ٣۴٩

٢٢۔حاشیہ اصول کافی ج ٢ص ٣۴٩

٢٣۔حاشیہ اصول کافی ج ٢ص ٣۴٩

٢۴۔خاندان،انصاریان ص ۴۵٩

٢۵۔سورہ لقمان/١۴

٢٦۔شرح حقوق ص ٣۵٨

٢٧۔بحار الانوار ج ۵٣ص ٣١٢